مدارج النعت

ادیب رائے پوری

مدارج النعت

ادیب رائپوری

ایم اے اردو

صدر پاکستان نعت اکیڈمی

۸۳۷ اے۔ بلاک ایچ شمالی ناظم آباد کراچی

marfat.com

اس کتاب کے تمام حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

اشاعت ——— فروری ۱۹۸۶ء، جمادی الثانی ۱۴۰۶ھ
نام کتاب ——— مدارج النعتؐ
مصنف و ناشر ——— سید حسین علی ادیب رائے پوری
سن تصنیف و تحقیق ——— ۱۹۸۲ء، ۱۴۰۳ھ
تاریخ اشاعت طبع اول ——— فروری ۱۹۸۶ء، جمادی الثانی ۱۴۰۶ھ
سرورق ——— محمد رضی رضوی
کتابت ——— حکیم عبدالرشید بزمی اجمیری
تعداد ——— ایک ہزار
مطبع ——— مشہور آفسٹ پریس
قیمت ——— ۵۰ روپے۔

ملنے کا پتہ

۱- مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ ایم اے جناح روڈ۔ کراچی ۱
۲- مکتبہ رضویہ۔ عقب دہلی مسلم ہوٹل۔ گاڑی کھاتہ۔ کراچی۔
۳- اقبال میڈیکل اسٹور۔ چھوٹا میدان۔ ناظم آباد نمبر ۲ کراچی۔
۴- اے/۸۳۷ بلاک ایچ۔ شمالی ناظم آباد۔ کراچی ۳۳۔ فون:- ۶۱۲۱۷۰

اِنتساب

ناچیز اپنی اس تالیف کو شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بارگاہ سخن میں بصد ادب و احترام پیش کرتا ہے۔ جن کا ذکر بابرکت دنیائے نعت گوئی میں طمانیت قلب بالیدگی روح اور پاکیزگی جذبات کے طالبانِ تشنہ لب کے لئے آبِ حیات ہے۔

اور جن کے کلام کو تائید قدسی کے لئے سرور سروران صاحبِ لولاک لما نے دعا فرمائی۔

احقر العباد

سیّد حسین علی ادیب رائے پوری

۲۴ جنوری ۱۹۸۶ء مطابق ۱۲ جمادی الاول ۱۴۰۶ھ

marfat.com

اردو فارسی کے ممتاز نعت گو شاعر ـــــــ

ادیب رائے پوری کی عظیم علمی ادبی اور تحقیقی تصنیف

نعتیہ شاعری
اور
تنقیدی اشارے

اردو میں نعتیہ شاعری پر تنقیدی اشارے نہیں ملتے۔ خال خال عربی فارسی میں یا اردو میں چند سطور یا صفحات ہیں۔ جناب ادیب رائے پوری نے جو ملک کے ممتاز نعت گو شاعر بھی ہیں اور جن کی محققانہ تصنیف "معراج النعت" منظر عام پر آچکی ہے۔ نعتیہ شاعری کے علمی ذخیرہ سے ان تمام تحریروں کو یکجا کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ جو عربی، فارسی اور اردو ادب میں بکھری ہوئی ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ وہ اس اچھوتے مگر نہایت نازک موضوع پر سیر حاصل تنقیدی تبصرہ بھی پیش کر رہے ہیں۔

ادارہ "نوائے نعت" اسی منفرد کوشش کی شایان شان اشاعت کا اعلان کرتا ہے۔

رابطے کے لئے :- فون :- ۶۱۲۱۷۰

شعبہ نشر و اشاعت ادارہ "نوائے نعت"۔

۸۳۷ اے بلاک "ایچ" شمالی ناظم آباد، کراچی نمبر ۳۳

تذکرۂ تصانیف

غوث الاعظم

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قطب ربانی محبوب سبحانی کی
شہرہ آفاق تصانیف پر ایک محققانہ نظر

ادیب رائپوری کے قلم سے

مدارج النعت کی اشاعت کے بعد جناب ادیب رائے پوری نے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف پر تحقیقی کام کا آغاز کردیا ہے۔
سلسلۂ قادریہ سے وابستگی، ارادت و عقیدت رکھنے والے حضرات خصوصاً اور علم و ادب کے جواہر پارے تلاش کرنے والے حضرات کے لئے یقیناً یہ تحقیقی تصنیف ایک نایاب تحفہ ہوگی۔

شعبۂ نشر و اشاعت

ادارہ "نوائے نعت" اسے نہایت اہتمام سے شائع کرے گا

۸۳۷ اے بلاک ایچ شمالی ناظم آباد۔ کراچی ۳۳

فون:- ۶۱۲۱۷۰

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدارجُ النعت میری نظر میں

نحمدہٗ ونصلے علےٰ رسولہ الکریم

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم　　　کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

الحمدللہ کہ سرزمین پاکستان میں نعت نگار شعراء کو دیکھئے کہ ایک ہجوم دلفگاراں ہے۔ ایک اژدھام دل باختگان ہے جو بادیدۂ گریاں، شوق ووجدان کو رہنما بنائے۔

احترام شریعت میں قدموں کو سنبھالے اس راہ پر چلا جارہا ہے۔ اور کارواں در کارواں اس راہ شوق اور جادۂ محبت پر گامزن ہے۔ جو منزل سعادت وکامرانی تک پہنچادے۔ اور دلوں کو ان کا بنادے! اور ان کا یہ جذبہ فداکاری اس بارگاہِ عاجز پناہ میں درخورِ نگاہ التفات بنادے وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

قیام پاکستان کے بعد نعت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کی نگارش میں جو جذبہ مبادرت اور مسابقت پیدا ہوا۔ وہ یقیناً قابل ستائش ہے۔ اور اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ آج نعت گوئی ایسا شرف بن گئی ہے۔ جو شاعری کی لاج، فکر کی عزت اور خیال کی معراج ہے مجھے اس اعتراف میں باک نہیں کہ اس عصر میں نعت نگاری کے فروغ میں، نعت خوانی کو بڑا دخل ہے۔ اور اب نعت گوئی ایسا فن اور موضوع شاعری بن کر ابھری ہے کہ تاریخ ادب میں اسکو فراموش یا نظر انداز نہیں کیا جاسکے گا۔

ہمارے مجلات، اخبارات اور ان کی خصوصی اشاعتیں نعتیہ کلام کی پذیرائی کا

marfat.com

عالم دیکھ کر اپنے اپنے صفحات میں اس کو بڑھ چڑھ کر پیش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے۔ بموضوعِ نعت پر مجلّات بھی شائع ہو رہے ہیں۔ ان مجلّوں میں "لوائے نعت" بہت ہی قد آور، مقبول اور پسندیدہ مجلّہ ہے جو میرے محترم دوست ادیب رائے پوری کی تندہی، جانکاہی اور اس عشق و محبت سے عبارت ہے جس نے ان کی زندگی کا مقصد اور نصب العین ہی یہ بنا دیا کہ وہ یہ ثابت کر دکھائیں کہ

خسروا! عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

مدارج النعت کی تالیف و تدوین بھی عشقِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس سوز و ساز کا نتیجہ ہے جو میرے دوست جناب ادیب رائے پوری کی قوتِ دل و جان ہی نہیں بلکہ ان کے پیکرِ سعی و عمل کی روح ہے۔ اور یہی ان کی زندگی کا حاصل ہے مدارج النعت میں جناب ادیب رائے پوری، جن کے نعتیہ کلام کے چند مجموعے زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر قبولِ خاص و عام ہو چکے ہیں۔ تاریخ نعت گوئی کے اس خلا کو جو ہماری تاریخ ادب میں مدتوں سے چلا آ رہا تھا۔ بڑی ہی دیدہ وری، فکر و نظر کی کاوشوں اور صدہا کتب کے مطالعہ کے نتائج اخذ کر کے پُر کر دیا ہے۔ فن یہ ہے کہ انھوں نے جس چاہت اور جس ذوق و شوق سے اس کام کی ابتدا کی تھی اور چند در چند دشواریوں اور موانع کے باوجود حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ بندہ پرور کا سہارا لیکر اختتام کو پہنچا دیا ہے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشا

یوں تو شمائل نبوی اور خصائص مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم پر بحمد اللہ مسلمانوں کے پاس گرانمایہ اور گرانقدر نثری اور شعری سرمایہ موجود ہے۔ البتہ موضوع کی جامعیت کے اعتبار سے نثری سرمایہ کا پلہ بھاری ہے۔ شعری سرمایہ کی توضیح و تشریح ان اوراق میں مقصود نہیں ہے۔ آپ صرف اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ سیرت طیبہ کی مشہور کتابوں کو محبت کے ان پروانوں نے اپنے فن کی نمائش نہیں کی بلکہ حصول سعادت کے لئے نظم کا لباس پہنایا۔ میں یہاں صرف ایک کتاب کا ذکر کروں گا اور وہ ہے سیرت ابن ہشام اس کو چند شعرائے عرب نے نظم کیا ہے جبکہ سیرت کی یہ مہتمم بالشان کتاب کافی ضخیم

marfat.com

ہے ان شعراء کرام کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ علامہ سید الدیری (م ۶۰۷ھ)

۲۔ علامہ ابوالحسن بن موسیٰ المخفری (م ۶۶۵ھ)

۳۔ علامہ ابن الشہید (م ۷۹۲ھ)

میں یہاں کتب سیرت النبیؐ کا ذکر نہیں کروں گا کہ وہ ایک جداگانہ موضوع ہے اور اس موضوع پر عربی، فارسی، ترکی اور اردو میں صدہا کتب موجود ہیں۔ خصائص نبوت دلائل النبوت (صلے اللہ علیہ وسلم) سیرت نبوی ہی کا ایک باب ہے۔ تو جب اس ایک باب پر اس قدر وقیع، مبسوط اور گرانقدر سرمایہ ہماری رہنمائی اور بصیرت کے لئے موجود ہے تو سیرت نبی مکرم و محترم صلے اللہ علیہ وسلم پر نگارشات کا کیا عالم ہوگا۔

"قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا"

میں خصائص و شمائل نبوت پر لکھی جانے والی کتابوں کے سلسلے میں عرض کر رہا تھا ان کتب شمائل و خصائص نبوت میں ترمذی، مواہب لدنیہ، دلائل نبوت، معجزات خیر الوریٰ، کتاب الشفاء، وفا الوفا،

خصائص کبریٰ عربی میں اور فارسی میں معارج النبوت، مدارج النبوت اور اردو میں بشریٰ بہت ہی بلند پایہ کتابیں، مذکورہ بالا کتب میں بعض نام تو ایسے ہیں کہ اس نام سے ایک نہیں بلکہ متعدد کتابیں تصنیف کی گئیں ہیں۔ اختصار کے پیش نظر میں صرف دلائل النبوت کا ذکر کروں گا کہ اس نام سے یہ حضرات اپنی گرانقدر کتابیں یادگار چھوڑ گئے ہیں، اور پھر یہ کہ ؎

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است ؎ عربی زبان میں دلائل النبوت کے نام سے یہ کتابیں یادگار ہیں۔ جن کے مصنفین کی صراحت یہ ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسلم المعروف بہ ابن قتیبہؒ (م ۲۶۷ھ)

۲۔ حضرت محدث ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ (م ۲۷۵ھ)

۳۔ علامہ ابواسحاق حربیؒ (م ۲۸۵ھ)

marfat.com

۴۔ محدث عظیم علامہ حافظ ابو نعیم اصفہانی صاحب حلیہ الاولیاء (۴۳۰ھ)
۵۔ علامہ شیخ مستغفری نسفی حنفی (م ۴۳۲ھ)
۶۔ علامہ ابوبکر احمد بن حسن بیہقی صاحب تاریخ بیہقی (م ۴۵۸ھ)

اس سے آپ اندازہ کیجئے کہ دلائل النبوت ہی پر کس قدر عظیم ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے۔

خصائص نبوت پر جن چند کتب کا میں نے ذکر کیا ہے۔ یہی چند کتابیں جب ہزاروں صفحات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ اور غلامانِ مصطفےٰ اور دل باختگانِ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے سکونِ قلبِ مضطر کا سامان لئے ہوئے ہیں تو سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم پر لکھی جانے والی کتب کے صفحات تو لاکھوں سے ہی متجاوز کریں گے۔ اور بحمد اللہ یہ سلسلہ آج بھی جاری و ساری ہے۔ لیکن "مدارج النعت" کے لائق اور فاضل مصنف نے اس سلسلے میں ایک اچھوتے اور مخصوص موضوع کو اپنایا ہے۔ اور محامد حبیب کبریا صلے اللہ علیہ وسلم کو صحفِ سماوی سے شروع کر کے گرنتھ صاحب پر ختم کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ مشہور عالم مذاہب میں کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس کی مقدس کتابوں میں محامد رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوں، اس سلسلہ میں ادیب صاحب نے نثر اور نظم دونوں کو اپنا معروض اور مستدل بنایا ہے۔ تحقیق، جستجو اور تلاش کا جسقدر یارا ہو سکتا تھا۔ تمام توانائیاں اس سلسلہ میں کام میں لائے ہیں۔

"مدارج النعت" اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک منفرد کتاب ہے۔ جناب ادیب رائے پوری نے جن عنوانات پر قدم اٹھایا ہے۔ اب تک ان میں سے اکثر عنوانات پر نہیں لکھا گیا تھا۔ اردو زبان میں تو اس کو انفرادیت حاصل ہے ہی ہمارے قدیم سرمایہ کتب (عربی و فارسی تصانیف) میں بھی "مدارج النعت" کے بعض مباحث، قطعاً مفقود ہیں۔ صحائف سماوی میں نعت سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ اردو زبان میں بشریٰ اس موضوع پر ایک شاہکار ہے۔ خصائص کبریٰ، معجزاتِ خیر الوریٰ، کتاب الشفاء میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر بحث کی گئی

marfat.com

ہے۔ اور مشہور معجزات کو بہت صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ مواہب لدنیہ بھی اسی موضوع پر ایک گرانقدر کتاب ہے۔ اور فارسی زبان میں "مدارج النبوت" (جلد دوئم) ایک ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے۔ الغرض اس موضوع پر عربی، فارسی اور اردو میں بکثرت کتابیں موجود ہیں۔ عربی زبان میں یہ سرمایہ جس قدر کثیر ہے۔ فارسی میں اتنا ہی قلیل ہے۔

"مدارج النعت" میں جناب ادیب رائپوری کا موضوع، شمائل نبوت، خصائص نبوت اور کمالات و محامد خیر الانبیار صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا ایک شعبۂ خاص ہے۔ یعنی وصفِ حبیب کبریا صلے اللہ علیہ وسلم الفاظِ موزوں یعنی نعتیہ شاعری، بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ جناب ادیب اس موضوع کے تحت، تاریخ نعت گوئی بیان کریں گے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ بلکہ جنابِ ادیب کے موضوع خاص کے یہ تو مقتضیات ہیں۔ اور آپ نے اپنے موضوع کی صراحت میں ان ضمنی امور کی تشریح سے گریز نہیں کیا ہے کہ ان کے موضوع کے لئے یہ بیان ناگزیر تھا۔ اور اس سے گریز ناممکن تھا۔

میرے دوست ادیب نے جس موضوع کو اپنی فکر کی جولاں گاہ بنایا ہے وہ ہے اصطلاحی نعت، نعت گوئی، نعت خوانی اور اس کے آداب و مقتضیات! میں بغیر خوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں کہ جناب ادیب اس موضوع کو اپنانے، اس کے مالہ و ماعلیہ پر شواھد و دلائل پیش کرنے میں ایک انفرادی مقام رکھتے ہیں۔ اس موضوع پر نہ عربی زبان میں لکھا گیا اور نہ فارسی میں، فارسی زبان میں تو نعتیہ شاعری کا مجموعہ ہی مرتب نہیں ہوا۔ چہ جائیکہ تاریخ نعت نگاری! آدابِ نعت گوئی و نعت خوانی تو دور کی بات ہے۔

عربی زبان میں اس طرف توجہ نہیں کی گئی، عصر حاضر کے ایک مصری فاضل نے کئی جلدوں پر مشتمل نعتیہ کلام کو جمع کر کے ایک اہم خدمت کی ہے۔ اس برصغیر میں عربی و فارسی کی نعتیہ شاعری کی تدوین پر کام ہو سکتا تھا۔ ہمارے علمار و صوفیائے کرام نے عربی و فارسی میں نعتیہ شاعری کا ایک وقیع سرمایہ یادگار چھوڑا ہے۔ حضرت حسان الہند آزاد بلگرامی جو حقیقت میں نابغۂ عصر تھے۔ عربی نعتیہ شاعری میں کئی دیوان ہیں۔ تسلیۃ الفواد ان

marfat.com

کے نعتیہ عربی قصاید کا مجموعہ ہے۔ عربی شاعری کے تین دیوان اس کے علاوہ ہیں۔
اب اس کو کیا کہا جائے کہ یہ وقیع سرمایہ مخطوطات کی شکل میں برصغیر کے پاک وہند
کے بعض کتب خانوں میں محفوظ ہے۔

میں عرض کر رہا تھا نعت گوئی اور نعت خوانی کے سلسلے میں یہ ایک حقیقت ہے کہ
مسلمانوں کا علمی دامن اس موضوع پر نگارشات سے خالی تھا۔ حضرت ادیب پہلے
فرد ہیں جنہوں نے اس سنگلاخ پر قدم رکھا۔ اور اپنی لگن اور جذبہ حب رسول اکرم صلے اللہ
علیہ وسلم کا سہارا لیکر بڑی ہی پامردی سے اس راہ کو طے کیا۔

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یّشآء

میں نے جب، مدارج النعت کا مطالعہ کیا تو اس وقت قلب میں عجیب سوز و
گداز اور روح میں اہتزاز پیدا ہوا۔ جب چینی زبان کی نعت کے ترجمہ کو پڑھا۔ جب ترجمہ
اس قدر کیف آفریں ہے تو اصل نعت کس قدر کیف زا ہوگی۔ یہی کیفیت اس نثری نعت
کی ہے جو فاضل مصنف نے بطور نمونہ پیش کی ہے۔ نثری نعت بھی عجیب کیف زا اور
سوز اثر ہے۔

"مدارج النعت" کے آخری چند ابواب حقیقت میں ان اعتراضات کے جوابات
ہیں جو ایسے کوتاہ بیں کرتے ہیں جن کے دل حُبّ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے خالی
اور دولتِ دین وایمان بخشنے والے آقا کی غلامی کے سوز و گداز سے محروم ہیں۔ حضرت
ادیب رائے پوری نے ان جوابات کو محض اپنے زورِ قلم کا معروضی نقطہ بیان نہیں بنایا ہے
بلکہ متقدمین، محدثین و فقہا اور مفسرین کی کتب سے استدلال پیش کیا ہے۔ ان مباحث
میں جہاں جہاں استدلال و براہین کی ضرورت پیش آئی ہے وہاں انہوں نے قرآن حکیم احادیث
سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو بڑی دیدہ وری سے اپنا
مستدلال بنایا ہے۔ وہ اپنے انداز بیان یا منطقی اور روایتی دلائل ہی سے اپنی بات منوانا
نہیں چاہتے بلکہ ہر ایسے عنوان کے تحت جو کچھ کہا ہے وہ نصوص قرآنی، اقوال، ارشادات
رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم، آثار صحابہ اور مجتہدین امت کے فرمودات سے موید و مزین

marfat.com

ہے۔ اور اس سلسلہ میں ان کی تلاش اور فکر کی رسائی قابل ستائش ہے۔ اس خلوص میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ جوابات میں جو شواہد، توضیحات و تشریحات پیش کی ہیں۔ ان پر جدل وخلاف کا رنگ نہیں چڑھنے دیا ہے بلکہ جو کچھ کہا ہے وہ بڑی شائستگی، متانت اور سنجیدگی سے کہا ہے۔ اور ان دلائل و شواہد سے ان اعتراضات کا رد ایسے سلیقے سے کیا ہے جو ردِ کلام محسوس نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں ایک بیانیہ شان پیدا ہوگئی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ خصوصیت ادیب صاحب کی فکر اور عظمت علمی کا ایک نشان ہے۔

"مدارج النعت" کے آخری چند ابواب یعنی۔ آداب نعت، بہ "لحن داؤد ہمنوا شو" "بہ نالۂ درد آشنا شو"، فنون لطیفہ اور اسلام"، نغمہ سرائی اور خواجگانِ چشت" غنا کی تعریف" اس کتاب کے بہت ہی اہم مباحث ہیں۔ ان مباحث یا موضوعات پر حضرت ادیب رائے پوری نے جو کچھ کہا ہے وہ سبھی استدلال و براہین سے خالی نہیں ہے! اور انہوں نے بہت ہی دل نشین انداز میں ان اعتراضات کے پنپنے کی گنجائش باقی نہیں چھوڑی ہے۔ جو نعت خوانی اور محافلِ نعت پر کئے جاتے ہیں۔

یہاں ایک بات ضرور عرض کروں گا کہ نعتِ مقدس کا مزاج احترام کچھ اور ہے۔ اور بزم عیش و نشاط اور خنیاگری کے تقاضے کچھ اور ہیں۔ نعت خوانی میں زیر و بم، گلِ نغمہ خیال، ٹپہ اور دوسرے راگوں کے سروں میں نعت کو پیش کرنا پردۂ عشاق اور پردۂ مجاز میں نعت کا ادا کرنا، احترام نعت کے منافی ہے۔ معترضین کو لب کشائی کا موقعہ ملتا ہے اس کو لحن داؤدی تک محدود رکھنا ایک امر مستحسن ہے! اسی طرح محافل نعت خوانی میں انتخاب کلام میں احتیاط بہت ضروری ہے۔ عرفی شیرازی کی یہ تنبیہہ ضرور پیش نظر رکھنا چاہیئے ؎

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا	آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را
ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن	نعتِ شہِ کونین و مدیح کئے وجم را

اسی زمین میں عرفی کا والہانہ انداز اور اس کی فکر کی پرواز دیکھیئے۔

marfat.com

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل — سلمائے حدوث تو ولیلائے قدم را
تا نام ترا افسر فہرست نہ کردند — مورد متعین نہ شد اطلاق اعم را

اس لئے ازبس ضروری ہے کہ ہم نعت پاک کی محفلوں میں یا نعت خوانی کے دوسرے مواقع و خوار دیر ایسا کلام پیش کریں یا اس کی ساعت سے سعادت اندوز ہوں جو شایانِ بارگاہِ رسالت و نبوت ہو (صلے اللہ علیہ وسلم) محبت رسول اکرمؐ روحی فداہ میں دل کے ساز کو نوائے شریعت سے بے راہ نہ ہونے دیجئے ؎

با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار !!

سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساز کو چھیڑئیے. لوائے نعت سے اس کو ہم آہنگ کیجئے. قلب و روح کو اہتزاز میں آنے دیجئے. لیکن آپ کا قدم محبوب کردگار صلے اللہ علیہ وسلم کی قائم فرمودہ حدود سے نہ ہٹنے پائے کہ سعادتِ دارین کا راز اسی میں مضمر ہے۔

"مدارج النعت" اس راہ میں آپ کی راہنمائی کے لئے عنانِ تاز بھی ہے. اور عناں گیر بھی۔

والسلام

(شمس بریلوی)

marfat.com

سازِ فراقِ احمد ہے میری زباں کا ہر کلمہ
صوتِ ربابِ سرمد ہے میرے قلم کی ہر تحریر
جیسے برستے پانی میں بکھری کرنیں، نکھری دھوپ
لفظ و بیاں کا یہ ارژنگ، مدح و ثنا کی یہ تصویر

(ادیب)

marfat.com

ہمارے کُتب خانے

قارئینِ کرام !

نعتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا موضوع اتنا وسیع ہے کہ اِس پر جو کچھ آج تک لکھا گیا وہ اِس موضوع کا عشرِ عشیر بھی نہیں ۔ ایک افسوسناک امر یہ ہے کہ جس طرح ہمارے اَدب میں دوسری اصناف پر لکھا گیا اور لکھا جا رہا ہے اُن سے ہمارے کُتب خانے پُر ہو گئے ، لیکن نعتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھے گئے تبصروں ، مقالوں ، تنقیدوں اور تحقیقی کام پر نگاہ پڑتی ہے تو کفِ افسوس اور ندامت سے گردن جھکا لینے کے سوا کوئی چارہ نظر نہیں آتا ۔ جو صنف تمام اصناف میں سچائی ، جذبہ ، خلوص اور عشقِ حقیقی کے اظہار میں اعلیٰ و افضل ہے ۔ ازلی اور ابدی ہے ۔ جس کا تعلق خالقِ حقیقی کے محبوب سے ہے ۔ جس کا محور وہ ذاتِ گرامی کہ جس کا وجُود نہ ہوتا ۔ نہ عشق ہوتا نہ حُسن ، نہ آہ و فغاں ، نہ رنگ و خوشبو ، نہ لَے اور نغمہ ، نہ لذّتِ ہجر ہوتی نہ شوقِ وصال ، نہ حُسنِ تخئیل نہ گہرباریٔ لب ، شعر و ادب ممنونِ کرم ہیں اُس ذاتِ گرامی کے ، جس کے جلوؤں کی تابانی سے یہ سب کچھ منظرِ عام پر آنے کے اہل ہوئے ۔ یہ کیسی احسان فراموشی ہے کہ اُن کی شانِ واجب التعظیم میں ہر دور میں ، ہر زبان میں عاشقوں نے اپنے عشق کا اظہار کیا لیکن ہمارے اَدب میں اس پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا ۔ چند مقالات ، چند دیباچے ، چند مضامین ، کیا یہ چند حوالے ، نعتیہ کلام کے مجموعے پر چند مقدمے یا کسی جلسے میں سُنائے جانے والے چند مقالات و خطبات سے نعت گوئی پر تحقیق کا حق ادا ہو گیا ۔ ہماری اُردو شاعری ہی کو لیجئے تو اُس کا دامن اتنا وسیع ہے کہ ہزار ہا تنقیدی و تحقیقی کتابیں اِس پر

marfat.com

لکھی جا چکی ہیں اور نہ صرف مجموعی ادب پر بلکہ بعض شعراء پر فرداً فرداً اتنا لکھا جا چکا ہے کہ خود شاعر کی روح اپنے پر کیئے جانے والے تبصروں سے پریشان ہے۔ اور پناہ مانگ رہی ہے۔ لیکن افسوس اس امر کا ہوتا ہے کہ آپ اپنے ادب کے بحر ذخار میں غوطہ زنی کیجئے تو مایوسی کی خاک ہاتھ آئے گی۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ہم نعت کے موضوع پر اتنا ہی کچھ لکھتے کہ تحقیقی کام کرنے والوں کو اُس کا مطالعہ کچھ کام آجاتا۔ جن لوگوں کو میکدۂ عشقِ رسالت سے مئے حُبِ نبیؐ چکھنے کو بھی نہ ملی میں اُن سے گلہ کروں تو بیجا ہوگا۔ لیکن اُن سے کیا کہوں جنھیں دعویٰ عشقِ رسولؐ بھی ہے اور اَدب کا ذوق بھی' تحقیق کی صلاحیت بھی اور لکھنے کی طاقت بھی۔

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا موضوع جتنا حسین ہے اتنا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ حُسن و عشق کا جو پاکیزہ اور نُورانی ماحول یہاں ملتا ہے کہیں اور میسر ہی نہیں' اُردو فارسی نظموں اور غزلیات میں ہم نے معنی و مطالب کے اسرار و رُموز کھولنے میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے جبکہ خزینۂ اسرار و گنجِ معنیٰ مدحتِ واقفِ اسرارِ الٰہی ہے۔ آپؐ کی سیرتِ طیبہ' آپؐ کی تعریف' حُسن و جمال' قامت و گیسو' تکلم و تبسم' آپؐ کے کمالات و معجزات' آپؐ کا رحم و کرم' جُود و سخا' آپؐ کی شفاعت' آپؐ کی معراج' کائنات پر کرم' مخلوقِ عالم پر احسانات' درس و تدریس' اخلاقِ حسنہ' جتنے موضوعات اُردو شاعری میں متعین کئے گئے ہیں وہ نہایت کم ہیں۔ نُورِ مجسم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف کے ایک نکتے کے پھیلاؤ سے' افسوس ہم نے علمِ کلام پر سینکڑوں کتابیں لکھیں اور اپنے علم کا لوہا منوالیا۔ بزمِ علم و اَدب سے نکل کر رزمِ علم و ادب میں آئے تو مناظرہ پر اتنا ذخیرہ چھوڑا کہ صدیوں کام آئے' لیکن افسوس کہ حُبِ رسولؐ کی تبلیغ کا جو واحد ذریعہ ہے اسی پر ہمارا قلم نہ اُٹھ سکا۔ جب اس ناچیز کو اس موضوع پر لکھنے کی توفیق عطا ہوئی تو اپنے کُتب خانوں کی زیارت کا جی بھر کر

marfat.com

موقع ملا۔ جہاں سب کچھ ملا اور کچھ بھی نہ ملا۔ چنانچہ سب سے پہلے قرآنِ کریم سے رہبری حاصل کی، میری طلب اور شوق آرزو کو دیکھ کر خلاقِ دوجہاں نے میری مدد فرمائی، مجھے مطالعۂ قرآن سے روشنی ملی میں اسی روشنی میں آگے بڑھتا گیا اور جہاں کہیں اِس متبرک موضوع پر نصف سطر بھی ملی میں نے اُسے چُن لیا۔ اور اپنی جھولی میں ڈال لیا۔ انھیں تمام کو یکجا کر کے اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

نہ مجھ کو دعوئ علم و ہنر ہے نہ اِس بات کا دعویدار کہ جو کچھ سُپردِ قلم ہوا وہ حتمی ہے، نہ یہ موضوع کسی کے ہاتھوں انتہا کو پہنچ سکتا ہے۔ مجھ پر جتنا منکشف ہوا وہ اپنے قارئین کے پیشِ نظر ہے، آئندہ بھی یہ کوشش انشاءاللہ تعالیٰ جاری رہے گی، کہ جو کچھ میسّر آئے جمع کرتا رہوں اور ایکدن پھر آپ کے سامنے پیش کر دوں۔

مُسلم تہذیب کا سہارا

ہمارے اربابِ علم و دانش نعت کو صنفِ شاعری ہی سمجھ کر نہ دیکھتے بلکہ اسلامی اقدار کے زوال اور مُسلم تہذیب کو سہارا دینے کے لئے واحد ذریعۂ نجات و تبلیغ حُبّ رسولؐ سمجھ کر ہی دیکھتے تو مجھے اُن سے گلہ نہ ہوتا۔ آج یہ وقت کا سب سے اہم تقاضا ہے۔ اس لئے کہ بدقسمتی سے ہمارے ہی اندر ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو گستاخئ رسولؐ کا مرتکب ہو کر، اپنی عاقبت بگاڑنے، اپنی آخرت کے سودے میں خسارہ اُٹھانے اور اپنے اعمال کو ضائع کرنے میں مصروفِ عمل ہے، وہ لوگ جو کلمہ گو ہیں کافر نہیں، توحید پر ایمان رکھتے ہیں بُت پرستی پر نہیں، رسالت کو تسلیم کرتے ہیں بولہبی کو نہیں۔ اگر نادانی، کم عقلی یا جہلِ علم کا شکار ہو گئے ہیں یا کسی مفسد گروہِ دین و ملت نے اُن کے قلوب کی سپیدی پر سیاہی پھیر دی ہے،

marfat.com

ہمارا فرض اوّلین ہے کہ ہم خداوندکریم سے ملنے والی توفیق اور مدد کے سہارے اُن لوگوں کے دلوں میں حُبِّ رسولؐ کی شمع روشن کریں اور واضح کردیں کہ ساری کائینات کی تخلیق اور اس کا وجود حُبِّ رسولؐ کا ہی نتیجہ ہے، صرف محبّت ہی ایک ایسا عنوان ہے کہ صدیوں سے صاحبانِ علم و دانش، اُس کی شرحیں لکھ رہے ہیں۔ اس طرح کہ اس کے ایک ایک حرف کے حُسن و جمال کی دلکشی و رعنائی ہر نگاہ کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ اس کے مُسلسل ذکر سے نہ سیری ہوتی ہے نہ بیزاری، خواہ عہدِ قدیم خواہ عہدِ جدید،

یہی بنائے دو عالم یہی جمالِ خُدا
اسی کے جام کی گردش میں شش جہات رہے

ادیبؔ

قدرت نے جس شے کو حیات بخشی اُسے بقا کی فکر اور فنا کا خوف بھی محبت کو بھی اپنی بقا کی فکر دامن گیر تھی۔ لیکن، یہ ساری فکر اور فنا کا خوف حضرتِ آمنہ رضؓ کی گود میں کھیلنے والے اور حضرتِ حلیمہ سعدیہ رضؓ کی بکریاں چرانے والے کی نسبت ملتے ہی دُور ہو گیا۔ اُن کی نگاہِ التفات نے اس خوف کو کافور کر دیا۔

"سارا عالم محبت کے قدموں پہ سر جھکائے ہوئے ہے اور محبّت کی جبیں بنائے محبت کی نعلین پہ جُھکی ہوئی ہے۔ زمانہ محبّت کا طواف کر رہا ہے اور محبّت، محبُوبِ رب کا طواف کر رہی ہے۔"

حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبّت، نسبت اور تعلق کی مختصر تشریح کے بعد اظہارِ محبت کے وسیلہ کا ذکر بھی لازمی ہے۔ شعر اظہارِ خیال کا نہایت لطیف، حسّاس، نازک اور خوش گوار اور زُود اثر ذریعہ ہے۔

marfat.com

صد نالۂ شبگیرے صد صبحِ بلاخیزے
صد آہِ شرر ریزے یک شعرِ دلآویزے

شاعری کی بقا

جو بات شعر کے ذریعے کہی جاتی ہے وہ برق کی طرح چمکتی، تیر کی طرح سفر کرتی اور رُوح کی طرح سما جاتی ہے۔ لیکن ان بلندیوں کو چھُونے کے لئے اِسے بھی محبت کا سہارا درکار ہے، جس کے بغیر شاعری نہ کسی زخم کا مرہم ہے نہ کسی غم کا مداوا، نہ کسی قلب کی تسکین، نہ کسی دَرد کا درماں، نہ کسی بے سَرو ساماں کا ساماں، جس دل میں محبت نے قدم رکھا اُس کے کان شعر سے آشنا ہوگئے، خواہ وہ کھیتوں میں کام کرنے والا کسان ہی کیوں نہ ہو، محبّت کا مسکن دل ٹھہرا اور محبت کی زبان شعر، اگر محبّت کو رحمتِ دوعالمؐ کے قدم چُوم کر معراج نصیب ہوئی تو شاعری کو بھی نُورِ مجسّم کے ذکر سے وابستہ ہوکر شرف بزرگی نصیب ہوا، اَدب میسّر آیا، عزّت و وقار کی کرسی ملی، حیاتِ اَبدی کا تاج نصیب ہوا۔ دائمی زندگی کا جام ہاتھ آیا۔ اب نہ محبّت کو زوال ہے نہ شاعری کو فنا ــــــــــ!

شاعری کیا ہے۔ حُسن کا حَسین پیرایہ میں تعارف، ــــ اور حُسن ــــــ، خطوط کا تناسب، رنگوں کا امتزاج یا سُروں کی لطافت ہی نہیں، سیرت بھی حُسن ہے، کردار بھی حُسن، سخاوت اور دریا دلی بھی حُسن ہے، دستگیری اور فریاد رسی بھی حُسن ہے، بندہ نوازی اور مشکلکشائی بھی حُسن ہے، فرمانِ عدل بھی حُسن، پیمانِ وفا بھی حُسن، شرافت و شجاعت بھی حُسن، اخلاق و حیا بھی حُسن، دیانت و امانت بھی حُسن، فصاحت و بلاغت بھی حُسن، گفتار بھی رفتار

marfat.com

بھی حسن، ایسے ہی مجموعۂ حسن کی تلاش کا نام عشق ہے، اِس تلاش و جستجو کا غم دولتِ کونین ہے، اس کا رُوح میں احساس، رونقِ حیات ہے، اور اِس جملہ آرزو کا بیان ہی نعت ہے۔

اگر محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ازلی اور ابدی ہے تو نعتِ رسولؐ بھی ازلی اور ابدی ہے، اگر محبتِ رسولؐ مقصودِ حیات ہے تو نعت بھی مقصودِ حیات ہے، اگر دل میں محبتِ رسولؐ کا ہونا ایمان کی شرط ہے تو نعتِ رسولؐ کا زبان پر ہونا بھی ایمان کی دلیل ہے۔ یہ وہ عمل ہے جو قرآن اور سنّت کی روشنی میں اور شریعتِ محمدیہؐ کی نگاہ میں افضل ترین ہے، متبرک ہے، اُخوّت کا حامل ہے۔ محبّت کا مظہر ہے، ایمان کی دلیل ہے، عرفان کی منزل ہے، یہ میرا جوشِ تحریر نہیں، روز روشن کی طرح قولِ مدلّل ہے، افضل اِس لئے کہ خدائے قدوس اور اُس کے نُوری ملائکہ کا عمل بن کر سُنّتِ الٰہیہ اور سُنّتِ ملائکہ ہو گیا۔ متبرک اِس لئے کہ قرآنِ کریم اس کی تفسیر ہے۔ اخوّت کا حامل اس لئے کہ اِس ذکر سے نفرت کے نشانات مٹتے ہیں، جہل کا اندھیرا چھٹتا ہے، محبت کی شعاعیں پھوٹتی ہیں، مظہر محبت اس لئے کہ محبُوبِ خدا کی تعریف ہے، ایمان کی دلیل اِس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی محبت اپنے مال و متاع، اولاد اور اپنی جان سے زیادہ کرنا ایمان کی شرط قرار دی گئی ہے اور عرفان کی منزل اس لئے کہ ؎

بمصطفےٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

(اقبال)

محبّت اور شاعری کے اس مضبوط رشتے کو سمجھنے کے بعد مدحتِ خواجۂ یثرب کسی تشریح کی محتاج نہیں رہتی، اس پُر آشوب دور میں اپنی رُوحانی

marfat.com

قدروں کو مسخ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جو ہماری نجات کا وسیلہ اور رضائے الٰہی کا ذریعہ ہیں، اس کتاب میں اِنہی اُمور پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

عُروج وزَوال

تاریخ اسلام کا مطالعہ کیجئے۔ ہمارے عُروج وزوال کی جو داستان ہے وہ اسی جذبۂ حبِ رسولؐ کی فراوانی یا مفقود ہو جانے کی داستان ہے، ہماری تاریخ سے ہمارے کتب خانے بھر گئے ہیں، اس تاریخ کا سارا نچوڑ عروج وزوال کے دو لفظوں میں سمایا ہوا ہے۔ جس میں آپ کو ایسی عبرتناک داستانیں بھی ملیں گی جن کا تجزیہ کرنے کے بعد صاحبانِ عقل وفہم اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ قوم دامانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ رہے تو اُس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اسی تاریخ میں ایسے روشن باب بھی ہیں جس کی ایک ایک سطر کہکشاں کی طرح جگمگا رہی ہے اور اس کہکشاں میں وہی افراد ستارے بن کر جگمگا رہے ہیں جو حُبِ رسولؐ میں سرشار ہو کر اپنی قیمتی جانیں اسلام کی عظمت وسربلندی اور ناموسِ رسالتؐ پر قربان کر رہے ہیں، جن کا اُٹھنا بیٹھنا، سونا اور جاگنا، صُلح وجنگ، ذکروفکرِ حق کے جینا مرنا سب کچھ اشارۂ چشم وابروئے محمدؐ سے وابستہ ہے۔ سیدنا صدیقِ اکبرؓ اور بلال حبشیؓ سے لے کر تحریکِ ختمِ نبوت تک جاں نثاروں اور سرفروشوں کی تعداد اتنی ہے اُن کے نام پر قربان ہو جانے والوں اور مسکراتے ہوئے دار پر جانے والوں کے اتنے نام ہیں جتنے ہماری تاریخ کی ضخیم جلدوں میں لکھے گئے الفاظ نہیں ہوں گے، اگر ہماری تاریخ کا ایک حصہ ماتم کناں ہے عظمتِ اسلام کے

marfat.com

زوال پر تو دُوسری جانب اس کا چہرہ شمس النہار کی طرح تاباں ہے قدم قدم پر فتح و نصرت کی نوبت بجا بجا کر اُس کا خلاصہ یہی ہے کہ تاریخ اسلام میں زوال کا ماتم محبتِ رسولؐ سے کنارہ کشی کا دور ہے اور اس کا چمکتا ہوا چہرۂ عشق رسولؐ سے کاسۂ قلوب کے لبریز ہونے کا زمانہ ہے۔ آپ اندازہ کیجئے کہ عشقِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مومن سے محو ہو جانے کا انجام اس قدر عبرتناک ہے۔ جس کی تاریخ گواہ ہے تو گستاخیٔ رسولؐ پر اس قوم کا بد انجام کیا ہوگا۔ جب آسمانوں سے لعنتوں کی بارشیں ہوں گی، کیا اس وقت خدائے قہار کے جلال کو روکنے والا کوئی ہوگا ——— ؟

حُبِّ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخی اہمیت

اس طویل بحث کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ قوم کو زوال کی لعنت سے بچانے، اقوامِ عالم میں اسے اُس کے جائز منصب پر بٹھانے کے لئے اِس وقت عالم اسلام کے اِتحاد کی ضرورت ہے، یہ اتحاد فرقہ پرستی کی بُنیاد پر ضرب لگانے سے لے کر عروجِ آدمِ خاکی کے خواب کو شرمندۂ تعبیر دیکھنے تک عالم اسلام کی سب سے اہم ضرورت ہے لیکن یہ اِتحاد ـــ دِلوں میں حُبِّ رسولؐ کے بغیر نا ممکن ہے۔ دِلوں میں حبِ رسولؐ کی شمع روشن کرنے کا سب سے مؤثر ذریعہ نعتِ رسولؐ ہے۔ وہ شاعری جو عشقِ رسولؐ کی داستاں کی عکاس ہے، جس کو سُن کر سامع کے دل کی یہ کیفیت ہو جائے کہ خدائے قدّوس کی رحمتِ کاملہ پر یقین، اور اُس کے محبوبؐ کی محبت سے ساغرِ دل اور مینائے خیال لبریز ہو جائیں اور وہ اسلام کی سربلندی اور عظمت کے لئے، سر کٹانے اور گھر لٹانے پر ہمہ وقت تیار ہو۔ ایسی عظمت و بزرگی والی شاعری اور برکت و رحمت والی محفلوں سے

marfat.com

بھلا کس بدنصیب کو عناد ہو سکتا ہے۔ مگر افسوس ایسے لوگ کم نہیں جو اپنے ہاتھوں سے دامانِ رحمت کو چھوڑنے میں پہل کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو عذاب سے نکالنے، اُن کے قلوب میں حُبِّ رسولؐ کی شمع روشن کرنے، تعصب اور نفرت کے خول میں مقید ان حضرات کو باہر نکالنے، محبت اور پیار کی کھُلی فضا میں سانس لینے کا موقع فراہم کیا جا رہا ہے۔ جن کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کر کے اُنھیں اس لازوال نعمت سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اس ناچیز نے کوشش کی ہے کہ ایسے لوگ محرومی سے دوچار نہ ہوں، اور اُن کے ایمان کو اس طرح تازگی ملے کہ وہ کھویا ہوا انعام دوبارہ حاصل کر سکیں میں نے جہاں تک ممکن ہو سکا ہے اس کتاب میں وہ تمام مواد اکٹھا کر دیا ہے جو علم و اَدب کی سیکڑوں کتابوں، مختلف رسائل، مقالات کی صورت میں مختلف زبانوں میں منتشر ہے۔ اس طویل جد و جہد میں ان کتابوں کا مطالعہ کیا جن کا بطورِ حوالہ ذکر آئے گا۔ بعض کے تراجم دیکھے ہیں۔ اس کی تفصیل میں اس طرح اُس لئے پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کے تمام موضوعات پر جن کتابوں کے حوالوں کو بطورِ سند پیش کیا ہے۔ اوّل تو حوالوں کی اہمیّت کیا اور کتنی ہے۔ دوئم قرآنی آیات اور احادیثِ نبویؐ کے حوالوں میں ان تمام شرائط کو پُورا کیا گیا ہے جو آیات اور احادیث کے متعیّنہ اُصولوں اور معیار پر ہونے چاہئیں۔ اس مقدمۂ کتاب میں اب جو تحریر آپ کے پیشِ نظر آنے والی ہے وہ اتنی ہی اہم ہے جتنا کہ اصل مضمون بلکہ وہ مضمون اس مقدمے کے مطالعے کے بغیر نامکمل ہے۔

کتاب کا مواد اور اُس کے مواخذ!

اصل مواد، قرآنِ حکیم کی آیاتِ مُبارکہ، احادیثِ نبوی، تفاسیر،

marfat.com

زبور، توریت، اناجیل و دیگر صحائفِ سماوی کے حوالوں پر مشتمل ہے، جن کا ماخذ محدثین، مفسرین، مؤرخین، محققین، شارحین، سوانح نگار، ائمہ کرام، اولیاء اللہ اور بزرگ اکابرینِ اسلام کے ملفوظات، مکتوبات نیز مقالات و مضامین ہیں۔

قرآنِ کریم کی آیات کے حوالے پیش کرنے میں جتنی احتیاط برتی گئی ہے، احادیثِ نبویؐ کے حوالوں میں تحقیق اور احتیاط کا یہی معیار رہا ہے۔ ان کے بعد تفاسیر جن میں سے بیشتر کے تراجم کا خود مطالعہ کیا ہے۔ چند حوالے محققین علماء کی مستند کتابوں سے لئے گئے ہیں۔ جن کے قلم کا اعتبار تاریخ اور سوانح میں مشکوک رہا ہے انھیں ترک کر دیا ہے۔

عربی لُغت

عربی لُغات پر بھی خاص توجہ دینی پڑی اور ان سے مفید کام لیا گیا۔ مقتدر علماء کرام و محققین کی نگاہِ شفقتِ علمی کا میں بے حد ممنون ہوں جنھوں نے اس کتاب پر عالمانہ نگاہ ڈال کر خامیوں کی نشاندہی کی، اس تحقیق میں اس ناچیز کو شعراء عرب وعجم کے کلام کا بیشتر وہ حصہ بھی میسر آیا جو مضمون کی توثیق میں بطورِ سند اور حوالہ کے کام آگیا۔ ان اشعار کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ مضمون میں چاشنی پیدا کی جائے۔ ذکرِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز یہی ہے کہ وہ کسی بناوٹ اور سجاوٹ کے بغیر ہی تسکینِ جاں، تسکینِ رُوح، لذّتِ سمع اور نُورِ بصر ہے۔ البتہ جا بجا اشعار کے حوالے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جن باتوں کو آپ کی خدمت میں بغرضِ مُطالعہ پیش کیا جا رہا ہے۔ ان کی جو شرح میں نے کی ہے میرے ان تخیل اور تصوّر کی تائید اُن اشعار سے بھی ہوتی ہے جو اپنے دور کے

marfat.com

ممتاز شاعر ہی نہیں صحابیٔ رسولؐ، مفسّر، مؤرخ، محدّث، فقیہہ، مجتہد العصر، صوفیاء اور مشائخ بھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جن اصحاب نے اپنی تمام زندگیاں حق کی تلاش، عظمتِ رسولؐ کے پرچم کی بلندی اور ظالم وجابر حکمراں کے آگے حق سُناکر زندگی کے عوض موت قبول کرلی مگر باطل کا ساتھ نہ دیا، اُن کے اشعار میں کوئی بات نہ خلافِ شریعت ہوسکتی ہے نہ خلافِ عقل۔

ان میں حضرتِ حسّانؓ، حضرتِ کعبؓ، امامِ اعظم ابُوحنیفہؒ، غوث الاعظمؒ، خواجہ غریب نوازؒ، بختیار کاکیؒ، نظام الدین اولیاءؒ، ابنِ عربیؒ، عطارؒ، نسائیؒ، فردوسیؒ، مولانا رومؒ، شیخ سعدیؒ، مولانا جامیؒ، ابنِ خلدونؒ، امام بوصیریؒ، بُوعلی شاہ قلندرؒ، شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ اور شاہ ولی اللہؒ ان کے علاوہ بھی مرزا غالبؔ، علامہ اقبالؒ، اور دیگر شعراء کے حقائق پر مبنی اشعار شامل کئے گئے ہیں، جہاں جہاں قرآنی آیات اور احادیثِ نبویؐ کی آیات پیش کی ہیں وہاں نفسِ مضمون سے متعلق برمحل اشعار کی تلاش کس قدر دِقّت طلب امر ہے اس کا اندازہ اہلِ قلم بخوبی لگاسکتے ہیں۔

نعتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے قرآن کریم کی آیات مہک رہی ہیں، لیکن آیات کی شرح اور تفسیر کے اُصول کیا ہیں، احادیث کی نقلِ حوالہ کے کیا ضوابط ہیں، ہمارے قارئین کو اس کا اختصار سے علم پہنچانا اِس لئے نہایت ضروری ہے کہ معترضین ہر ایک حوالہ کو اگر موضوع یعنی "گڑھی ہوئی بات" جو کذب پر مبنی ہو، کہہ دیں تو اس کتاب کے قاری کو بھی اتنا اندازہ ہوجائے کہ کذب کا الزام بذاتِ خود کذبِ عظیم ہے۔

جوامع الکلم

اِس بات سے کِس کو انکار ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم کی زبان اِتنی ارفع واعلیٰ، اِس قدر فصاحت وبلاغت

marfat.com

حامل ہے کہ جس کے ایک ایک لفظ میں مضامین کے دریا بھر دیئے گئے ہیں، پھر کیونکر آج کوئی اپنی فہم و دانائی کو تنہا سہارا بنا کر شرح و تفسیر کا حق ادا کر سکتا ہے۔ شارحِ حقیقی، صاحبِ قرآن خود تھے، حدیث ہے :۔

" حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاءؑ کے درمیان اپنی خصوصیت کا ذکر فرمایا، ان میں سے ایک یہ کہ آپؐ کو "جوامعُ الکلم" عطا فرمائے گئے کہ مختصر لفظوں میں بڑے بڑے مضمون بھر دیتے ہیں"۔

چنانچہ آیات کی تشریح و توضیح میں مستند احادیث کو مقدم رکھا ہے۔ مجھے عربی زبان پر نہ قدرت ہے نہ عبور حاصل ہے لیکن اگر ایسا ہوتا بھی تو میں وہی احتیاط کرتا جو زبان کے عبور حاصل نہ ہونے پر کر رہا ہوں اس کا سبب حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے احکامات ہیں، فاروقِ اعظمؓ فرماتے ہیں :۔

" قرآن کے لکھنے کا کام صرف قریش اور بنو ثقف کے نوجوان انجام دیں گے"۔

اس کی وجہ یہی تھی کہ بولنے کو تو ہر قبیلہ عربی بولتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے فصاحت و بلاغت کا اعزاز قریش کو ورثہ میں دیا تھا۔ دیکھئے کس درجہ احتیاط فرمائی ہے امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ نے، حضرت عثمانِ غنیؓ نے ممالکِ اسلامیہ میں بھیجنے کے لئے جو نسخے قرآنِ کریم کے تیار کرائے تو فرمایا :۔

" اِملا کرنے والا قبیلہ ہذیل کا ہو اور کتابت کرنے والا بنو ثقیف کا ہو"۔

کیونکہ ہذیل کا تلفظ تمام قبائل میں بہترین تھا اور بنو ثقیف کا خط سب سے اچھا تھا۔

واقعہ

ایک مرتبہ حضرت عثمان غنیؓ نے تینوں قریشی کاتبانِ وحی کو مخاطب کر کے

marfat.com

فرمایا تھا:۔

" جب قرآن کی کتابت کے بارے میں تمہارے اور زید بن ثابت انصاری مدنی کے درمیان اختلاف پیدا ہو تو قریش کی زبان میں لکھو، اس لئے کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے "

خلافت عثمانی میں جب صحابہ قرآن کریم مرتب کر رہے تھے تو اُن کے مابین ایک لفظ " اَلتَّابُوْت " کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ کس طرح لکھا جائے، حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ " اَلتَّابُوْۃ " لکھا جائے، قریش نے " اَلتَّابُوْت " تجویز کیا، جب یہ معاملہ حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں پیش کیا تو فرمایا " اَلتَّابُوْت " لکھیئے اس لئے کہ قرآن قریش کی زبان میں اُترا ہے۔ بحوالہ: (البرہان فی علوم القرآن۔ زرکشی) (ج ۱۔ ص ۳۷۶)

جہاں ایسے جلیل القدر صحابۂ کرام نے اس حد تک احتیاط برتی ہو میرا اپنے متعلق یہ کہنا کہ " اگر مجھے عربی زبان پر عبور بھی حاصل ہوتا تو میں وہی احتیاط کرتا جو زبان کے عبور حاصل نہ ہونے پر کر رہا ہوں " بالکل بجا ہے، یعنی مطالب قرآن کے لئے صرف اپنی دانائی اور فکر کو رہبر بنا کر منزلِ مقصود تک رسائی ناممکن ہے جب تک شارحِ حقیقی کے فیضانِ صحبت کی بدولت اسرار و رموزِ قرآنی سے واقف ہونے والے صحابۂ کبار، تابعین اور تبع تابعین کی عرق ریز محنتوں کا ثمرہ ہماری آنکھوں کے سامنے نہ ہو۔ عربی کوئی ایسی زبان بھی نہیں کہ جس پر آسانی سے عبور حاصل کیا جا سکے جس کے ایک ایک لفظ کے کئی کئی سو معنی ہوں، اعراب کے تغیر سے معنی بدل جائیں، عربی لُغات کا اندازہ اِن مختصر اعداد و شمار سے لگائیے:

عربی لُغات کی کل تعداد (۵,۰۶,۵۹,۴۰۰) پانچ کروڑ، چھ لاکھ، اُنسٹھ ہزار چار سو ہیں۔ جن میں پانچ کروڑ چھ لاکھ بیس ہزار مستعمل ہیں باقی کو ترک کر دیا گیا ہے،

marfat.com

جو مستعمل ہیں ان میں دو حرفی کلمات سات سو پچاس، تین حرفی کلمات اُنیس ہزار چھ سو پچاس، چار حرفی کلمات تین لاکھ تین ہزار چار سو ہیں، پانچ حرفی کلمات، پانچ کروڑ دو لاکھ نوّے ہزار دو سو ہیں۔ اگر ہمارے قارئین اس کی مزید تفصیل دیکھنا چاہیں اگر اس کا شوق ہو تو علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تصنیف "مزہر" کا مطالعہ فرمائیں۔

بعض الفاظ مثلاً تیر، تلوار، نیزہ، شیر، اُونٹ، بکری، سانپ، صبح و شام، آفات و مصائب اُن کی اتنی مختلف لُغات ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

لُغت میں "شہر" کے پانچ سو نام ہیں، "سانپ" کے دو سو، حمزہ اصبہانی نے مصائب و آفات کے چار سو نام لُغتِ عرب سے جمع کئے اور فرمایا:۔

اِن تکاثر اسمَاء الدواھی من الدواھی

یعنی: مصائب کے نام بہت ہونا بھی مصائب ہیں۔

(مفتی محمد شفیع) (المنجد)

اس زبان کی وسعت کا یہ عالم کہ سمندر بھی اس کے آگے چھوٹا نظر آتا ہے۔

صاحب ابنِ عباد کہتے ہیں:۔

"میں اگر اپنے مقام سے منتقل ہوؤں تو مجھے ساٹھ اُونٹ فنِ لُغت کی کتابیں منتقل کرنے کے لئے چاہئیں"۔

اندازہ کیجئے کہ ایک اُونٹ کتنا وزن اُٹھاتا ہے۔؟

معیارِ لُغت

یہ بھی ذہن نشین کرادوں کہ جس زمانے میں قرآنِ کریم نازل ہوا، اُس عہد میں عربی لُغت کا معیار جن کو سمجھا جاتا تھا ان قبائل میں، قیس، تمیم، اسد، ہزیل، پھر

marfat.com

بعض "کنانہ" اور بعض "طے" ان قبیلوں کی زبان مستند تھی اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہ قبائل اُن علاقوں میں نہیں رہتے تھے جن کی سرحدیں دُوسرے علاقوں سے ملتی ہوں، کیونکہ اس طرح زبان مخلوط ہوجانے کا خطرہ تھا اور جن قبائل کو عربی لُغت کے معیار سے نظر انداز کیا گیا اُس کا بنیادی سبب بھی یہی تھا، کہ وہ قبائل ان مقامات پر سکونت رکھتے تھے جن کی سرحدوں پر مختلف زبانیں بولی جاتی تھیں، جہاں کے لوگوں کا میل جول زبان کو متاثر کر دیتا اور غیر عربی زبان کے الفاظ کثرت سے عربی میں داخل ہوجاتے وہ قبائل یہ ہیں:

لخم، جذام یہ مصر اور قبطہ سے ملتے جلتے تھے، قضاعہ اور غسان یہ اہلِ شام سے ملا کرتے تھے (انھیں میں اکثر عراقی زبان کے ماہرین بھی تھے) تغلب اور یمن والے یُونانیوں کے پڑوسی تھے، عبد القیس اور ازد، عمان، بحرین والے فارس کے قریب تھے، اہل یمن، حبشہ اور ہندوستان والوں کے قریب تھے، اِس لئے قابلِ اعتماد نہ تھے، شہروں میں صرف بصرہ اور کوفہ کی زبان مستند تھی۔ اس کی تفصیل کے مطالعے کا شوق ہو تو نواب صدیق حسن خان کی تصنیف "البلغ فی اصول اللغہ" میں ملاحظہ کیجئے۔

یہاں یہ گذارش بھی کرتا چلوں کہ جس طرح احادیث جمع کرنے میں جتنی احتیاط برتی گئی ہے نیز اس کی تحقیق و تعیّن کے لئے جو شرائط و قواعد مرتب کئے گئے عربی لُغات کے جمع کرنے میں بھی ایسی ہی احتیاط رکھی گئی تھی۔ ہمارا فریضہ تو یہ ہونا چاہیئے کہ ہم عربی زبان کو اپنی کاروباری اغراض اور تجارتی مُراسلت کی بنیاد پر نہ سیکھیں بلکہ اسے دین کا ایک فریضہ سمجھ کر حاصل کریں، علماء کے نزدیک یہ بھی ایک فرض کفایہ ہے۔ حدیث ہے، فرمایا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

marfat.com

"عربی زبان سے تین وجوہ پر محبت کرنی چاہیئے ایک یہ کہ میں عربی ہوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) دوسرے قرآن عربی ہے، تیسرے اہلِ جنت کی زبان عربی ہے"۔

حدیث کے الفاظ یوں ہیں :۔

" احب العرب الثلاث فانّی عربیّ والقراٰن عربی ولسانِ اھل جنّۃ عربی "۔

(روایت حاکم، فی المستدرک، بیہقی، فی شعب الایمان وطبرانی فی الکبیر)

اس پر کامل اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصاحت و بلاغت میں سب سے اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، اسی لئے میں نے اس کتاب میں شارح حقیقی اور واقفِ اسرار و رموزِ آیاتِ قرآنی تحریر کیا ہے۔ نعتِ رسولؐ کے جو گراں قدر نمونے اس کتاب میں جمع کئے ہیں اُن کی تشریح میں جہاں قرآنِ کریم کی آیات اور احادیث نقل کی ہیں وہیں اشعار کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔

شاعری پر الزام

اشعار کے متعلق گذشتہ سطور میں بہت مختصر کہا گیا ہے۔ اکثر معترضین شاعری کو مذموم فعل کہہ کر اشعار کے حوالوں پر اعتراضات کرتے ہیں جس میں ان کی کم علمی اور اس سے زیادہ تنگ نظری کو دخل ہے۔ تنگ نظری کا لفظ اس لئے لکھا ہے کہ قرآن کریم کی ان آیات کو جہاں کفار و مشرکین کے قرآنِ کریم کی آیات کے متعلق شاعرانہ تخیل کی تردید میں نازل ہوئی ہیں ہر جگہ چسپاں کرتے ہیں اور اکثر نعت پڑھنے والوں پر بھی اس کا اطلاق ہو جاتا ہے اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ قارئین کو اس سلسلے میں بھی معلومات بہم پہنچائی جائیں قبل اس کے

marfat.com

کہ ہم اپنی رائے اور حاصل شدہ معلومات سے آپ کو روشناس کرائیں معترضین کے جواز اور دلائل کو جسے وہ پیش کرتے ہیں (متن کا نصف پیش کرکے نصف سے آنکھیں چرا جانے میں فنّی مہارت حاصل ہے) ہم اس کی مثال دیتے چلیں۔

جہاں دل سوز و گداز سے خالی ہو جاتے ہیں وہاں قدم قدم پر شکوک و شبہات جنم لیا کرتے ہیں اسی لئے اقبالؒ نے ایسے حضرات سے فرمایا ؎

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں

(اقبالؒ)

قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے :۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ط

(سورۃ الحاقۃ، آیت ۴۰/۴۱)

ترجمہ: "بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسولؐ سے باتیں ہیں"۔
اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں"۔

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ط

(سُورۃ الشعراء) (۲۲۴)

ترجمہ: "اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتی ہے"۔

اب ان آیات کی شانِ نزول ملاحظہ کیجئے۔ سُورۃ الحاقۃ نازل ہوئی کفّار کے لئے۔ جب کفّار آیاتِ قرآنی کو شعر کہتے تھے، قرآن کہہ رہا ہے کہ شعر تو انسان بناتا ہے یہ شعر اس لئے نہیں کہ اسے کسی انسان نے نہیں بنایا۔ بلکہ یہ اللہ کی اپنے محبُوب سے گفتگو ہے جو کسی شاعر کی نہیں، اس آیت سے یہ بات کہیں ظاہر نہیں ہوتی کہ شاعری کی قرآنِ کریم میں ممانعت آئی ہو، خواہ شاعر

marfat.com

اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ہی ذکر کیوں نہ کرتا ہو۔ سورۃ الشعراء میں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ ط

"اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں"۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ لا ہ

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر نالہ میں سرگرداں پھرتے ہیں"۔

وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ ہ

"اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے"۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ط

"مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے ان پر ظلم ہوا"۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ہ

اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم ، کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے

یہ ہے مکمل متن۔ اب اس متن کو پورا پیش نہ کرکے صرف ایک ٹکڑا "وَالشعراء یتبعھم الغاون" کسی پر بھی چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ خواہ وہ مداحِ رسولؐ ہی کیوں نہ ہو۔ اس مندرجہ بالا آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ یہ بھی کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے جو حضورِ اکرم کی شان میں ہجو کہا کرتے تھے۔ اور دعویٰ کرتے تھے کہ جیسا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں ویسا ہم بھی کہہ سکتے ہیں اور کہہ لیتے ہیں۔ ان کفّار کی تقلید میں دُوسرے کفار ان اشعار کو سُن کر قرآنی آیت کے مقابل جگہ جگہ سُنایا کرتے چنانچہ ایسے ہی لوگوں

marfat.com

کی ان آیات میں مذمت کی گئی ہے اور کفار کو سخت تنبیہ کے بعد ہی مُسلمان شعراء کے استثنار کا ذکر ہے جو اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بیان کرتے اور خدا کی بزرگی بیان کرتے ہیں۔ دشمنانِ اسلام کا جواب دیتے ہیں یعنی ایسے شاعر اجر د ثواب کے مستحق ہیں۔ ارشاد ہے :۔

" جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے (صحابۂ کرام) جنھوں نے بکثرت یاد کیا اپنے خالق کو اور کفّار مکّہ سے بدلہ لیا"۔ اس ہجو کا جواب دینے پر کفّار نے اُن پر (صحابۂ کرام پر) ظلم کیا اور اب وہی کفّار جاننا چاہتے ہیں کہ اس کئے پر اُن کا حشر کیسا ہوگا۔ یہ تھا شیوۂ اعتراض اُن کا جن کی نگاہ میں نعت خوانی راگ رنگ ہے، بھجن ہے، اور نہ جانے کیا کیا ہے ۔

یہاں اس حوالے کے بعد اپنی رائے پیش کرنے سے قبل میں بھی چند مختصر حوالے پیش کر رہا ہوں :۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

" بعض شعر حکمت ہوتے ہیں"۔ (بخاری)

حضرتِ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں :۔

" شعر کلام ہے، بعض اچھا ہوتا ہے بعض بُرا ، اچھے کو لو، بُرے کو چھوڑ دو"۔

(ترمذی شریف) اس کے راوی حضرتِ جعفر بن ثمرہ ہیں۔

شعبی کہتے ہیں :۔

" حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ شعر کہتے تھے، حضرت علیؑ ان سب سے زیادہ شعر فرمانے والے تھے"۔

ممکن ہے کوئی معترض اعتراض کا نیا انداز اختیار کرے اور کہے کہ اشعار تو صحابہؓ نے بھی کہے ہیں لیکن قرآنِ کریم کی آیات اور احادیث کی تشریح میں اشعار کا سہارا لینا

marfat.com

جائز نہیں (جیسا کہ میری اس کتاب میں ہے) ہم اس شبہہ کا بھی ازالہ کر دیتے ہیں۔ آیئے دیکھیں کیا عربی زبان میں اشعار بطور سند پیش کرنے کے لئے صحابہ کرامؓ اور مفسرین کے نزدیک بھی کوئی خیال پایا جاتا ہے۔ اگر پایا جاتا ہے تو کس معیار پر...؟

مفسر القرآن حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

"جب تمہیں قرآن کے کسی لفظ میں اشکال پیش آئیں تو اشعارِ عرب میں اس کو تلاش کرو کیونکہ عربی زبان کی تعبیر اور اُس کے معنیٰ کی تعین کے لئے اشعارِ عرب ہی معیار ہیں"۔

عز الدین عبد السلامؒ فرماتے ہیں:۔

"ناقلِ لُغت کا حدیث کی طرح نقل لُغت میں قابلِ اعتماد ہونا ضروری ہے مگر اتنا فرق ہے کہ نقل حدیث میں فاسق و کافر کی روایت معتبر نہیں اور نقلِ لُغت میں جاہلیت عرب سے استدلال جائز ہے۔ بلکہ وہی لُغت عرب کے لئے اصلِ اصول ہے۔ اگرچہ وہ مسلمان نہ تھے"۔

ان دو مثالوں پر ہم اکتفا کرتے ہیں جن سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے۔ کہ مطالب شرح کے لئے عربی کے اشعار کو بطور سند پیش کرنا عین اہلِ لُغت کے ارشاد کے مطابق ہے۔

خطیب بغدادی نے ابنِ حکم سے نقل کیا کہ "عربی ادب کے ماہرین، عُلمار کے ائمہ، حضرت امام شافعیؒ کے پاس آتے اور اشعارِ عرب اُن سے پڑھتے تھے، حضرت امام شافعیؒ کو قبیلۂ ہذیل کے (جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے) دس ہزار اشعار زبان یاد تھے، جن کو نقل کر کے اُن کے اعراب و لُغات اور معانی کی تشریح فرمایا کرتے تھے"۔

شعری حوالوں کی اس بحث کو ہم اِسی جگہ ختم کرتے ہوئے عرض کریں گے کہ جو لوگ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف انداز میں معترض ہوتے ہیں اور جس طرح لوگوں کے

marfat.com

دلوں میں شکوک و شبہات پھیلاتے ہیں اس میں شعری حوالہ پر تنقید کا پہلو بھی تھا۔ اس ناچیز نے ان شبہات کا ازالہ ضروری سمجھا تھا، جنھیں دُور کر دیا گیا ہے۔

قرآنی آیات، احادیث اور شعری حوالوں پر سیر حاصل تبصرہ کے بعد صرف مفسرین کی آرار اور تفسیر کے حوالے کی بات رہ جاتی ہے، میری کوشش یہ ہے کہ اِس کتاب کے مطالعے کے دوران قاری کا ذہن کسی توجیہہ و تشریح سے کسی طور بھی نہ اُلجھے اس لئے تفسیر پر بھی مختصراً عرض کرتا چلوں۔ پہلے چند اقوالِ زرّیں تفسیر قرآن کی بابت پیش کرتا ہوں:۔

فرمایا سیدنا صدیق اکبرؓ نے:۔ "مجھے حفظ سے تفسیر محبوب تر ہے"۔

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں۔ "جو قرآن پڑھے اور اُس کی تفسیر نہ جانے وہ گنوار ہے"۔

سیدنا عمر فاروقؓ فرماتے ہیں۔ "جو قرآن پڑھے اور اس کے معنی کہے تو اجرِ عظیم پائے گا"۔

اور حضرت ابنِ مسعودؓ کی یہ تمنا مشہور ہے۔ "اگر مجھے کوئی زیادہ ماہر علومِ قرآن کا پتہ ملتا تو میں سفر کرتا اور سیکھتا"۔

یہ تو وہ ذرّیں اقوال ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم کو پڑھنے سے زیادہ افضل اُس کی تفسیر ہے اور آیاتِ قرآنی سے جہاں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ اِن پیش کردہ آیات میں نبیِؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے علمِ تفسیر کی اشد ضرورت ہے۔

اُصولِ علمِ تفسیر

تفسیر:۔ تفسیر، فسر سے ہے جس کے معنی ہیں کشف و ظہور و ضیار و نُور، اصطلاح میں آیاتِ قرآنی کا قطعی بیان ہے۔ علمار اسلام نے لفظ و عبارت سے معنی اور مُراد حاصل کرنے کے لئے چار طریقے اختیار کئے ہیں۔ ان طریقوں سے مُراد یہ ہے کہ

marfat.com

اس بات کا یقین ہو سکے کہ کلام کی مُراد یہی ہے جو اخذ کی گئی ہے۔ اس کتاب میں چونکہ ایسی آیات کے حوالے آئیں گے جن سے نعتِ رسولؐ کا اظہار ہوگا اس لئے اس اعتراض کے پیشِ نظر کہ مصنف نے کیسے آیاتِ قرآنی کو نعتِ رسولؐ بتایا تفسیر کے بنیادی اُصول کا ذکر بھی لازمی ہو گیا۔

چار طریقے :۔ عبارت النص، اشارۃ النص، دلالت النص، اقتضا النص،

ان چاروں پر ہم یہاں سیر حاصل تبصرہ طوالت کے خوف سے نہیں کر سکتے یہ خالص علمی موضوع ہے۔ البتہ ایک مثال دیکر اپنی اس بات کو ختم کرتے ہیں۔

۱۔ متکلم جو کلام کرتا ہے اُس کے کلام سے اُس کا ایک مقصود ضرور ہوتا ہے۔ اور وہ مقصُود دُوسرے ان تمام مقاصد سے جو اسی کلام سے پیدا ہوں (ایک کلام سے ایک سے زائد مقصود ہوتے اور ہو سکتے ہیں) وہ مقصودِ اوّل قوی اور مقدم ہوتا ہے اسے عبارت النص کہتے ہیں۔

۲۔ اگر اس کے کلام میں کلمات، اپنے لُغوی معنی یا اِشارہ سے ایک اور امر بھی بتائیں مگر وہ امر اس مقصُود اوّل کے خلاف نہ ہو جس کا ذکر کیا جا چکا ہے عبارت النص میں تو اسے اشارۃ النص کہتے ہیں۔

۳۔ اگر مُراد ترجمۂ لُغوی سے سمجھے جائیں مگر اس طرح نہیں کہ وہ عین ترجمۂ لُغوی ہو بلکہ ترجمہ سے بطریقِ اولیٰ مفہوم ہو سکے تو اُسے دلالت النص کہتے ہیں۔

۴۔ اور اگر ایسی بات کہی جائے جس کا صحیح ہونا عقلاً و یا شرعاً ایک اور بھی امر کے مان لینے پر موقوف ہو تو اس کو اقتضاء النص کہتے ہیں۔

اب اس قاعدے کو ایک مثال سے اچھی طرح سمجھ لیجئے :۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبریلِ امینؑ کے ساتھ ساتھ وحی کو پڑھتے جاتے کہ فراموش نہ ہو جائے۔ ارشادِ باری ہوا :۔ "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ"

marfat.com

ترجمہ:۔ "زبان نہ ہلاؤ کہ اسے جلد یاد ہو جائے"۔

۱۔ عبارت النص: معلوم ہوا کہ قرآن بغور سنئے اور سمجھئے (مقصودِ اوّل)

۲۔ اشارۃ النص: سکوت کا حکم ہے جو لازم ہے عدم حرکتِ زبان کو، (مقصودِ ثانی جو مقصودِ اوّل سے مخالف نہیں)

۳۔ دلالت النص: دُوسرے تمام مشاغل یا بے التفاتی کی ممانعت اس لئے کہ جب فہمِ خطاب کی غرض سے قرأت ممنوع کر دی گئی تو دیگر مشاغل بھی مضر و مخل ہونے کے سبب ممنوع قرار پا گئے۔

۴۔ اقتضاء النص: حفظِ وحی یعنی سمجھنے اور یاد رکھنے والی بات کا تحفظ تکرارِ زبانی پر موقوف نہیں بلکہ غور و فکر لازم ہے۔ یہ ایسی بات ہے جو عقلاً و شرعاً درست ہے۔

تفسیر کے بے شمار درجات و قواعد ہیں۔ قارئین کے لئے اختصار کے پیشِ نظر جو ضروری سمجھا گیا وہ پیش کر دیا گیا۔ جن آیاتِ قرآنی کو بطور نعت پیش کیا ہے اُس کی تفسیر میں نہایت احتیاط برتی گئی ہے اور ان مفسرین کے حوالے تراجم و تفاسیر آیات و احادیث میں پیش کئے ہیں جو مستند اور ممتاز ہونے کے علاوہ بعض وہ بھی ہیں جنہوں نے تفسیر کے اُصول مرتب فرمائے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی میں اپنے قارئین کو ایک نظر میں طبقۂ مفسرین سے متعارف کراتا چلوں، جس سے اس بات کا اندازہ ہو جائے گا کہ ان مفسرین کا کیا مقام ہے اور کیسی خدماتِ جلیلہ ہیں۔

طبقاتِ مفسرین

طبقۂ اولیٰ میں دس جلیل القدر صحابیؓ ہیں جو مشہور ہیں۔
حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ

marfat.com

حضرت ابنِ عباسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابی کعبؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، اِن دس صحابیوں میں بھی تین صحابہؓ سے بہت زیادہ روایتیں منسوب ہیں۔

حضرت علیؓ، حضرت ابنِ عباسؓ، اور حضرت ابنِ مسعودؓ،

تابعین میں کچھ نام تبرکاً :۔

حضرت مجاہد، عطار بن ابی رباح، عطا بن ابی سلمہ، عکرمہ، سعید بن جبیر طاؤس، زید بن اسلم، عبداللہ بن زید، مالک بن انس، ضحاک، مقاتل، حسن بصریؒ، محمد بن کعب، ابوعالیہ، قتادہ، مرہ ہمدانی، ابومالک، عتبہ عوفی، ربیع بن انس وغیرہم،

تبع تابعین :۔ جنھوں نے کلامِ صحابہؓ اور تابعین کو جمع کیا۔

سفیان بن عینیہ، وکیع بن الجراح، شعبہ بن الحجاج، یزید بن ہارون، عبدالرزاق، آدم بن ابی ایاس، اسحاق راہویہ، رُوح بن عبادہ، ابی بکر بن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، حاکم، ابنِ مردویہ، ابوالشیخ، ابنِ حبان، ابن المندر، اور ابن ابی جعفر جریر طبری المدنی،

طبری کا تاریخ میں کتنا بلند مقام ہے۔ حضرت جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں :۔

" اگر تو کہے کہ کون سی تفسیر قابلِ رجوع ہے؟ تو میں کہوں گا تفسیر امام ابوجعفر طبری کی" عُلماء متفق ہیں کہ اس کے مثل تفسیر نہیں ہوئی۔ نووی بھی اپنی " التہذیب" میں کہتا ہے کہ تفسیر ابن جریر کا مثل نہیں ہوا، ان کے علاوہ اور بھی طبقات ہیں جن کا ذکر یہاں مناسب نہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا واقعہ

مفسرین اور محدثین کی سیرت اور بلندئ کردار پر بھی چند سطور پیش کرنا اس لئے

marfat.com

ضروری ہے کہ اس کتاب کے حوالوں پر کسی طرح کی بھی شک اور شبہہ پیدا کرنے کی کوشش ہمارے قارئین کو گمراہ نہ کر سکے۔ جن صحابہؓ نے یہ خزینۂ نعمت و رحمت ہماری اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ فرمایا ہے ان کی کوشش اور اُن کی احتیاط کا عالم کیا تھا اس کا اندازہ اِن دو واقعات سے ہو سکتا ہے۔ واقعات سے تو تاریخ کے اوراق پُر ہیں۔ ہم یہاں دو ہی واقعات پیش کر رہے ہیں۔

جاں نثارِ مصطفےٰؐ، یارِ غار غزوہ حضرت سیدنا صدیقِ اکبرؓ کا دورِ خلافت ہے' امیر المومنین جلوہ افروز ہیں ایک ضعیف عورت دربارِ خلافت میں حاضر ہو کر اپنے پوتے کا ورثہ دریافت کرتی ہے۔ متانت و سنجیدگی کے پیکر خلیفۂ اوّل کے لبوں کو جنبش ہوتی ہے: "

" میں دادی کا حصّہ قرآن میں نہیں پاتا — اور — نہ مجھے اس بات کا علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کا کچھ حصّہ مقرر فرمایا ہو۔"

امیر المومنین کا یہ جواب سُن کر بوڑھی عورت خاموش ہو جاتی ہے۔ اُس کی یہ خاموشی اُس کی مایوسی کو چھپا نہیں سکی، ایک لمحہ کا سکوت، امیر المومنین بوڑھی عورت کی بے چینی سے واقف ہیں، ایک مرتبہ صحابہؓ کی طرف نظر جاتی ہے کہ شاید کسی نے دادی کے حصّۂ وراثت پر کوئی حدیث سُنی ہو، ایک گوشہ سے ایک جلیل القدر صحابیؓ اُٹھتے ہیں، خلیفۂ اوّل کی نگاہ اُن پر سوال بن کر ٹھہر جاتی ہے، یہ مشہور صحابی مغیرہؓ ہیں، عرض کرتے ہیں:

" یا امیر المومنین! مجھے معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دادی کا چھٹا حصّہ دیا کرتے تھے۔" سب سے پہلے رسالت کی تصدیق کرنے والا، صدیقؓ کا لقب پانے والا' جس کی شان میں وحیِ الٰہی کا نزول ہوا، حضرت مغیرہؓ کی بات کا یقین بھی ہے لیکن صداقت کی دُور اندیش نگاہ سوچ رہی ہے کہ تاریخ اسے تنہا کسی ایک کا فیصلہ قرار

marfat.com

نہ دے، اور اس خیال کے پیش نظر بھی کہ احادیث کی چھان بین کا سلسلہ موقوف نہ ہو جائے خلیفۂ اوّل کی نگاہ صحابۂ کرامؓ کے حلقہ میں گردش کرتی ہے اور آواز آتی ہے۔ "کوئی اور بھی ہے جس نے ایسا سنا ہو"۔ دوسرے گوشہ سے حضرت محمد بن مسلمہؓ اٹھ کر سامنے آتے ہیں اور حضرت مغیرہؓ کی تصدیق فرماتے ہیں۔ اس تحقیقِ مزید کے بعد اُس ضعیفہ کو اُس کے پوتے کی وراثت میں چھٹے حصّہ کا حقدار ہونے کی خوش خبری سنادی جاتی ہے۔

حضرتِ عمر فاروقؓ کا واقعہ

اب دورِ خلافت ہے سیدنا عمرؓ ابنِ خطاب کا۔ جن کے لئے فرمایا گیا کہ عمرؓ جس راستے سے گزر جائے وہاں سے شیطان فرار ہو جاتا ہے، جس کے اسم مبارک میں اس قدر جلال کہ کفارِ مکہ خواب سے، عمر، عمر، کا نام لے کر خوف سے بیدار ہو جاتے ہیں۔ جلالِ فاروقی، دربارِ خلافت، میزانِ عدل، انصاف ایسا کہ اپنا فرزند ہونا بھی عدل کے مانع نہ ہوسکا، فیصلہ اتنی جلد کہ رسولؐ کا قول اور فیصلہ نہ ماننے والے کا اُسی وقت اپنے ہاتھ سے سر تن سے جُدا، وہ صاحبِ عظمت و جلال کہ جن کی شمشیر گستاخانِ رسولؐ کے لئے ہمیشہ بے نیام رہی، دورِ خلافت ہے، ایک بزرگ، معمر صحابیٔ رسولؐ جنھیں زمانہ ابُوموسیٰ عشریؓ کے نام سے جانتا ہے سلام پیش کرتے ہیں، امیر المومنین کی جانب سے خاموشی ہے، پھر سلام پیش ہوتا ہے، پھر گہرا سکوت ہے، خاموشی طاری ہے، تیسری مرتبہ خاموشی پا کر ابُوموسیٰ عشریؓ تشریف لے جاتے ہیں۔ خاموشی کا عالم ختم ہوتا ہے تو فاروقِ اعظمؓ حضرتِ ابُوموسیٰ عشریؓ کو طلب فرماتے ہیں۔ اور اس طرح دریافت فرماتے ہیں:

"لوٹ جانے کی وجہ کیا ہوئی"۔

marfat.com

بزرگ اور معمر صحابیٔ رسولؐ جواب میں کہتے ہیں :۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے امیرالمومنین، کہ "جو شخص تین مرتبہ کہے اور صاحبِ خانہ سے جواب نہ ملے تو وہ خواہ مخواہ اندر جانے پر مُصر نہ ہو، بلکہ واپس لوٹ جائے"۔ فاروقِ اعظمؓ کا چہرہ تمتما اُٹھتا ہے، ایک جلال کی سی کیفیت طاری ہوتی ہے، حضرت ابُوموسیٰ عشریؓ کو مخاطب کرتے اور فرماتے ہیں :

" موسیٰ ! اس حدیث کی صحت پر گواہ پیش کرو، ورنہ میں تمہاری خبر لوں گا"۔

امیرالمومنین کا اس انداز میں مخاطب ہونا حضرت ابُوموسیٰ عشریؓ کو خوفزدہ کر دیتا ہے، چہرے سے ہوائیاں اُڑ رہی ہیں، اسی حال میں واپس جاتے ہیں۔ صحابۂ کرامؓ اس معمر اور بزرگ صحابیؓ کو دربارِ خلافت سے اس حال میں دیکھتے ہیں، ماجرا دریافت کرتے ہیں، آپ پر جو گزری کہہ سُناتے ہیں، صحابہؓ اس بات کو سُن کر اس حدیث کی تصدیق فرماتے ہیں، چنانچہ ایک صحابیؓ حضرت ابُوموسیٰ عشریؓ کے ہمراہ فاروقِ اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر اس حدیث کی صحت پر گواہی دیتے ہیں۔ پیکرِ جلال، میزانِ عدل کے چہرے پر تبسم آتا ہے، فرماتے ہیں :۔

" اے موسیٰ ! میں نے سختی اس لئے کی کہ لوگ بے سروپا باتیں حضورؐ سے منسوب نہ کر دیں"۔ (سنتِ خیرالانام)

صرف یہ دو واقعات ہی نہیں ایسے ایسے بے شمار واقعات سے تاریخ کا دامن بھرا ہوا ہے۔ بتانا صرف یہ مقصود تھا کہ احادیث کی نقل میں کس درجہ احتیاط صحابۂ کرامؓ نے فرمائی ہے، یہ امانت مُسلمانوں کے سینوں میں بصد احتیاط کیونکر محفوظ رہی، اس کی ایک وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں عشقِ رسولؐ کی موجیں طوفان بپا کرتی رہتی تھیں۔ اُن کے سینے آفتابِ عشقِ رسالت کی روشنی سے منور تھے، وہ رسُولِ اکرمؐ پر اپنی جان پروانہ کی مثل نچھاور کرنا مقصود

marfat.com

حیات اور اس عمل کو حاصلِ زندگی سمجھتے تھے، اس درجہ بے پناہ محبت کی وجہ سے حضورؐ کا فرمان ان صحابہؓ کی زندگی بن گیا تھا، وہ جو کچھ بھی سنتے اُسے آجکل کے نام نہاد مجتہد کی طرح اپنی تحریروں اور خطابات کو زینت بخشنے کے لئے نہیں یاد کرتے تھے بلکہ خود اُن ارشادات کے سانچوں میں ڈھل جاتے تھے، جن ارشادات کو متاعِ حیات بنا لیا جائے وہ اُن کی خلوتوں کا سوز و گداز بن جائے اُن کا ہر ہر قدم عین فرمانِ نبویؐ کے مطابق ہو وہ بھلا احادیث کو فراموش کر سکتے ہیں، اگر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتا تو باوجود احتیاط کے آج ہمیں بھی احادیث پر وہی رائے قائم کرنی پڑتی جو پچھلے صحیفوں کی گمشدگی اور تباہی کے بعد قائم کی گئی۔ احادیث کی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کے سچے عاشقوں اور جاں نثاروں سے کرائی ہے، سرفروشی اور جاں نثاری عشق سے محرومی کے بعد ہرگز ممکن نہیں جب سے تحریر و تقریر اور سرفروشی و جاں نثاری کے توازن میں فرق آیا ہے اور تحریر و تقریر کا پلّہ بھاری ہو کر جاں نثاری کا پلّہ ہوا میں معلّق ہو گیا ہے، مسلمان بھی بے پایہ ہو گیا ہے، علم و فضل کے جھنڈے گاڑنا اور ہے، اور فتح و نصرت کے پرچم لہرانا اور ہے ؎

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلّا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

(علامہ اقبالؒ)

ذرا ان محدّثین پر ایک نگاہ ڈالئے جو عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صف میں کھڑے ہوئے ہیں، مدینہ، دیارِ رسولؐ ہے یہاں حضرت سعید بن مسیبؓ، عروہ بن زبیر قریشیؓ، سالم بن عبداللہؓ ہیں۔ ادھر کوفہ میں علقمہ بن قیسؓ، مسروق بن الاجداعؓ، ابو عمرو النخعیؓ ہیں، اُدھر بصرہ میں ابو العالیہ الریاحیؓ، ابو عثمان

marfat.com

النہدیؓ، ابو رجاءؒ، شام کی سرزمین پر عبدالرحمٰن بن غنمؒ، کثیر بن مرۃؒ، اور جبیر بن نفیرؒ، یہ تمام لوگ بلندئ کردار، زہد و تقویٰ، اطاعت و ریاضت اور پاکیزگئ اخلاق میں بے مثال تھے، ان کا نصب العین جب اتنا بلند ہو" وہ چیز" کیسے ضائع ہو سکتی ہے جس کے یہ امین کہلاتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز، ابوبکر بن مسلم الزہری، امام اوزاعی، معمر بن راشد، سفیان الثوری، حماد بن مسلمہ، امام مالک بن انس، عبداللہ بن مبارک اور اُن کے فوراً بعد حضرت امام احمد بن حنبل، امام محمد بن اسماعیل بخاری، امام مسلم بن حجاج، ایک فوجِ بے پناہ ہے جس میں عاشقانِ گیسوئے رسولؐ و طالبانِ دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حق و صداقت کے لئے زہر کو شربت بنا کر پی جانے والے، قید و بند میں زندگی گزار دینے والے جابر حکمراں کے کوڑے برہنہ پشت پر "شُکرِ ربی" کہہ کر کھانے والے سبھی شامل ہیں۔ اور پھر اُن میں سے ہر ایک، اپنے پیش رو کے علم و فضل، تحقیق و جستجو کے کمال پر صداقت و دیانت کی تصدیق فرما رہا ہے۔ اب بھی ان بزرگوں کی مستند احادیث پر شکوک و شبہات پیدا کرنے والے کون ہو سکتے ہیں اس کا فیصلہ کرنا میں نہیں سمجھتا کہ اس کتاب کے قاری کے لئے مشکل ہو گا۔

احادیث اور ان کے اصول و ضوابط اتنے ہیں کہ جس کی بحث طویل بھی ہے اور ہمارا مقصود بھی نہیں البتہ، اتنا ضرور عرض کروں گا کہ مستند اور غیر مستند کی بحث میں پڑنے کی بجائے، آپ ان بزرگوں کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ فرمائیں کہ تلاشِ کلمۂ حق اور اس کی حفاظت میں اس گروہ پر کیا بیتی۔ آپ کو کسی نتیجے پر پہنچنے میں ذرا تاخیر نہ ہو گی، میں ان طالبانِ حق، رہروانِ منزلِ عشق اور پرستارانِ رسالتؐ کے اس عظیم گروہ سے صرف ایک ہستی کے اختصار سے حالات پیش کرتا ہوں۔

امام بُخاریؒ

نام ہے ابُوعبداللہ محمد بن اسماعیل، اور شہرت ہے امام بُخاریؒ، ۱۹۴ھ ۱۳ شوال کو بعد نماز جمعہ ولادت ہوئی، اللہ کے بندوں کو سال، مہینہ، دن اور لمحہ سب نیک میسر آتے ہیں، بُخارا وطن ہے، کُنیت ابُوعبداللہ ہے، حسب نسب اس طرح ہے، محمد بن اِسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (مغیرہ اِسلام لا چکے تھے) بن بروزبہ (یہ فارسی تھے) بچپن کچھ اس شان کا ہے، آنکھیں جاتی رہیں، والدہ پریشان ہیں کہ خواب میں حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کو دیکھا، فرمایا :- "اے نیک بخت! خدا نے تیرے بیٹے کی آنکھیں پھیر دیں تیری دُعا کی وجہ سے"۔ صبح امام بیدار ہوئے تو آنکھیں روشن تھیں، اسحاق بن راہویہ کی فرمائش اور ایک خواب، یہ دو سبب ہیں۔ بخاری شریف کی تصنیف کے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے، دیکھا کہ امام سامنے کھڑے ہو کر اپنے آقا پر پنکھا جھل رہا ہے، تعبیر بتانے والوں سے پُوچھا تو بتایا گیا کہ "تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے جھُوٹ کو اُڑا دوگے"۔ یہ خواب امام نے محمد بن سلیمان بن فارس کو سُنایا تھا۔

دس برس کی عمر میں قوتِ حافظہ کے کمالات ظاہر ہوئے، بارہ سال کی عُمر میں مشہور محدّث "داخلی" کی غلطیاں نکالیں، سولہ سال کی عمر میں ابنِ مبارک اور وکیع کی کتابیں حفظ تھیں، اٹھارہ سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ مُبارک کے قریب چاندنی راتوں میں بیٹھ کر تاریخ تصنیف کی، بصرہ میں سولہ دن قیام کے دوران جو کچھ مشائخ سے سُنا وہ کئی ہزار حدیثیں تھیں جسے امام نے نقل نہ فرمایا صرف سماعت کی، ایک ساتھی حاشہ نے کہا۔ تم نے اپنا وقت ضائع کیا۔ آپ نے فرمایا جو لکھا ہے تم نے، وہ لے آؤ اور مجھ سے سُن لو"۔ یہ فرما کر سولہ دن کی سماعت کردہ کئی ہزار

marfat.com

زبانی سنا دیں۔ امام نے بخاری شریف کو حرم شریف میں بیٹھ کر تحریر فرمایا۔ تازہ غسل فرماتے، دو رکعت نفل پڑھتے اور پھر حدیث نقل فرماتے، آپ کے فضائل بیان سے باہر ہیں۔ ہفتہ عید الفطر ۲۵۶ھ میں وصال ہوا۔ ایسے سچے عاشق رسولؐ کہ آپ نے بھی اس دُنیا میں صرف ۶۲ سال ہی گزارے۔

عبدالواحد بن آدم طوادیسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ سرکارؐ صحابہؓ کی جماعت کے ساتھ ہیں، فرمایا: "محمد بن اسماعیل کا انتظار کر رہا ہوں"۔ یہ تھے وہ لوگ جنھوں نے عشقِ رسولؐ کی دولت پائی ؎

متاعِ عشقِ محمدؐ مذاقِ عام نہیں
عطائے رب ہے یہ لیکن کسی کسی کے لئے (ادیب)

ایسے ہی لوگوں نے آنے والی نسلوں تک دین کا سرمایہ، ایمان کا خزانہ، بحفاظت پہنچانے کے لئے زندگیاں وقف کر دیں۔ اگر آپ اپنے ائمہ و فقہا و محدثین کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کریں تو اُن کے علم، اُن کی ذہانت اور اُن کی دیانت و صداقت پر شکوک و شبہات کے پُر فریب تانے بانے باندھنے والوں کی قلعی خود بخود کھل جائے گی۔

رسم الخط کے رموز

ان کلمات سے علمی مباحث کے دروازے کھل جاتے ہیں، میں اس کتاب کے مقدمہ کو مناظرہ کی صورت نہیں چاہتا لیکن پچھلی سطور کے حوالے سے پھر دُہراؤنگا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس قرآنِ کریم کی آیات کی تشریح و توضیح کے لئے، شارحِ حقیقی اور واقفِ اسرار و رموزِ کلماتِ ربّی ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ آیات کے معنی و مطالب ہی میں اسرار و رموز تھے بلکہ اُس اُمّی لقبی نے رسم الخط میں

marfat.com

بھی جس قدر اسرار و رموز تھے اُن سے صحابۂ کرامؓ کو آگاہی بخشی. لیکن آپؐ کے بعد سے آج تک تمام مفسرین و شارحین اور علماءِ فکر و دانش خاموش ہیں کہ قرآن کریم میں بعض الفاظ کسی مقام پر ایک طرح ہیں بعض مقام پر دوسری طرح، آخر کیوں ؟ بعض علماء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قول منسوب کیا ہے کہ حضورؐ نے کاتبِ وحی حضرت معاویہؓ سے فرمایا : " دوات میں سیاہی اچھی طرح گھول لیں، قلم ٹھیک طرح پکڑیں، بار کو سیدھا لکھیں، سین کے دندانوں میں فرق کریں، میم کو خراب نہ کریں۔ لفظ اللہ کو خوبصورت طریقے سے لکھیں، الرحمٰن کو مد کے ساتھ لکھیں، الرّحیم کو خوبصورت لکھیں، قلم اپنے بائیں کان پر رکھیں، اس سے بات تمہیں یاد رہے گی "۔

(مناہل العرفان ۔ زرقانی، ج ۔ ا صفحہ ۳)

اندازہ کیجئے ، آیاتِ قرآنی کی تشریح و توضیح میں رموز و اسرار کی نقاب کشائی کجا، یہاں تو آیات کو تحریر کرنے میں جو اسرار پوشیدہ ہیں صاحبِ قرآن، اہلِ زبان کو اُس کا سبق دے رہے ہیں، یہ محض خیال ہی نہیں، ابنِ مبارک نے اس نظریہ کی پُرزور تائید کی ہے چنانچہ وہ اپنی وہ کتاب " الابریز " میں اپنے اُستادِ گرامی عبدالعزیز دباغ سے نقل کرتے ہیں :۔

" صحابۂ کرامؓ یا کسی اور کا قرآنی رسم الخط میں کوئی دخل نہیں بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایسا کیا گیا تھا، آپؐ نے فرمایا تھا کہ (صراحتاً) فلاں جگہ الف لکھا جائے اور فلاں جگہ نہ لکھا جائے، عقلِ انسانی اس کا ستر معلوم کرنے سے قاصر ہے یہ ایک ایسا راز ہے جو صرف قرآن کا خاصّہ ہے اور دیگر کتبِ مقدسہ میں نہیں پایا جاتا ۔ جس طرح قرآن کریم کے الفاظ مبنی بر اعجاز ہیں ، اسی طرح اس کا رسم الخط بھی اعجاز سے خالی نہیں "۔

(الابریز ۔ ابن مبارک)

marfat.com

سورۂ الحج میں "سعواً" آخر میں دیکھئے الف ہے۔ جب لفظ سورۂ سبا میں وارد ہوا تو الف نہیں ہے۔ "عتواً" جہاں بھی لکھا گیا الف ہے مگر سورۂ فرقان میں اس لفظ کے آخر میں الف نہیں ہے۔ صرف دو مثالیں دے رہا ہوں ایسے بشمار الفاظ ہیں اَلسَّمٰوٰت، المیعاد، سراجاً، قرءٰنا، آمنوا، یعفوا، وغیرہ جن میں کہیں الف ہے کہیں نہیں ہے، محذوف ہے، عقل اس بات کی مصلحت کو ہرگز نہیں جان سکتی۔ یہ سب کچھ خدائے قدوس اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ وہ باطنی اسرار ہیں جو لوگوں سے پوشیدہ رکھے گئے ہیں جس طرح حروفِ مقطعات ہیں وہ بھی اسرارِ عظیم ہیں۔

نُورِ مجسم رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اور جن پر اِن پوشیدہ اور مخفی خزانوں کے دروازے کھولے وہی اس مقدس ہستی کے پردہ فرمانے کے بعد واقفِ اسرار ہوئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

"مجھے قرآن عطا کیا گیا اور اتنا ہی اور۔۔" (ابُوداؤد، کتاب السنت)

معلوم ہوا کہ وحیٔ الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جسے ہم قرآن مجید کے اجزار کہتے ہیں اور جس کی تلاوت کی جاتی ہے، اور دُوسری قسم وہ ہے جو قرآن مجید کے اجزار میں شامل نہیں اور جس کی تلاوت نہیں کی جاتی، پہلی قسم لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے اللہ کا کلام ہے۔ دوسری قسم اپنے الفاظ کے اعتبار سے نہیں لیکن اپنے معنی کے اعتبار سے اللہ کا کلام ہے۔ فقہار نے پہلی وحی کو مَتلُو کہا ہے اور دُوسری قسم کو وحیٔ غیر مَتلُو فرمایا ہے۔ اللہ کے کلام کے نزول میں اس رمز اور بھید کو مخلوق تک کس نے پہنچایا۔ کون ایسا معلّم تھا کہ جس کی عقلِ رسا نے یہ عقدہ حل فرمایا۔ یہ بھی شانِ رحمت اللعالمینؐ ہے کہ اُنہی کی زبانِ مُبارک سے اس رمزِ الٰہی کا انکشاف ہوا۔

marfat.com

میں اپنے قارئین سے گذارش کروں گا کہ وہ قرآن کریم کی مستند تفاسیر کے اُردو تراجم اور بُخاری شریف کی شرح کا ضرور مطالعہ کریں تاکہ آپ کے علم میں اضافہ ہو اور آپ جس نیک مقصد کے لئے جدّ و جہد کر رہے ہیں اُس کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو ناکام بنا دیں، قرآن کریم کی تفسیر سے نا بلد ہونا ہی فتنہ و فساد اور گمراہی و شکوک و شبہات پھیلانے والوں کو مواقع فراہم کرتا ہے ——— ترجمان القرآن حضرت ابنِ عباسؓ نے بھی فرمایا ہے۔ "جو قرآن پڑھے اور تفسیر نہ جانے وہ گنوار ہے۔"

آسمانی صحائف اور نعت

اِس کتاب میں زبُور، توریت، انجیل اور دیگر آسمانی صحائف کا ذکر ہے۔ جہاں تک قرآن کریم اور احادیثِ نبویؐ کا ذکر ہے ان سے نعتِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلم اخذ کرنا اور اسے پیش کرنا اس قدر پیچیدہ اور مشکل کام نہیں تھا جتنا کہ دیگر صحائفِ آسمانی سے نعتِ رسولؐ تلاش کرنا۔ اس مقصد کے حصول میں جو مشکلات پیش آئیں اُن میں ایک بڑی مشکل یہ تھی کہ آپ کن نسخوں پر اعتبار کریں۔ قرآن کریم تو آج تک حرف بہ حرف اسی طرح محفوظ ہے جیساکہ اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا ہے، احادیث کے سلسلے میں ایک طویل مضمون گزر چکا، اس کے لئے بھی جو اصول و قواعد بنائے گئے وہ اس قدر جامع اور مکمّل تھے کہ اس پر حرف گیری ممکن نہیں۔ مغربی مؤرخین اور مستشرقین نے اس پر اعتراض کئے جسے انتہائی مدلّل اور عالمانہ انداز میں جواب دے کر مطمئن کر دیا گیا۔ لیکن بائیبل کی صورت کچھ اور ہے۔ بائیبل کی داستان حیرت انگیز بھی ہے اور المناک بھی، قرآن کریم کے علاوہ کسی بھی آسمانی صحیفہ کے متعلق یہ دعوی تو کوئی بھی نہیں کر سکتا کہ جو کچھ آسمانی صحیفے کے نام پر اہلِ جہاں کے ہاتھوں میں ہے وہ معتبر

marfat.com

اور مستند ہے۔ محققین نے اس کی تلاش میں صدیوں جدّوجہد کی ہے جس کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ تمام صحائفِ آسمانی ضائع و برباد ہو گئے جن کی بربادیوں کی بھی کئی منزلیں ہیں۔

برباد صحیفہ

ہمارے اس دعوے پر اہلِ کتاب خفا نہ ہو جائیں اس لئے ہم اس کی تفصیل سے گریز کرتے ہوئے انھیں کی مستند تاریخوں کے حوالے سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد یہود کے نفاق اور گروہ بندی نے آپس میں جس طرح قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا، اسی وقت بیشتر حصّہ تباہ ہو گیا۔ پھر ۵۸۶ء ق م میں بابل کے حکمراں "بخت نصر" نے بیت المقدس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے الواحِ توریت اور تبرّکات کو جلا کر خاکستر کر دیا، تمام نسخے تباہ ہو گئے۔ علمائے یہود کے سینوں میں جو کچھ تھا وہ محفوظ رہا۔ وہی منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ یہود کو پھر ایک ایسا موقع میسّر آیا کہ وہ سینوں کی بات کو لوح پر لے آئیں، چنانچہ پھر کتابیں جمع ہوئیں، دو سو برس تک یہ کام جاری رہا (اس کی تفصیل بہت طویل ہے میں نے اسے بہت اختصار سے پیش کیا ہے) کہ اچانک یونانیوں کا سیلاب آیا۔

۱۶۸ء ق م میں انطاکیہ کے یونانی بادشاہ انٹونیس نے بیت المقدس میں نہ صرف تمام صحیفوں کو جلا کر خاکستر کر دیا بلکہ توریت کی تلاوت پر قانونی پابندی بھی لگا دی۔ لیکن اس حکومت سے جیسے ہی نجات حاصل ہوئی یہود نے ایک مرتبہ پھر کوشش کی اور اس سرمایہ کو جمع کیا، ابھی یہ منتشر شیرازہ کو یکجا نہ کر پائے تھے کہ

marfat.com

رومن کی شمشیریں برق بن کر اُن پر آگریں، پہلے تو یہودیوں کو یُونانیوں سے نجات دلادی پھر خود ہی قابض ہو گئے اور جو کچھ یُونانیوں نے نہیں کیا تھا وہ کسر اُنھوں نے پوری کردی، ہیکل سلیمانی مسمار کر دیئے اور ٹائیٹس رومی۔ (۷، ستمبر ۷۰ء) تمام مقدس صحیفے بطور یادگار فتح لے گیا، یہود ایک مرتبہ پھر برباد ہوئے، جلاوطن کر دیئے گئے، جب قیصر ہڈرین کا زمانہ آیا تو یہود نے ایک مرتبہ پھر اپنے آپ کو سنبھالنے اور اُبھارنے کی کوشش کی مگر اس ناکام کوشش میں پانچ لاکھ یہودی قتل کر دیئے گئے۔

اِن تمام طویل واقعات سے جس کا میں نے یہاں اختصار سے ذکر کیا ہے ثابت ہوتا ہے کہ تمام اصل صحائف برباد کر دیئے گئے، تباہی و بربادی کا یہ زمانہ صدیوں پر پھیلا ہوا ہے، ان صدیوں میں یہودیوں کی اپنی زبان بھی بدل گئی، جن لوگوں کے پاس زبانی کچھ یاد تھا وہ عبرانی میں سُناتے اور دُوسری زبانوں میں اس کے ترجمے اور تفسیر بیان کرتے تھے، یہ ہے صحائفِ انبیاء کے تلف ہو جانے کی مختصر داستان۔!

اپنے قارئین کی دلچسپی بلکہ اہم معلومات کے لئے چند اور اہم باتیں پیش کر رہا ہوں، تمام صحائفِ سماوی دو حصّوں میں تقسیم ہیں۔

قبلِ مسیحؑ

حضرت عیسیٰؑ سے قبل کے صحیفے، یہ زمانہ عہدِ عتیق کہلاتا ہے اور دُوسرا اناجیلِ اربعہ یعنی عہدِ جدید کہلاتا ہے، عہدِ عتیق میں ۲۹ کتابیں شامل ہیں جسے عُلمارِ یہود نے ۲۴ کتابوں میں شمار کر کے تین حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ یہی حال انجیلِ مقدّس کا ہے۔ پہلی انجیل مغربی ارامک زبان میں حوارین کی تھی۔ (یعنی عیسائی علماء کو یہ اعتراض ہے کہ انھیں حواری کیوں کہا جاتا ہے حالانکہ یہ کسی طبقہ یا گروہ کی جانب سے نہیں۔ بلکہ

marfat.com

یہ لفظ ان کی تعریف میں اسی طرح قرآنِ کریم میں آیا ہے) پھر فرقوں میں تقسیم ہونے کے سبب انجیل کی تعداد بھی ۲۴ تک پہنچی، جس میں بڑی افراط و تفریط ہے۔ نیقہ کی کونسل کے بعد صرف چار انجیل یعنی متیٰ، مرقس، لوقا اور یوحنا، (دراصل ان خطوط کی تعداد بھی گروہ بندی کی وجہ سے اناجیل کی طرح ۱۱۳ تک پہنچی تھی)

صحائفِ سماوی کے برباد ہوجانے کی داستان بھی طویل ہے اور یہ بھی بکھری ہوئی ہے، جیسے سیّد نواب علی نے صحائفِ سماوی، آثارِ عجم، معارج الدین، اور تذکرۃ المصطفیٰ، میں نہایت مستند حوالوں سے سپردِ قلم کیا ہے۔ اس کے علاوہ، مذاہبِ عالم، تمدّنِ عرب، اِنسائیکلوپیڈیا برٹینکا، اِنسائیکلوپیڈیا آف ریلجن (جلد ۵) اور جناب عنایت رسول چریا کوٹی کی نایاب اور معرکتہ الآرا تصنیف "بُشریٰ" میں اس پر کافی مواد ہے۔

آج ناولوں اور جھوٹی داستانوں کو تفریحِ طبع کے لئے پڑھا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ داستانیں ہیں جن کے مطالعے سے ذوقِ مطالعہ کو بھی تسکین ہوتی ہے اور علم میں اضافہ بھی، ان میں خوف و دہشت کے مناظر بھی ہیں، جوشِ عملؔ اور جہدِ مسلسل کا بیان بھی ہے، علم کی پیاس بُجھانے کا سامان بھی ہے اور مسلمانوں کے عملی کارناموں کا اندازہ بھی ہے، تاریخ کے گمنام گوشوں سے واقفیت بھی ہے اور عبرت کا درس بھی۔

مسلمانوں کو جب حصولِ علم کا شوق ہوا تو اُنھوں نے دُنیا کی تمام زبانوں اور علوم میں ایسی دسترس حاصل کی کہ دُنیا حیران رہ گئی، پروفیسر فلپ اپنے انتہائی تعصب کے باوجود لکھتا ہے:۔

"اس زمانہ میں جب کہ عرب علماء ارسطو کا مطالعہ کر رہے تھے یورپ میں شارلیمان اور اس کے اُمراء اپنے نام کے ہجے سیکھ رہے تھے، ایک اسلامی شہر

marfat.com

قرطبہ ہی میں سترہ بڑے کتب خانے تھے ان میں سے ایک کتب خانے میں چار لاکھ کتابیں تھیں"۔ (ہسٹری آف دی عربس)

آج بھی اس اُمتِ مسلمہ میں اتنے پائے کے عالم ہیں جن پر ناز کیا جاتا ہے۔ تحقیق وجستجو میں جس طرف بھی نکل گئے اصل بنیاد سامنے لاکر رکھ دی، اُن کی نگاہِ تحقیق سے انجیل برناباس کیونکر بچتی، جس کا علم دُنیا کو زیادہ عرصہ قبل نہیں ہوا، اس کا ایک نسخہ اطالوی زبان میں آسٹریا کے پایۂ تخت وائنا کے شاہی کتب خانے میں تھا اس کے حوالے مسلمانوں میں بہت پہلے سے آرہے تھے اور یہی نسخہ انجیل کے تمام نسخوں میں (موجودہ) قرآنِ کریم سے زیادہ قریب ہے، شاید اسی وجہ سے نصاریٰ کا ایک بڑا گروہ "برناباس" کو غیر مستند کہتا ہے۔

حبشہ کے شاہ نجاشی نے حضرت جعفرؓ بن ابی طالبؓ سے سورۃ مریمؑ کی آیات سنیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، نجاشی کی نگاہیں یقیناً انجیل کی اُن آیات پر تھیں جو قرآن کی آیات کے مطابق تھیں اور شاید اسی لئے حضرتِ جعفرؓ نے سورۂ مریمؑ کا انتخاب فرمایا کہ وہ انجیل سے قریب تھیں۔

مُسلم محققین

امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے علمِ کلام کی بنیاد رکھی اس کے بعد یہ ایک فن بن گیا۔ متقدمین نے عقلی دلائل سے تمام اسلامی عقائد کا ثبوت دیا۔ اور اُن یونانی مسلّمات کو جن کا مسلمانوں کے عقائد پر گہرا اثر پڑ رہا تھا باطل قرار دے دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا ثبوت یہود و نصاریٰ کے مقابل ایک اہم مسئلہ تھا۔ جس کا ثبوت دلائل عقلیہ سے اتنا مفید نہ ہوتا جتنا کہ اُن کے مسلّمات سے کارآمد ہوتا، اُن کے مسلّمات دو طرح تھے، ایک تو وہ جن کا ماخذ فلسفۂ یونان تھا، اُن کا

marfat.com

استیصال تو علمِ کلام نے کردیا تھا لیکن سب سے زیادہ مؤثر اُن کے وہ مُسلّمات تھے جن کی بنیاد، اُن کی آسمانی کتابیں توریت، زبُور، انجیل اور بنی اسرائیل کے دوسرے انبیاء پر نازل ہونے والے صحیفے تھے، مُسلمانوں نے اس میں بھی اتنی محنت اور عرق ریزی کی کہ اُن کی آیات میں تناقص دکھایا اور کتاب کو محرّف ثابت کیا یعنی ثابت کیا کہ موجودہ کوئی کتاب اپنی اصل حالت میں نہیں ہے اس لئے قابلِ اعتبار بھی نہیں ہے، یہود و نصاریٰ آج بھی اپنی کتابوں میں تحریف کے مُنکر ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کے بھی مُنکر ہیں کہ ان آسمانی کتابوں میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کوئی پیشن گوئی بھی ہے۔ یہود و نصاریٰ کے اس دعوے سے ہی اِس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ صحائفِ سماوی سے وہ تمام آیات حذف کردی گئیں جو واضح شہادت تھیں یعنی بشارت تھیں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اور مطمئن ہوکر یہ دعویٰ کہ ان کتابوں میں کوئی بشارت نہیں، دوسری جانب مسلمان محققین کی یہ کوشش کہ ان تحریف شدہ کتابوں میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر میسّر آجائے، اِن محرّف کتابوں میں بھی اگر بشارات کے حوالے نکل آئیں تو انکار کی قطعی گنجائش نہیں رہتی، ہمارے اہلِ جنوں کا یہ حوصلہ کہ تحریف کے عمل سے اگر ہمارے نبیؐ کے ذکر کو اپنے صحیفوں سے نکال دیا گیا تو اس سے بشارتوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اگر ہم واقعی مدّعیٔ بشارت ہیں تو اِن محرّف کتابوں سے بھی بشارتیں ثابت کرنا ہم پر لازم ہے۔ اگر ایسا ہوگیا تو انکار کی گنجائش نہ رہے گی اور آخرکار اُنھیں کامیابی حاصل ہوئی۔

اصل کتاب سے اِستفادہ کرنا اس لئے مشکل مرحلہ ہے کہ آج عبرانی زبان کے علماء کہاں میسر آتے ہیں مگر علم کے متلاشی ہزاروں میل کے سفر طے کرتے ہیں اور عمر اپنی اسی دشت کی سیاحی میں ختم کردیتے ہیں، اپنی اس کتاب میں ایک ایسے ہی علم پرور کی برسوں کی کاوش اور عرق ریزی کا نمونہ پیش کررہا ہوں بقول

اس کے مُصنّف کے " کانِ کہنہ سے جواہر نفیسہ نکال کر قدر شناسوں کے آگے رکھ دیا ہے "۔

اس سے قبل اس بات کی وضاحت کروں کہ صحائفِ آسمانی کی بحث اتنی طویل کیوں ہو گئی اور اس بحث کی ضرورت کیا تھی ؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ میری اِس کتاب میں توریت، زبُور اور انجیل کے حوالوں سے حضورؐ کی نعت پیش کی ہے جسے علماء یہود و نصاریٰ تو اپنی روشِ دیرینہ کی وجہ سے تسلیم نہیں کرتے لیکن ہمارے علم دوست حضرات بھی اپنی لاعلمی کے سبب اپنی ہی باتوں کو مغربی عالموں کے بیانات سے مرعوب ہو کر شک و شُبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے میں نے ان حوالوں کے پسِ منظر حوالوں کی پُوری تاریخ کو چند صفحات میں سمیٹ کر پیش کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اہلِ علم حضرات کی دلچسپی اور اضافۂ علم کے لئے عبرانی زبان کے من وعن نمونے بھی پیش کئے ہیں۔

ان حوالوں کی تلاش اور حصُول میں جو مشقّتیں میں نے اُٹھائی ہیں اس کا اندازہ تحقیق کا کام انجام دینے والوں کو ہی ہو سکتا ہے جب کہ میرے حالات اور وسائل، دونوں ہی مخالف سمت میں تھے، ملاحظہ فرمائیے :۔

علاّمہ شہرستانی جو ابنِ حزم ظاہری اندلسی کے ایک صدی بعد ہوا ہے اپنی کتاب " الملل والنحل" میں لکھا ہے۔ موسٰی کی پانچویں کتاب ۳۳ واں باب آیت ۲ -

(عربی رسم الخط میں عبرانی زبان کا نمونہ)

" ویومر ھواسینا ی بازدارح مسعیر لا موو ھو فیع
مھر باراں وا تام ببوت قودش میمنو الیش داس لا م "

ترجمہ :۔ کہا (موسٰی نے) اللہ سینا سے آیا اور چمکے گا سعیر سے اور بہت شدّت سے متجلّی ہوگا کوہِ فاران سے اور آئے گا باگ لڑائی سے اس کے داہنے ہاتھ میں

marfat.com

آگ ہوگی اور اس کے پاس شریعت" (یا یہ کہ اس کے ہاتھ میں شریعت کی آگ ہوگی)

علامہ شہرستانی کے اس حوالے کو علامہ عنایت رسول چریاکوٹی نے بھی اپنی کتاب "بُشریٰ" میں پیش کیا ہے اور اسی آیتِ توریت سے فاران تحقیق کیا ہے اور توریت کی آیت سے بشارت ثابت کی ہے۔

عبرانی زبان کا ایک نمونہ

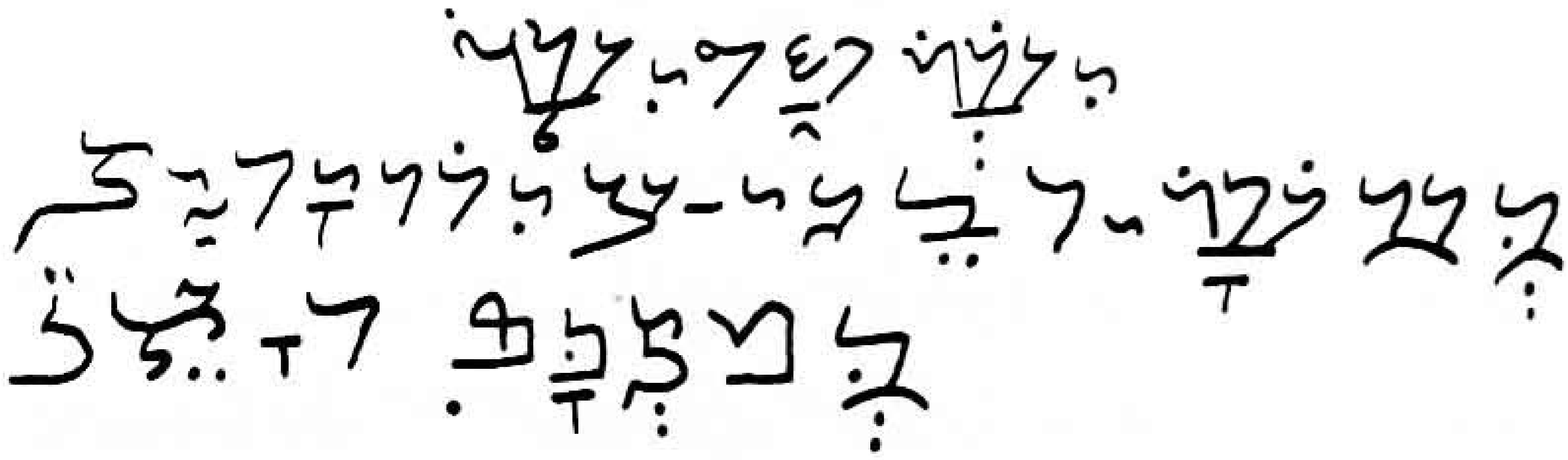

عَربی رسمُ الخط میں عبرانی تلفظ

" لیسمح لیسر ائیل بعو سادِ بنی صِیّون یاغیل بملکا "

اُردو ترجمہ:۔"خوش ہوں گے بنی اسرائیل اپنے خالق سے اور سُکّانِ بیت المقدس وجد کریں گے اپنے سُلطان پر"

اِن حوالوں سے اندازہ ہوگا کہ اس کتاب میں جہاں توریت، زبُور اور انجیل سے نعت کے حوالے تلاش کئے ہیں اس کے لئے کیا کچھ نہ کرنا پڑا ہوگا۔

اصل کتاب میں لفظ ہے فارقلیط یعنی محمدؐ، احمدؐ اور ستودہ کے ہیں۔ تفصیل سے آگے ذکر آئے گا اور صحائفِ آسمانی سے نعتوں کے نمونے بھی پیشِ نگاہ ہونگے۔

جہاں تک اس کمترین سے ہو سکا ہے چمنستانِ علم کی سیر کی ہے اور جس جس گوشہ

marfat.com

تک رسائی ہوئی ہے وہاں سے گلہائے عقیدت چُن کر اپنی جھولی بھرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے مگر کہاں میں اور کہاں چمنستانِ علم کی سیر، جس کے طول وعرض کا کوئی حساب نہیں اور پھر توصیفِ مصطفٰےؐ جو حدودِ چمنستان میں مقید نہیں، جو کچھ بھی کیا میرے لئے سعادت ہے ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

حاصلِ کلام

یہ مقدمہ طویل ضرور ہو گیا لیکن مطالعۂ کتاب سے اندازہ ہو گا کہ جن مضامین کو اصل کتاب میں شامل کیا ہے اُن پر سیر حاصل تبصرہ اور معلومات بہم پہنچانا اتنا ہی ضروری تھا جتنا کہ اصل مضمون، جس میں تفسیرِ قرآن، احادیثِ نبویؐ، تاریخ جیسے اہم موضوعات شامل ہیں۔ اور اس طویل مقدمہ کا ایک ہی مقصد تھا کہ اصل مضمون پر تنقید یا بے جا اعتراض سے قاری کا ذہن محفوظ رہے گا۔ اصل مضمونِ کتاب صرف علم میں اضافے کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ اس کا مدّعا گرمیٔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، خدمتِ نعت کا جذبۂ پاکیزہ دل میں پنہاں تھا جو اس کتاب کی صورت میں جلوہ گر ہے۔

ہماری نئی نسل کے نوجوانوں کے لئے لمحۂ فکر ہے، ہماری درسگاہیں کس قدر بے جان، جہاں نہ جذبہ ہے نہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے، البتہ اغیار کی عظمت کے نقوش مرتسم کرنے کا اہتمام ضرور ہے جس کا نتیجہ ہمارے سامنے آچکا ہے اور آرہا ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں اپنی اقدار کو دفن کرنے میں پیش پیش ہیں، اور اس تجہیز و تکفین کے عمل میں نہ آنکھوں میں نمی ہے نہ دل میں درد ہے، وہ تڑپ وہ سوز اور وہ ولولے جو قوموں کو سُرخرو کرتے ہیں مرہون ہیں جذبۂ عشق کے نہ کہ طُرّۂ علم کے ؎

marfat.com

علم را اندیشۂ آزار ہست
عشق ہر جا زندہ و بیدار ہست

علم، پا در جستجو، انداختن
کارِ اُلفت، سرِ منزل یافتن

صد ہزاراں عالمانِ قیل و قال
گردِ خاکِ پائے آں حضرت بلال رضؓ

ایں ادیب خوشنوا را کُن خدا
ہمنشینِ عاشقانِ مصطفےٰؐ

اِس جذبۂ عشق کو بیدار کرنے اور اس کے خلاف ہر منظّم سازش کے ایوانوں کو مسمار کرنے کی حقیر کوشش یہ کتاب ہے، راقم السطور کے حق میں دُعا فرمائیے کہ تبلیغِ حبِ رسولؐ کی یہ کوشش کامیابی سے ہمکنار ہو اور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مقبولِ بارگاہ ہو کر زادِ آخرت ہو۔! (آمین)

سید حسین علی ادیب رائے پوری

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ ؕ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ؕ

آغاز

جَعَلۡتُکَ ذِکۡرًا مِّنۡ ذِکۡرِیۡ فَمَنۡ ذَکَرَکَ ذَکَرَنِیۡ

"میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرا دیا پس جس نے تمہارا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا۔" (حدیثِ قدسی)

حضرت یُوسف علیہ السلام کو خریدنے کے لئے مصر کے بازار میں ایک بُڑھیا سُوت کی اَنٹی لے کر پہنچی، حسنِ یُوسفؑ کے دیوانوں اور پروانوں نے بُڑھیا کو دیکھا ہنس پڑے اور بولے:۔

"بیوقوف عورت! تو کس مُنہ سے حُسنِ یُوسفؑ کی خریدار بن کر آئی ہے، اُن کے خریداروں نے تو آج خزانوں کے مُنہ کھول دیئے ہیں اور اُنھیں خریدنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی ہے۔"

بُڑھیا نے نہایت خاموشی سے اُن لوگوں کی بات سُنی اور متانت سے جواب دیا:۔

"ہاں یہ میں بھی جانتی ہوں کہ میرے پاس یُوسفؑ کو خریدنے کے لئے کچھ نہیں لیکن،

بُڑھیا نے رُک کر اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے مایُوسی کے آثار کو چہرے سے دُور ہٹاتے ہوئے کہا:۔

"مجھے تو اُن کے خریداروں میں اپنا نام درج کرانا منظور ہے۔"

بھلا ہے کسی میں جرأت، یہ حوصلہ کہ وہ مقصُودِ کائنات، نُورِ مجسم، رحمتِ دو عالم صلی اللہ

marfat.com

علیہ وسلم کے محامد و محاسن بیان کر سکے۔ مجھ ناچیز کا معاملہ بھی اُس بُڑھیا کی طرح ہے،

عَنْ وَصْفِكَ الشُّعَرَاءُ يَا مُدَّثِّرُ۔ عَجَزُوْا وَكَلُّوْا مِنْ صِفَاتِ عُلَاكَ

(امام ابُوحنیفہ رضؓ)

"اے کملی والے! آپؐ کے اوصافِ جمیلہ بیان کرنے سے بڑے بڑے شعراء عاجز رہ گئے،

آپؐ کے اوصافِ عالیہ کے سامنے زبانیں بند ہو جاتی ہیں"۔

کیا کروں نذرِ شہنشاہِ دو عالمؐ کے حضور
کچھ نہیں پاس مرے اشکِ ندامت کے سوا

(ادیبؔ)

تری مدح و ثنا کا سلسلہ اے سیدِ عالمؐ
خدا جانے کہاں سے ہے خدا جانے کہاں تک ہے

(ادیبؔ)

بایزداں گذاشتیم

نہایت عجز و انکسار کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ حضور پُر نُور، وجہ تخلیقِ دو عالم، صاحب قاب قوسین، شافع محشر، خلق کے رہبر، محبُوبِ ربُّ العلیٰ، سیدالکونین والثقلین، رحمتِ عالم، نُورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کے باب میں ہم جو کچھ کہہ جائیں، جتنا بیان کر جائیں وہ سب کچھ کم ہے، اس رُتبۂ عالی اور مقامِ اولیٰ سے جو اُن کو رب نے عطا فرمایا ہے اِس لئے مبالغہ بھی مدح و ثنائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مبالغہ نہیں رہتا۔ کیونکہ شانِ حبیبِ ربّ المشرقین والمغربین اور مراتب و مقامات باعثِ ایجادِ کل تک بشر کی نہ نگاہ جا سکتی ہے نہ خیال۔ اور جہاں تک خیال بھی نہیں جا سکتا وہاں تک مبالغہ کیونکر پہنچ سکتا ہے۔ جو نتیجہ ہے فکرِ انسانی کا، یہ صرف میرا ہی خیال نہیں ہے بلکہ یہ تائید ہے

marfat.com

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی، آپ نے قصیدۂ بُردہ میں فرمایا ہے

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِىْ نَبِيِّهِمِ ۔۔۔ وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمِ

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ ۔۔۔ حَدٌّ فَيُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ

ترجمہ :۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نہ کہو جو نصاریٰ نے (خدا کا بیٹا) کہا اپنے نبی (حضرت عیسیٰؑ) کے لئے۔ اس کے سوا جو بھی عزّت و عظمت کے کلمات ممکن ہوں، بلا جھجھک کہہ دو اور جو حکم چاہے لگا دو۔"

تاجدارِ مدینہ، شہِ انبیاء، رحمتِ دو جہاں جلوۂ نُورِ حق، اللہ، جو خالقِ ارض و سما مالکِ کون و مکان ہے اُس کے محبُوب ہیں، اُس کا فضل ہیں، اس کی رضا ہیں، اُس کا احسان ہیں، اُن کے فضائل کی نہ کوئی حد ہے نہ شمار ہے نہ کسی کی مجال کہ اُن کا احیطہ کر سکے۔ اُن کی شانِ اقدس میں آج تک جتنی بھی نعتیں لکھی جا چکی ہیں (نثر و نظم) اُن کا بھی شمار نا ممکن ہے، آیاتِ کلامِ ربانی جن میں مدحتِ رسولؐ ہے اُن آیات کی تفاسیر میں دفتر کے دفتر لکھے گئے ہیں اور ایک ایک لفظ کی تشریحات کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا، غور فرمائیے کہ دُنیا میں نہ جانے کتنی زبانیں وجود میں آ کر ختم ہو گئیں، جن کا یا تو ذکر کتابوں میں ملتا ہے یا بعض کا ذکر بھی نہیں ملتا اور خداوند عالم کے علمِ غیب میں ہی یہ بات ہے کہ کتنی قومیں اور زبانیں وجود میں آئیں اور اب ناپید ہیں، جیسے قبطی، سریانی، عبرانی وغیرہ وغیرہ، کتنی ہی اُمتیں فنا ہو گئیں، کتنے آسمانی صحیفے نازل ہوئے جو گم ہو گئے، اور اُٹھا لئے گئے، ان تمام میں کس قدر نعتِ شہِ والا لکھی گئیں، پڑھی گئیں، سُنی گئیں، کون ان کا شمار کر سکتا ہے۔ بقائے انسانی کے ساتھ فروغِ نسل کا سلسلہ بھی جاری ہے، آج سے قیامت تک نہ جانے کتنی نسلیں، کتنی قومیں اور کتنی زبانیں وجود میں آئیں گی، یہ عدم سے وجود میں آنے والے کیا کچھ نہ کہیں گے، یہ تو رہا انسانوں کا ذکر جو اشرف المخلوق ہے، ان کے علاوہ کس کس مخلوق میں کب سے، کس

marfat.com

طرح حبیبِ کبریا کا ذکر ہوتا رہا ہے، ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ ملائکہ روزانہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آستانے پر ستر ہزار صبح اور ستر ہزار شام درود پیش کرتے ہیں، اجنّا نے حضور کی مدح و ثنا کی ہے، شجر و حجر نے کلام و سلام کیا ہے، حضرت آدمؑ تا حضرتِ عیسٰیؑ تمام انبیاء نے اس ذکر کو حرزِ جاں بنایا ہے، جنت الفردوس کی وسعت، طول و عرض کا مخلوق میں کسی کو اندازہ نہیں، اس بے اندازہ اور حدِ نظر، اور حدِ خیال سے بھی زیادہ وسیع و عریض بہشت ابریں میں برگ و شجر پر آپؐ کا اسمِ گرامی آپ کی مدحت کر رہا ہے، اور پھر مقامِ محمود پر جو آپ کی مدح و ثنا ہو گی ان تمام کو یکجا کرنے اور شمار کرنے سے عقلِ انسانی عاجز اور قاصر ہے، اسی لئے حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو کچھ کہنا ہے بلا جھجک کہہ دو اور جو حکم چاہے لگاؤ،

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں :۔

محواں او را خدا از بہر امر شرع و حفظ دیں
دگر ہر وصف کش می خواہی اندر مدحش املا کن (شیخ محدث)

شماریات کے نظریہ کو سامنے رکھ کر ہم نے اب تک جو کچھ پیش کیا یہ خود اتنا ہے کہ ماہرین شماریات کی عقل دنگ ہے۔ لیکن ہم ایک قدم اور آگے چلتے ہیں اور باعثِ ایجادِ کُل، ختم الرُسل، دانائے سُبل کی مدح و ثنا کے شمار بے شمار کا ایک ایسا حیران کن حوالہ پیش کرتے ہیں جس نے ہمیں خود محوِ حیرت کر دیا ہے۔

خالقِ کون و مکاں نے جتنی نعمتیں اپنے بندوں کو از آدمؑ تا امروز عطا فرمائی ہیں، ان تمام دُنیاوی نعمتوں کا تذکرہ تو کجا صرف سمندر میں پیدا ہونے والی مچھلیوں اور اُن کی اقسام اور عدد نعمت کا کوئی شمار نہ کر سکا نہ کر سکے گا، اس کہکشاں میں کیا کچھ ہے، ابھی سائنسداں اسی کی جستجو میں غرق ہیں، اشیاء خورد و نوش، لباس و آسائش، حفظ و آرائش میں کیا کیا چیزیں کام آ رہی ہیں، یہ تمام احسانات ہیں اللہ کی مخلوق پر ربِّ جلیل کے،

marfat.com

حضرت شیخ سعدیؒ نے "گلستاں" کے آغاز میں ایک جملہ کہہ کر ماہرینِ شماریات کو اور بھی حیرت میں ڈال دیا ہے فرماتے ہیں :۔

" ہر نفس کہ درون می آید ممد حیات است و ہر نفس کہ بیروں می آید مفرح ذات، دبر ہر نفس شکرے واجب، کس است کہ شکر او بجا آورد ۔"

"جو سانس کہ اندر جاتی ہے زندگی بخشتی ہے اور جو باہر آتی ہے وہ فرحت بخشتی ہے، ہر سانس پر ایک شکر واجب ہے، پس ہے کوئی جو اُس کا شکر بجالائے ۔"

الغرض علم الابدان ہو، علم الارض ہو یا علم سیارگان، علم نباتات ہو یا علم لسانیات، اللہ تعالیٰ کی ان علوم میں نعمتوں کا شمار عقلِ انسانی سے باہر ہے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اتنی بے شمار نعمتوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے جو یقیناً حیرت کا مقام پیدا کرنے والی بات ہے، ارشاد ہوتا ہے :۔

"قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ"

"فرما دیجئے (اے میرے محبوب) کہ دُنیا دی متاع تھوڑی ہے ۔"

مَتَاعُ الدُّنْیَا، اور ذکرِ حبیبؐ

حیرت ہے جن نعمتوں کا اجمالی خاکہ میں نے آپ کے سامنے پیش کیا عقلِ انسانی اُس کا شمار کرنے سے بھی عاجز اور قاصر ہے مگر اُن کی تخلیق کرنے والا اُنھیں قلیل فرما رہا ہے لیکن جب وہ ارشاد فرماتا ہے کہ اُس کی صفات عظیم ہیں تو حیرت کی انتہا ہو جاتی ہے لیکن یہی حیرت مسرت اور جذبۂ شادمانی سے سرشار ہو جاتی ہے جب یہ ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح میری صفات عظیم ہیں اسی طرح میرے محبوبؐ کی صفات بھی عظیم ہیں۔ اپنے لئے اِس طرح ارشاد ہوتا ہے :۔

marfat.com

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْم

اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد ہوتا ہے :-

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے :-

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْماً

" اے میرے محبوبؐ آپ پر اللہ کا فضلِ عظیم ہے "۔

اب آپ اندازہ لگائیے کہ " متاع الدُّنیا " جس کا شمار ہمارے حواس سے باہر ہے وہ سب قلیل ہیں اور ذکرِ حبیبؐ کبریا، محبوب کی صفات، عظیم ہیں، پھر کیونکر ممکن ہے کہ ادیبؔ ہو یا کوئی اور اُن کی ثنا کے حق سے عہدہ برآ ہوسکے۔

تِرا وصف بیاں ہو کس سے تِری کون کریگا بڑائی
اس گردِ سفر میں گُم ہے جبریلِ امینؑ کی رسائی

(ادیبؔ)

کلامِ الٰہی سے ہم نے ایک بات کا حوالہ پیش کیا جس سے نتیجہ یہی نکلا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا وصف عظیم ہے لیکن شماریات کے نقطۂ نظر سے اب ہم قرآنِ کریم کی وہ آیت پیش کرتے ہیں جس میں اوصاف کے شمار کا پیمانہ بھی ہے۔ یعنی ہر پیمانۂ شمار کی نفی کی گئی ہے۔

قرآنِ کریم کا سولہواں پارہ : ارشاد ہوتا ہے :-

قُلْ لَّوْكَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ٥

(سورۃ الکہف)

٥ آپ فرما دیجئے کہ سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہوں تو ضرور ختم

marfat.com

ہو جائیں گے اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ اگرچہ ہم ویسا ہی اور
اُس کی مدد کو لے آئیں "۔

پہلے اس آیت کی شانِ نزول سمجھ لیجئے، پھر ہم اس پر تفصیل سے کچھ عرض کریں گے۔

شانِ نزول :۔ یہود نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ قرآن میں حکمت ہے اور ہم کو حکمت دی گئی اور قرآن تو یہ فرماتا ہے :۔

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ

" جس کو حکمت دی گئی اُس کو بہت ہی خوبی مل گئی "۔ (اب یہودیوں نے اپنا اعتراض پیش کیا) پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کس طرح فرماتے ہیں کہ : " تم کو نہیں دیا گیا مگر تھوڑا علم " (یہاں باہم مقابلہ ہے دو مختلف آیات میں اور یہ کس طرح ممکن ہے) یعنی علم کو تھوڑا بھی کہا گیا ہے اور بہت بھی، چنانچہ یہودیوں کے اس اعتراض کے جواب میں یہ آیتِ مُبارکہ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ قرآن کریم بیشک ہر چیز کا علم ہے اور یہ علم واقعی بہت ہے مگر علمِ الٰہی کے مقابل اس کی وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو سمندر سے ہے، کیونکہ اس میں اِنتہا ہے اور خدا کے علوم بے انتہا ہیں۔ اس تشریح کے بعد " وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ " اور " وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ " کی آیتوں پر غور فرمائیے۔ تو سورۂ کہف کا مفہوم واضح ہو جائے گا کہ جس ربِ جلیل کی صفات کا یہ عالم ہو کہ کوئی پیمانہ اس کے شمار کا نہیں بن سکتا اُس کے محبُوبؐ کا بھی کوئی پیمانہ نہیں جو اس کا شمار کر سکے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کی شرح فرماتے ہیں :۔

" اہلِ تحقیق کے نزدیک رب کے کلمات سے مُراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے فضائل و کمالات ہیں اور حضورؐ کے علوم ہیں تو اس آیت کے معنی ہوں گے۔ اگر دُنیا بھر کے نعت گو اور نعت خواں، واعظین اور کاتبین سمندروں کے پانی کی روشنائی بنا کر صفاتِ

marfat.com

کمالاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لکھیں تو یہ روشنائی ختم ہو جائے گی مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف ختم نہیں ہوں گے۔"

(مدارج النبوت، جلد اوّل، باب سوئم)

آئینہ دارِ پرتوِ مہر است ماہتاب
شانِ حق آشکار زِ شانِ محمدؐ است (غالبؔ)

حضرت شیخ کا جو مقام اسلامی علوم میں ہے وہ محتاجِ تعارف نہیں ہے، صرف اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ آپ کی تصانیف کے مطالعے کے بعد، کافر شانِ نبوّت سے متحیر اور مسلمان عظمت و جلال و نبوّت سے مفتخر ہوتا ہے، شیخ نے جس طرح ان آیات کی تشریح فرمائی ہے اُن کے پیشِ نگاہ قرآن کریم کی وہ تمام آیات تھیں جن میں اللہ جلّ جلالہٗ نے اپنے محبوبؐ کے ذکر کی وسعت اور بلندی کا ذکر بارہا فرمایا ہے جیسے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ میں رفعتِ ذکر کا بیان ہے، اندازہ کیجئے یہ بلندی آسمانوں کی نہیں ہے بلکہ ذکرِ محبوبؐ کی ہے اور محب یقیناً اپنے محبوبؐ کے ذکر کو تمام اذکار سے بلند ہی دیکھنا پسند کرے گا۔ ممکن ہے کسی صاحب کو میری اس بات سے اتفاق نہ ہو تو ان آیات سے اُن کی تشفی ہو جائے گی جس میں ربِ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کے ذکر کو اپنا ہی ذکر ٹھہرا دیا ہے۔ لیجئے بات ہی ختم ہو گئی، جی نہیں بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے محبُوبؐ کے ذکر کے ساتھ ادا کرنا ایمان کے مکمّل ہونے کی شرط قرار دے دی۔

حدیثِ قُدسی اور ذکرِ حبیبؐ

ملاحظہ فرمائیے:۔

"جَعَلْتُ تَمَامَ الْاِيْمَانِ بِذِكْرِكَ مَعِیَ" (حدیثِ قُدسی)

marfat.com

ترجمہ:۔ "(اے محبوبؐ) میں نے ایمان کا مکمّل ہونا اس بات پر موقوف کر دیا ہے
کہ میرے ذکر کے ساتھ تمہارا بھی ذکر ہو۔"

جہاں ایمان کا مکمل ہونا شرط قرار دیا گیا وہیں ایک عظیم خوشخبری اپنے محبوب کی
زبان سے مدّاحانِ محبوبؐ کو بھی سُنائی۔

جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِنْ ذِكْرِيْ فَمَنْ ذَكَرَكَ ذَكَرَنِيْ (حدیثِ قدسی)

" (اے محبوبؐ) میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرایا جو تمہارا ذکر کرے اس نے
میرا ذکر کیا۔" (شفا شریف ص۱۲، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ)

کلماتِ ربّی کی ان تشریحات سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں ایک یہ کہ انسان پر یہ لازم ہے کہ وہ حمد و ثنا کرے، ورنہ اس کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتا ہے وہ خدا کی ہی شان بیان کرتا ہے اور دُوسری بات یہ ہے کہ ان کی مدح و ثنا کائنات کا ذرہ ذرہ بھی کرے تو ممکن نہیں کہ اُن کی ثنا کا حق ادا ہو جائے اس نتیجے سے اندازہ لگائیے کہ صاحبِ قابَ قوسین کا مقام کیا ہوگا اور اُن کی مدح و ثنا میں کائنات کا ذرہ ذرہ حکم ربّی کی تعمیل کر رہا ہے تو اُن کی ثنا گوئی کرنے والوں کا مقام بھی کتنا بلند ہوگا۔

گم کردہ منزل کو پتہ دیتی ہے
اللہ سے بندوں کو ملا دیتی ہے
یہ نعتِ نبی سعدیؒ و جامیؒ کی قسم
مدّاح کو ممدُوح بنا دیتی ہے (ادیب)

قرآنِ کریم اور نعتِ رسولؐ

غور فرمائیے، قرآن کیا ہے۔ دستورِ حیات ہے امن کی ضمانت ہے مظلوم کی

marfat.com

حمایت ہے، نسخۂ کیمیا رہے، عقل کی توانائی ہے، جہل کی موت ہے، کفر وضلالت کا خاتمہ ہے، خودی کی معراج، ہدایت کی مشعل ہے، وہ تمام نعمتیں اس میں ہیں جو انسانیت کے وقار کو بلند کرنے، انسان کو ظلم اور جہل سے نکال کر امن وسکون اور علم حقیقی، محبت اور جذبۂ خدمت وایثار پیدا کرنے کے لئے پروردگار نے عطا کی ہیں، بت پرستی اور گمراہی سے نکال کر توحید ورسالت کا راستہ دکھاتا ہے، حق گوئی اور بیباکی کا جوہر عطا کرتا ہے۔ خودغرضی اور ہوس کی گندگی سے قلوب کو پاک کرتا ہے۔ قربِ الٰہی اور عشقِ رسولؐ عطا کرتا ہے، اتنی ہی نہیں بلکہ اُن سے بھی سوا نعمتیں ہیں جن کا شمار مشکل ہے لیکن یہ ساری نعمتیں اللہ کی مخلوق میں کس ہستئ مقدس کے ہاتھوں تقسیم ہورہی ہیں اور کس کے لبِ شیریں سے سُنائی جارہی ہیں، کون مظہرِ کمال وجمالِ کبریائی بن کر اس کا عملی درس دے رہا ہے۔ وہی خدا کا حبیب، مظہرِ شانِ کبریائی، وجہ تخلیق دوعالم، صاحبِ قرآن، اس کی ایک وجہ تو یہ بھی ہے کہ اتنی عظیم نعمتوں کو جو ساری کائنات کا احیطہ کئے ہوئے ہیں، کسی ایسی ہی ہستی کے ہاتھوں تقسیم ہونا اس عمل تقسیم کا شرف ہو سکتا ہے جو خود اپنی ذات میں سب سے اشرف اور افضل ہو، دوئم جس کی یہ نعمتیں ہیں اور جو انھیں اپنی مخلوق میں تقسیم کرنا چاہتا ہے وہ اس کے لئے اپنے محبوب کا ہی انتخاب کرے گا کہ اس کے نزدیک سب سے بہتر ذات اُسی کی ہے۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ سارا قرآن از اوّل تا آخر جس کی شان ومنزلت کا قصیدہ ہے وہ صاحبِ قرآن ذات جنابِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

نگاہِ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر
وہی لیٰسیں وہی طٰہٰ وہی فرقاں وہی قرآں

(علامہ اقبالؒ)

قرآنِ کریم کا ہر موضوع کملی والے آقاؐ کے محامد ومحاسن سے پُر ہے۔ اور

marfat.com

اس کی آیاتِ مُبارکہ اور اُس کے ایک ایک لفظ میں اسرار و رموز کا بحرِ بیکراں ہے، جس تک فکر کی رسائی ممکن نہیں، جب تک اُس کا شارحِ حقیقی اس کے رموز و اسرار کو صاحبانِ ایمان پر انکشاف نہ کرے اس کا فہم ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا، آج تک قرآنِ کریم کی آیات کی جتنی بھی تفسیریں ہو رہی ہیں وہ آیاتِ الٰہی کی تفسیریں نہیں ہیں بلکہ واقفِ رازِ دنیٰ، مقصدِ علم و عالمِ مقصود کی تفسیر کی تفسیریں ہیں، سرزمینِ عرب فصحاءِ ادب و سخن سے مالدار تھی، مشرکینِ مکہ اور کفارانِ قریش میں ایک سے بڑھ کر ایک عالم تھا اور اُن کے مقابل اللہ کا محبوب تھا جسے اُمّی کہا گیا۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ کلام جس کی ہیبت و جلال سے کوہِ گراں ریزہ ریزہ ہو جاتے، قلبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، جسے ربِّ ذوالجلال نے یہ حوصلہ بخشا، اسی ذاتِ واجب التکریم والتعظیم کو ایک ایک حرف کے اسرار و رموز سے آگہی بھی عطا فرمائی، چنانچہ ارشاد ہوا :-

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ ۝ (سورۃ النحل ۴۴)

"آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خوب کھول کر بیان کر دیں اس کو جو اُن کی طرف نازل ہوئی"

سورۂ آلِ عمران میں ارشاد ہو رہا ہے :-

وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۝ (سورۂ آلِ عمران)

"وہی اس کتاب و حکمت کے مُعلّم بھی ہیں"

میر حسن دہلوی فرماتے ہیں ؎

بغیر از لکھے اور کئے بے رقم
چلے حکم پر اُس کے لوح و قلم

(میر حسن دہلوی)

حضرت شیخ فخرالدین عراقی ہمدانی فرماتے ہیں اور کیا خوب ؎

marfat.com

بادشاہِ دیارِ جود و وجود
مقصدِ علم و عالمِ مقصود
صوفیٔ خانقاہِ الرحمٰن
عالمِ علمِ علّم القرآن
(عراقی ہمدانی)

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کس کو کس طرح تعلیم فرمائی اس کا ذکر مقدمۂ کتاب میں گزر چکا، خلاصہ یہ کہ قرآنِ کریم سراپا ثنائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی اگر حضور سراپا نورِ رشد و ہدایت ہیں تو ان کی رشد و ہدایت کی ثناؤ توصیف قرآن ہے، اور اگر قرآن وحدانیت کی دلیل ہے اور دونوں جہان کے لئے رحمت ہے تو حضورؐ اس کا سراپا ہیں اور اسی سراپائے مبارک کی شرح قرآنِ کریم کی آیات ہیں، اس نورِ مجسّم نے کفر کے اندھیروں میں ہدایت کے چراغ روشن کئے اور پھر حکمت کی باتیں سراپا رحمت بن کر تعلیم فرمائیں اور جن کو اس کا اہل قرار دیا اُن پر قرآنِ کریم کے اسرار و رموز کا انکشاف بھی فرمایا، اُن بزرگوں نے اسی انداز سے اس نعمتِ کبریٰ کو آگے بڑھایا، صحابہؓ سے تابعین اور تابعین سے تبع تابعین ہوتے ہوئے عاشقانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور جاں نثارانِ رسولؐ نے اسے ہر دور میں منتقل کیا، جن کے سینوں میں شمعِ محبت روشن تھی، ان میں کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا وہ تو ہر بات کا پیمانہ محبوبِ رب کی اداؤں کو بنا چکے تھے، اور "دیں ہمہ اوست" ان کا عقیدہ تھا، جب اس آئینہ میں وہ دیکھتے تو جو کچھ نہاں ہوتا وہ ان پر عیاں ہو جاتا اور بوسیلہ لذّتِ ذکرِ مصطفےٰ اور بدولتِ عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس صدی تک پہنچا جن کے قلوب نورِ مصطفےٰ سے روشن ہیں، انھیں آج بھی ہر آیت میں رمزِ الٰہی جمالِ مصطفےٰ بن کر نظر آرہا ہے جیسا کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی مثال ہم پیش کر چکے ہیں۔

marfat.com

علم تنہا چیست در کارِ جہاں — ہست مثلِ کشتیٔ بے بادباں
علم را اندیشۂ آزار ہست — عشق ہر جا زندہ و بیدار ہست
علم بر لطفِ سخن نازاں شود — عشق بر دار و رسن رقصاں شود

"اُس قدم کے نشاں" (ادیب رائے پوری)

عبادت

نعتِ رسول، ذکرِ جمیل رحمت اللعالمینؐ ہے، اور ذکرِ رحمت اللعالمین ذکرِ ربّ العالمین ہے، رب تعالیٰ کا ذکر عبادت ہے تو رسُولِ اکرمؐ کا ذکر کیا ہوا، یہ ایک اہم اور نازک گفتگو ہے اور نعت گوئی کا اس سے گہرا تعلق اور واسطہ ہے، اس لئے اس اہم اور نازک مسئلہ پر گفتگو کے بغیر نعت پر کوئی کتاب مکمل نہیں کہلا سکتی کیونکہ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکرِ محبُوب خدا کو عبادت سمجھ کر کیا ہے، اور اس میں عبادت کی لذّت ہی وہ نُور ہے جس نے قلب کو اطمینان و راحت بخشا ہے اور ذریعۂ نجات بن گیا ہے۔ نعت سے تعلق رکھنے والوں اور معترضین دونوں کے لئے ہم نہایت اہم اور بنیادی باتوں کو معتبر روایات اور مستند حوالوں کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

عبادت کے معنی انتہائے تذلّل اور غایتِ خضوع ہے یعنی انسان اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلّت و پستی کے اس آخری درجہ میں سمجھے کہ جس کے بعد عاجزی اور ذلّت کا کوئی درجہ نہ ہو، ایسی عاجزی عبادت ہے، ایک عاشقِ صادق حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے آگے اپنی ہستی کو اس طرح پیش کرتا ہے اور طالبِ رحمت ہوتا ہے

مُذنبِ چوں من نباشد در تمامی اُمّتت
رحم کن بر حالِ ما یا رحمت اللعالمیںؐ

(حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ)

marfat.com

اسلام میں عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے، جن عبادات کو فرض قرار دیا گیا اُن میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہیں، ان کے علاوہ اگر مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی و خوشنودی اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی ہو تو مومن کا سونا جاگنا اُٹھنا بیٹھنا اور جن کے کفیل ہیں اُن کے لئے رزق کی تلاش یہ سب کچھ عبادت ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے:۔

ذِکْرُالْاَنْبِیَاءِ مِنَ الْعِبَادَاتِ

"انبیاء کا ذکر عبادت ہے"۔ (فتح الکبیر ص ۲/۳)

اس فرمان میں کوئی تخصیص نہیں ہے جملہ انبیاء سے اس کا تعلق ہے۔ چونکہ انبیاء علیہ السلام نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو ہدایت کا راستہ دکھایا کفر اور شرک جیسی لعنتوں سے پاک کیا اور اللہ کی مخلوق سے پیار کیا اس لئے خداوند کریم نے ان کے ذکر کو عبادت میں شامل فرمالیا، اب غور فرمائیے کہ حضرت آدمؑ تا عیسٰیؑ جن کی ہم اُمت بھی نہیں اور جو ہمارے زمانے میں گزرے بھی نہیں جب اُن کا ذکر ہمارے لئے عبادت کا درجہ رکھتا ہے تو اس ذاتِ اقدس کے ذکر کا کیا مقام جس کی خاطر ہماری ہستی وجود میں آئی، جو سردارِ انبیاء ہے، اور تمام نبیوں اور رسُولوں کی امت کے لئے شافعِ محشر ہے۔

نہیں کچھ اور عمل اس ادیب کا لیکن
کیا ہے ذکر محمدؐ کا بندگی کی طرح (ادیب)

ہے درمیانِ شمس و قمر میم مصطفٰے — روشن اسی سبب سے یہ عالم تمام ہے
اس نام پر درود عبادت کا جزو ہے — اِس نام کے بغیر عبادت حرام ہے

(ادیب)

اللہ تعالیٰ نے کلمہ میں آپ کا نام شامل رکھا اور نماز میں درودِ ابراہیم شامل کیا اِس

طرح نہ صرف عبادتِ عام بلکہ خالص اللہ کے لئے کی جانے والی عبادات میں بھی ذکرِ رسول ؐ کو شامل رکھ کر اپنے محبوبؐ سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا ہے ؎

منزلِ لاالٰہ تک تو ہی نشانِ رہبری
کلمۂ لاشریک میں ذکر ترا شریک ہے

(ادیب)

حضرت خواجہ میر درؔد دہلوی جو اپنے زمانے کے نہ صرف عظیم شاعر تھے بلکہ اہل اللہ میں اُن کا شمار ہوتا ہے، فرماتے ہیں ؎

خواہی کہ شود درِ دو جہانت بہبود
در بندگیٔ رسول ہاشمی بہ سجود
گر فہم کنی، وگرنہ فہمی بے شک
حق است ہماں ہرچہ پیمبرؐ فرمود

(خواجہ میر درد)

عبادت اور اطاعت کا تعلق

قرآنِ کریم میں جا بجا ارشاد ہے :-

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (پ۵ ع)

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (پ۲۶ ع)

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (پ ع)

وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (پ ع)

وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (پ۲۶ ع)

اِن تمام مندرجہ بالا آیاتِ قرآنی میں بار بار اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، لیکن ایک مقام پر یوں بھی اِرشاد ہو رہا ہے

marfat.com

کہ رسولؐ کی اطاعت ہی میری اطاعت ہے، فرمایا :۔

وَمَن يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه

" جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے بلاشبہ اللہ کی اطاعت کی "۔

یعنی اس ایک آیت نے فیصلہ کر دیا کہ محبوب کی رضا ہی رب تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہے، کی اطاعت کا مفہوم اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک اُس کے محبوب کی مکمل اطاعت اختیار نہ کی جائے، اب محبوب جو حکم دے گا اُسے تسلیم کرو۔ قرآن کی آیات کی جو تفسیر محبوب کرے اُسے تسلیم کرو، خواہ تم کتنے ہی بڑے اور جید عالم کیوں نہ ہو، اس لئے کہ تمہاری عقل دھوکہ کھا سکتی ہے جیسا کہ پچھلی سطور میں یہودیوں کا وہ واقعہ گزرا کہ قرآن کی دو آیات کو ایک دوسرے کے مقابل سمجھ کر رسولِ خداؐ پر اعتراض کر بیٹھے

شرطِ محبّت

اس تعلق کو سمجھنے کے بعد ایک اور تعلق ہے اسے بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ محبت کے بغیر اطاعت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے، اگر اطاعت میں محبت شامل نہ ہو، وہ دل سے نہ کی جائے تو جبریہ اور بیگار معلوم ہوتی ہے، جس کام کو دل نہ چاہے اور وہ آپ پر لازم کر دیا جائے تو اُسے آپ بوجھ سمجھ کر ہی اُتاریں گے کیا اس طرح اطاعت عبادت کا درجہ حاصل کر سکے گی، اس کے برعکس آپ کو حکم صادر کرنے والے سے محبت ہے تو اُس کا ہر حکم لذتِ حیات، تسکینِ رُوح اور سرورِ ابدی بخشے گا حضورؐ نے ارشاد فرمایا " نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے "۔ اس لئے حضورؐ سے جس کسی کو محبت ہو گی اُس کی نماز کی لذّت اور خوشی کا عالم وہ نمازی ہی سمجھ سکتا ہے۔ (اطاعت اور اتباع کے لغوی اور اصطلاحی معنوں پر مستند عربی لغات کے حوالوں

سے ہم نے "مساجد میں نعت خوانی" کے باب میں سیر حاصل تبصرہ کیا ہے) ہم یہاں دیکھیں کہ محبت اور اطاعت کا تعلق کس درجہ ہونا چاہیے، اور محبت کا مقام کیا ہے۔

"اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد سب سے بہترین عمل انسانوں سے محبت ہے"۔

(حدیث)

ایمان لانے کے بعد جتنے بھی عمل ہیں اُن میں اولیت کا درجہ انسانوں سے محبت کو عطا کیا جا رہا ہے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است — صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کعبہ بنیادِ خلیلِ آذر است — دل گذرگاہِ جلیلِ اکبر است

اس پر بے شمار تاریخی واقعات کے حوالے دیئے جا سکتے ہیں، رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے جس سے یہ مضمون بہت طویل ہو جائے گا، آپ صرف اس ایک نکتہ پر غور فرمائیں کہ سب سے بہتر عمل اہلِ ایمان کے لئے اِنسانوں سے محبت کا درجہ ہے تو جو انسانوں میں سب سے افضل و اعلیٰ برتر و بالا ہو گا اندازہ کیجئے کہ اس سے کس درجہ محبت کرنی چاہیئے، آئیے ہم قرآن اور صاحب قرآن سے ہی اس کا جواب تلاش کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ یوں ہے :۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

ترجمہ:۔" میرے محبوب! آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو میری اتباع کرو (پھر) اللہ تم سے محبت کرے گا"۔

یعنی پروردگارِ عالم خود ہدایت فرما رہا ہے کہ اگر تمہیں میری محبت درکار ہے، اگر تم مجھ سے محبت کے طلبگار ہو تو (میری نہیں) میرے محبوب کی اتباع کرو تو اس اتباعِ محبوب کے بدلے میں تمہیں اپنی محبت اس طرح دونگا کہ میں تم سے محبت کروں گا۔

marfat.com

دوسری جگہ ارشاد ہو رہا ہے کہ میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کس درجہ محبت ہونی چاہیئے:۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ

"(میرا محبوب) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں کو اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا ہے"۔

اس آیت میں جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ میرے محبوب سے کس درجہ محبت کرو وہاں ایک اور بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ ایمان والے وہی ہیں جن کو میرے محبوب سے اتنی محبت ہے کہ اپنی جانوں سے زیادہ، اب مومن کی جو تعریف آج کل ہوتی ہے اس تعریف کو قرآن کی ان آیات کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے کہ مومن کی وہ تعریف درست ہے جس میں لباس، حلیہ، ارکان وغیرہ پر زور دیا جاتا ہے یا مومن کی یہ تعریف جسے خود مالکِ حقیقی بیان کر رہا ہے۔ یعنی ایمان والے لوگ وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت حکم کی بناء پر نہیں بلکہ محبت کی بناء پر کرتے ہیں اگر آپ اس جملے کو منفی جملہ میں تبدیل فرمائیں تو وہ یُوں ہوگا کہ جو لوگ میرے رسولؐ سے محبت اپنی جانوں سے زیادہ نہیں رکھتے وہ اگرچہ اطاعت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر وہ ایمان والے نہیں ہیں، محبت میں کیا کیا ہوتا ہے اور کیا کیا نہیں ہوتا یہ ہم اپنے قارئین پر ہی چھوڑتے ہیں جو اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کے لئے کچھ اور کرے یا نہ کرے، لیکن اپنے محبُوب کی شان میں نہ ذرہ برابر بھی گستاخی کر سکتا ہے اور نہ ہی گستاخی کو برداشت کر سکتا ہے۔

اُدھر ربِ ذوالجلال والاکرام یہ فرما رہا ہے اِدھر خود محبوب اپنی محبت کے لئے کیا فرما رہے ہیں ذرا اس رُوح پرور اندازِ بیان کو ملاحظہ فرمائیے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے اور حضرت انسؓ بن مالک انصاریؓ اس کے راوی ہیں، حدیث کے الفاظ اس

marfat.com

طرح ہیں :-

لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

"تم میں کوئی مومن نہیں ہوگا جب تک میں اُس کے نزدیک اُس کے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں" (بخاری شریف ص)

بمصطفٰےؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ اُو نرسیدی تمام بُولہبی است

(اقبالؒ)

لَا یُؤمِنُ کی شرح

وہاں ہم نے منفی جملہ بنا کر "لَا یُؤمِنُ" کے معنی اخذ کئے تھے لیکن اس حدیث شریف میں تو سرکارِ دو جہاںؐ نے اپنی زبانِ گہر بار سے واضح الفاظ میں فرما دیا لَا یُؤمِنُ تم میں کوئی مومن نہیں ہوگا، اب کوئی مفروضہ نہیں کوئی در پردہ بات بھی نہیں، کوئی اشارہ یا کنایہ بھی نہیں، پھر محبت کی مقدار کا ناپ تول تو دیکھئے ماں اور باپ سے، اولاد سے، پھر سب آدمیوں سے زیادتی محبّت میں، ماں کی محبّت کا جو مقام ہے وہ کون نہیں جانتا کہ اللہ بھی اپنے بندوں سے اپنی محبّت کے درجات کو ماں کی محبّت کے پیمانے سے ناپتا ہے یعنی ستر درجہ ماں کی مامتا اور محبّت اپنے بندوں کے لئے رب تعالیٰ رکھتا ہے اور اُس کے محبوب کا حکم یہ ہے کہ اس ماں سے بھی زیادہ محبت، پھر اولاد جس کی کیسی کیسی ناز برداریاں والدین کرتے ہیں اگر اولاد کے تلوے میں پھانس چبھ جائے تو اُسے اپنے جگر میں محسوس کرتے ہیں اس بے انتہا محبّت والی شے سے بھی اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جانو اور مانو، یہ ہے رسول اللہ سے محبّت کا پیمانہ، جب انسان اپنی ماں اپنے باپ اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبّت اللہ کے حبیبؐ سے کریگا تو دیرہ احلقہ، احباب واعزار کا ہے، احول اور معاشرے کا ہے یہ خود بخود اُس

چھوٹ جائیں گے۔ یہ کوئی آسان بات نہیں، اس پر ثابت قدم رہنے والے اور اس حدیث کی تفسیر میں ڈھل جانے والے صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین تھے جو صدیوں کے قانون، باپ دادا کے حکم اور معاشرے کی مضبوط گرفت کو توڑ کر غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی تکلیفیں اُٹھائیں اور قربانیاں دیں کہ جسے تاریخ کے اوراق پر دیکھ کر ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اُن کی محبت کے نقوش قیامت تک کے لئے جریدۂ عالم پر ثبت ہو چکے ہیں۔ اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والے ان کے پیروکار اُنہی کی طرح ہر جگہ اپنے محبوب پیمبرؐ کی مدح و ثنا کریں گے اُنہی کا ذکرِ مبارک اُن کے لبوں پر ہمہ دم جاری ہوگا، ان کے اوصاف و کمالاتِ علمیہ وعمل کا باہم تذکرہ کریں گے، ان کی نگاہ اپنے محبوب کی ایک ایک اَدا سے حُسنِ بے مثالی اور جمالِ کبریائی کے پھول چُنے گی۔

وہ کمالِ حُسنِ حضورؐ ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دُور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

(اعلیٰ حضرتؒ)

یہ لوگ کسی کی ذات پر، صحابہؓ پر، آلِ رسولؐ پر حرف گیری اور تنقید نہیں کریں گے نہ یزید کے حامی ہونگے، نہ حسینؓ کے دشمن، جنھیں خاکِ مدینہ دو عالم سے خوشتر ہوگی، وہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب سے واقف ہوں گے، نام نہاد مجتہد ہونے اور شہنشاہ خطابت کا سہرا اپنے سر باندھنے کا اُنھیں ہرگز شوق نہ ہوگا، وہ کسی عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی مسجدوں کے دروازے بند نہیں کریں گے، حبیبِ خدا کی عظمت و مراتب پر لکھی گئی بزرگوں کی تصانیف میں تحریف کا اِرتکاب نہیں کریں گے، اُن کے پیشِ نگاہ اپنا مقام نہیں حضورِ پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب ہوں گے، وہ تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی ہی بے عیب کے ہیں، جس نے اُن کے اندر عیب تلاش

marfat.com

کئے اُس بدبخت نے اُن کو ماننا ہی نہیں ایمان تو بڑی دُور کی بات ہے ؎

عشقِ نبویؐ دردِ معاصی کی دوا ہے — ظلمت کدۂ دہر میں وہ شمعِ ہدیٰ ہے
بندے کی محبت سے ہے آقا کی محبت — جو پیروِ احمدؐ ہے وہ محبوبِ خدا ہے

(سید سلیمان ندوی)

مسندِ امام احمد میں حضرت ابُو دردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :-

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُبُّكَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ"

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کو جب کسی سے محبت ہو جاتی ہے) وہ محبت اُس کو (محبُوب کا عیب) دیکھنے سے اندھا اور (محبُوب کا عیب) سننے سے بہرہ کر دیتی ہے"

اور جب بندہ، بندۂ عشق ہو جاتا ہے تو اُس کا رُواں رُواں اپنے محبُوب کی ثنا کا خواہاں ہو جاتا ہے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

دل گدائے تو یا رسُول اللہؐ — جاں فدائے تو یا رسُول اللہؐ
کاش ہر موئے من زباں بودے — در ثنائے تو یا رسُول اللہؐ

یہ تو حضرت سعدیؒ کی آرزو ہے تمنا ہے مگر حضور سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کیا فرماتے ہیں ؎

چو ذرّہ ذرّہ شود ایں تنم بہ خاکِ لحد
تو بشنوی صلوات از جمیع ذرّاتم

(غوث الاعظمؓ)

عبادت بغیر اطاعت اور اطاعت بغیر محبت کی بات کی تکمیل یہاں ہوتی ہے۔

ایک سرسری جائزہ لیجئے کہ آپ نے اس طویل مضمون میں کیا پایا، عبادت اور اُس کے حقیقی مفہوم کی تشریح، انبیاء کا ذکر، افضل الانبیاء کا ذکر، عبادت کی قبولیت کا

marfat.com

دروازہ حبیبِ کبریا کی اطاعت ہے، اور اطاعت بغیر محبت کے لاحاصل ہے جس کا کوئی صلہ نہیں ہے، محبت ایمان کی بنیاد ہے، جب ایمان ہی مکمل نہیں تو کسی عبادت اور کسی اطاعت، سب سے محرومی ہو گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جن کو بے پناہ محبت ہے وہ حضورؐ کو ہی اپنا وسیلہ بنا کر قربِ الٰہی حاصل کرنے کی سعادت پاتے ہیں۔ اپنے رب کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لئے وہ محبوبِ رب کی تعریف و توصیف، مدح و ثنا کو ہی اپنی اطاعت اور عبادت سمجھتے ہیں روز و شب اسی میں مشغول رہتے ہیں، لکھتے ہیں، پڑھتے ہیں، سُنتے ہیں، سُناتے ہیں سہ

دیں سراپا سوختن اندر طلب ۔۔۔ انتہایش عشق و آغازش اَدب
زندگی را شرع و آئین است عشق ۔۔۔ اصلِ تہذیب است دیں دیں است عشق

دیں نہ گردد پختہ بے آدابِ عشق
دیں بگیر از صحبتِ اربابِ عشق

(علامہ اقبالؒ)

پہلی نعت

مصحف کو نہ کیوں فخر ہو اس صورت پر
قرآں سے پہلے یہ کتاب آئی ہے

(مرزا دبیر)

نعت کے شعری پہلو کو چھوڑ کر اس کے حقیقی مفہوم پر غور کریں تو وہ لامحدود ہے، صنفِ شاعری میں مقید نعت کی عمر بہت مختصر ہے لیکن نعت کی قدامت کے لئے مرزا دبیر کا یہ مصرعہ کہ "قرآں سے پہلے یہ کتاب آئی ہے" اس کی قدامت کا پتہ دے رہا ہے۔ یہی

marfat.com

نہیں بلکہ دُنیا کی سب سے پہلی تحریر جو کسی انسان کی نگاہ سے گزری ہے وہ بھی حمدِ باری اور نعتِ رسولؐ ہے۔ سب سے پہلا انسان یعنی حضرت ابُوالبشرؑ جن کی دُعا، جو انسان کی سب سے پہلی دُعا تھی مقبولِ بارگاہِ خداوندی ہوئی تو نعت کے وسیلے سے اور یہ نعت کسی کے دہن سے سُنی نہیں گئی تھی بلکہ وہ تحریر تھی، سب سے پہلی تحریر جس پر حضرت آدم علیہ السلام کی نگاہ پڑی، یہ واقعہ تاریخِ انسانی کا سب سے پہلا اور سب سے عظیم واقعہ تھا، ایسا واقعہ جس کی نقاب کشائی بھی ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ علم نے فرمائی، جن کے تصدیق فرمانے کے بعد ہر طرح کے شک وشبہ، اور قیاس وگمان کا خاتمہ ہو گیا، تاریخِ عالم کا نعت کی قدامت میں بے بس ہونا قدرتی امر ہے۔ اس لئے کہ تاریخ کا وجود اتنا قدیم نہیں جتنا کہ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قدیم ہے۔ جیسا کہ خود ارشادِ نبوی ہے کہ میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ آب وگِل میں تھے، یہ ہے تاریخ وجودِ موصوف کی جس کی توصیف نعت کہلاتی ہے۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے درمیان اللہ کے محبوب کا وجود ہو اور اس مخلوق کے سامنے اس وجود کا تذکرہ نہ ہو، عقل کسی بات کو آسانی سے تسلیم نہیں کرتی، آسانی سے اعتراض ضرور کر سکتی ہے لہٰذا اس کی تشفی کے لئے تاریخِ اسلام کے معتبر راویان، محدثین ومفسرین کے حوالے سے خلیفۂ دوئم امیر المومنین سیّدنا عمر ابنِ خطاب رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں جس کا اصل عربی متن "انبیار کی نعت" کے ضمن میں آئندہ صفحات پر پیش کیا گیا ہے۔ روایت مندرجہ ذیل ہے:۔

"اللہ نے فرمایا۔ اے آدمؑ! تونے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے پہچانا ابھی تو میں نے ان کو (جسداً) پیدا بھی نہیں فرمایا، اُنھوں نے (حضرت آدمؑ) عرض کی اے میرے پروردگار! جب تونے مجھ کو پیدا فرمایا اپنے ہاتھوں سے اور مجھ میں اپنی

marfat.com

رُوح پھونکی تو میں نے اپنا سر اُٹھایا اور عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا:۔
"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللہِ" (صلی اللہ علیہ وسلم)
پس میں نے جان لیا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا رکھا ہے وہ تجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے"۔

اور اس روایت کو پیش کرنے والے ہیں بیہقی، طبرانی، زرقانی علی المواھب ص۶۲، دُرِ منثور اور المستدرک حاکم ص۶۱۵/۲،

یہ نعت کا تاریخی پہلو تھا۔ ذرا یہ رُخ بھی ملاحظہ فرمائیے جس سے نعت کی قدامت کا کچھ حال معلوم ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم کا نزول غارِ حرا کی پہلی آیت سے ہوا۔ محققین و محدثین و مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ قرآنِ کریم یعنی کلامِ ربانی میں جس قدر نعتیں شہ کونین میں وہ دنیائے ہست و بُود میں سب سے بہتر ہیں اِس لئے خالق کون و مکاں کا کلام ہیں۔ یہ کلام ربی۔ اپنے نزول سے پہلے لوحِ محفوظ پر رقم تھا جب نبوّت کے ظہور کا ارادہ خالق کون و مکاں نے فرمایا جبریلؑ امین ان کلماتِ ربی کو حسب ارشادِ باری تعالیٰ تھوڑا تھوڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے رہے۔ اتنا پتہ تو چلتا ہے کہ یہ نعتیں لوحِ محفوظ پر رقم تھیں۔ لیکن کوئی نہیں بتا سکتا کہ وہ مہ و سال تھے یا نہیں، زمانہ تھا یا قبل زمانہ تھا۔ کس کے قلم نے کس وقت اور کس رسم الخط میں رقم کی،

نعت کی قدامت کا ایک اور رُخ بھی ملاحظہ فرمائیے، علامہ اقبال کا یہ شعر ؎

بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

پہلے علامہ اقبال کے دل میں توصیفِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آیا۔ پھر اس خیال نے اظہار کا ذریعہ تلاش کیا پھر لفظ کا سانچہ سامنے آیا جب یہ سب ہو چکا تو ضروری نہیں کہ اسی لمحے اس کو قرطاس پر لایا جائے ممکن ہے کہ یہ نعت کا شعر کئی روز

marfat.com

تک اُن کے حافظے میں رہا ہو اور جب انھوں نے ضرورت سمجھی اسے قرطاس پر تحریر کردیا، فرمایئے نعتِ شہِ والا کب ہوئی قرطاس پر تحریر ہونے کے بعد یا پہلے؟ شاعر کے دل میں ایک پاکیزہ اور حسین تخیل اُترتا ہے وہ اُسے فوری طور پر رقم کرنے کے لئے یوں مجبور ہے کہ نہ جانے میرا حافظہ کب ساتھ دے اور کب نہ دے یہ مجبوری اس کے خیال کو تحریری تحفظ کی جانب لے جاتی ہے، لیکن لوحِ محفوظ پر جو نعتِ شہِ والا رقم ہوئی ہیں اس میں ذاتِ باری تعالیٰ مجبور نہیں بلکہ قادرِ مطلق ہے، اب کون بتائے کہ اپنے محبوب کی ثنا کو کب اس نے لوحِ محفوظ کی عزت وعظمت بلند کرنے کے لئے رقم کیا۔ لوح، خدا کی مخلوق ہے محبوب نہیں، اور ذاتِ شہِ والا محبوب بھی ہیں اور وجہ تخلیقِ لوح وقلم بھی ہیں۔ لوح اس کائینات میں ہونے والے ایک ایک واقعہ کی تاریخ ہے جو اپنے وقوع سے قبل رقم ہوچکے ہیں۔ لہٰذا تمام مخلوقاتِ خداوندی میں لوح کو ایک خاص مقام ومرتبہ حاصل ہے چنانچہ اس کی جبیں کو روشن رکھنے کے لئے اس پر نعتِ شہِ والا رقم ہوئی جس سے اس کے مراتب بلند ہوگئے۔

زہے عزت واعتلائے محمدؐ | کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمدؐ
مکاں عرش اُن کا فلک فرش اُن کا | ملک خادمانِ سرائے محمدؐ

شانِ حق آشکار

شاعری کے اُصول وقواعد سے ہٹ کر ہم نے نعتِ ختم المرسلینؐ کی قدامت کا ذکر کیا اور تاریخ قبل تاریخ کے حوالے پیش کئے، ایک رُخ اور بھی سامنے آگیا ہے، اس کے دیدار سے بھی مشرف ہوتے چلیں، حضرت آدمؑ تا حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام انبیا کرام کا اسم گرامی کلمۂ توحید کے ساتھ وابستہ رہا ہے جیسے آدمؑ صفی اللہ اور عیسیٰؑ روح اللہ، اور اسی طرح نام مبارک نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کلمہ کا جُزو ہے، لیکن حق تعالیٰ

marfat.com

نے عرش بریں کے ستونوں پر کسی نبی یا رسول کے نام کو اپنے کلمہ کے ساتھ زینت و عزت نہیں بخشی سوائے اپنے محبوب کے اسمِ پاک کے، کلمہ کا ایک جزو خدا کی حمد ہے اور دوسرا جزو ثنائے حبیبؐ ہے، گویا کلمۂ طیبہ حمد بھی ہے اور نعت بھی، اس سے زیادہ واضح الفاظ میں یوں کہا جائے گا کہ جو حمد ہے وہی نعت ہے جو نعت ہے وہی حمد ہے، اس لئے کہ کلمہ ایک ہے اس کے ٹکڑے نہیں کئے جا سکتے کہ یہ اللہ کے لئے ہے اور یہ نصف اللہ کے رسولؐ کے لئے، ہمیں یہاں وہ حدیثِ قدسی پھر یاد آ گئی جس کا ذکر پچھلے صفحات میں آ چکا ہے۔

"جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِنْ ذِكْرِي فَمَنْ ذَكَرَكَ ذَكَرَنِي" (حدیثِ قدسی)

"(اے محبوبؐ) میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرایا جو تمہارا ذکر کرے اُس نے میرا ذکر کیا۔"

(قاضی عیاضؒ ۔ شفا شریف)

اور ساتھ ہی غالبؔ کا یہ شعر بھی ؎

آئینہ دارِ پرتوِ مہر است ماہتاب
شانِ حق آشکار زِ شانِ محمدؐ است (غالبؔ)

نعت، لغوی معنی

دنیائے شعر و سخن اور علم و ادب میں نعت کے جو لغوی معنی ہیں چند جملوں میں اس کی وضاحت بھی کرتا چلوں یہ لفظ عربی زبان کا ہے نون مفتوح عین مفتوح ت ساکن جس کے معنی ہیں تعریف کرنا، نعت یعنی ن مفتوح عین مضموم اور ت ساکن تو معنی ہونگے اچھی صفات والا ہونا، تیز رفتار ہونا" نَعِتْ" یعنی ن مفتوح عین مکسور اور ت ساکن، اس کے معنی ہیں اچھی صفات دکھانا۔ اسی طرح" نَعْتٌ" یعنی ن مفتوح عین اور ت دونوں ساکن، یہ بمعنی تعریف اور صفت کے ہیں، اسی سے مُنْعِتْ، اِستَنعَت اور دوسرے صیغے ہیں۔ مَدح بھی عربی لفظ ہے جس کے معنی تعریف کرنا ہیں، مِدحت بمعنی قابلِ ستائش کام، مدیح (جمع اس کی مدائح) تعریف و ستائش اور مادِح و مدّاح،

marfat.com

تعریف کرنے والا۔ (تسہیل العربیہ صفحہ ۸)

اُردو میں نعت تعریف و توصیف جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص معنی میں ہے چنانچہ اب اس لفظ کو تعریف کے مفہوم میں کسی اور کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا ہے

داورِ معصیتِ فکر سخنور ہے یہ نعت
اُمّتی سارے ہیں الفاظ بہیمہ ہے یہ نعت

جذبۂ عشق ہے الفاظ پہ موقوف نہیں
کہیں طلحہؓ کہیں سلماںؓ کہیں بوذرؓ ہے یہ نعت

(ادیب)

اسمِ مبارک

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اسمائے گرامی بہت ہیں، یہ بات از خود آپؐ کی عظمت اور بزرگی کی علامت ہے، عُرفی لحاظ سے بھی آپؐ کے اسمائے مُبارک اور القاب پھُولوں سے زیادہ مہک دینے والے اور موتی سے زیادہ چمک دینے والے ہیں۔ بیشتر اسمائے گرامی صفاتی ہیں، لیکن آپ کا مقدس اسمِ گرامی محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) ذاتی ہے، اہلِ عرب یہ نام نہیں رکھتے تھے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دادا حضرت عبد المطلب نے آپ کے لئے یہ نام تجویز کیا، دراصل یہ عبد المطلب کے خواب کی تعبیر تھا۔ کہ آسمان اور زمین والے ان کی ثنا ء کریں گے، حضرت بی بی آمنہؓ کو بھی خواب میں یہی بشارت دی گئی تھی کہ ان کا نام محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا، حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرماتے ہیں:-

"حضرت آمنہؓ کو خواب میں دونوں نام بتائے گئے یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم)"

یہ تو آپؐ کا ذاتی نام تھا لیکن آپؐ کے صفاتی نام بہت ہیں، ابوبکر بن العربی مالکیؒ

marfat.com

نے اپنی کتاب "الحوزی فی شرح ترمذی" میں بعض علماء کے حوالے سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ایک ہزار ہی نام ہیں، آپؐ کی ولادت سے قبل انبیاء پر کتابیں نازل ہوئیں اُن میں بھی آپؐ کا ذکر آیا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا :-

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ

حضرتِ کعب بن لوئی بن غالب جو بعثتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً چھ سو بچاس برس قبل وفات پا گئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن (نعت) میں جو اشعار کہے ہیں اُن میں آپ کا اسم مبارک اس طرح آیا ہے، یہ اشعار آپ نے جمعہ کے دن قریش کو جمع کر کے وعظ و نصیحت میں سنائے (جمعہ کے دن لوگوں کو جمع کر کے وعظ و نصیحت کرنا آپ کی ہی ایجاد ہے) آپ نبی آخر زماں کا ذکر فرماتے اور قریش کو بتاتے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری اولاد میں سے ہوں گے۔ اور یہ اشعار پڑھتے ؎

یَالَیْتَنِیْ شَاهِدٌ فَحْوَاءَ دَعْوَتِهٖ   ذَاتِ قُرَیْشٍ تَبْغِی الحق خذلانا

"اے کاش میں اُس وقت حاضر ہوتا جس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو دعوتِ حق دیں گے اور لوگ حق کو ذلیل کرنے کی خواہش کریں گے۔"

(زرقانی علی المواھب ص۲۲۵، الحادی للفتاویٰ ص۲۲۴)

آپ نے اس طرح بھی اشعار کہے جس میں اسم مبارک صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہے

عَلٰی غَفْلَتِهَا یَاْتِی النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ   فَیُخْبِرُ اَخْبَارًا صَدُوْقًا خَبِیْرُهَا

"جب زمانے کے لوگ غفلت میں ہوں گے (اُس وقت اللہ کے) نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائیں گے تو آپ سچی خبر دیں گے اور زمانے کے سچے خبیر ہوں گے۔"

(مرآۃ العالم ص۲۰۵ ج۱)

marfat.com

حضرت کعب کی عربوں میں بڑی قدر و منزلت تھی یہاں تک کہ آپ کی تاریخ وفات کو عربوں نے اپنا سنہ قرار دیدیا تھا جو عام الفیل تک اسی طرح چلتا رہا۔ پھر عام الفیل سے تاریخ بیان کرنے لگے۔ (کامل ابن اثیر ص۱۱)

اسمائے اہلِ خاندان کی عظمت

اگر آپ پچھلی سطور میں ذکر کئے گئے اسم مبارک کے ذکر کو پیشِ نگاہ رکھیں تو یہ بات اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ خداوندِ عالم نے اپنے محبوب کا جو نام پسند فرمایا تھا اور بقول حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے "کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب کا اسم گرامی اپنے نامِ پاک سے مشتق کیا ہے پس وہ عرش والا محمود اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں"۔ اس کی خبر نہ صرف انبیاء و رسل کو دیتا رہا بلکہ آپ کے اجداد میں بھی اس کا علم، اس کی خبر پہنچادی گئی، اور اسی لئے اس نام کی حفاظت بھی ہوتی رہی کہ کسی اور کو یہ جرأت نہ ہو، یہی نہیں بلکہ اس نام کے صدقے میں یہاں تک اہتمام ہوا کہ آپ کے قبیلہ اور اجداد کے ناموں میں بھی کوئی نام ایسا نہ آئے جو کفر و شرک کی ضلالت کا نشان یا علامت لئے ہوئے ہو، عرب کی فضا میں شرک اور بت پرستی گھلی ہوئی تھی وہ اپنی اولاد کے جو نام رکھتے وہ یا تو مشرکانہ ہوتے یا مکروہ اشیاء پر یا بے معنی مثلاً عبد الدار (آستانہ کا غلام) عبدِ ود (ود، دیوتا کا غلام) حرب (لڑائی) جہل (جہالت) لہب (شعلہ) عبد الشمس (سورج کا غلام) عبدِ عزیٰ (عزیٰ دیوتا کا غلام) حزن (غم) شداد (تندخو) وغیرہ وغیرہ،

عورتوں میں حنساء (چپٹی ناک والی) عاصیہ (نافرمان) رباب (باجا) عفراء (مٹی میں لتھڑی) عنیزہ (پہاڑی بکری) ھند اور دعد وغیرہ یہ تمام نام کفر و جہالت کی نشانیاں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں لیکن ادھر شانِ کریمی دیکھئے اور اپنے محبوب سے محبت کا

marfat.com

یہ عالم دیکھئے کہ جس طرح اپنے محبوب کے نام کی حفاظت اور بشارت مُسلسل چلی آرہی ہے، محبوب کے قبیلہ، خاندان، اجداد کے ناموں میں اتنی احتیاط رکھی کہ کفار مکہ اور یہودی کسی نام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اب وجد میں ہو مکروہ بتا کر طعنہ زنی کر سکیں، اس لئے اُن کے ناموں کی بھی حفاظت فرمائی کہ کوئی ایسا نام نہ رکھنے پائے جو اُس کے محبُوب پر طعنہ زنی اور دل آزاری کا سبب ہو جائے۔

عبداللہ (اللہ کا غلام) آمنہ (امن چاہنے والی) حلیمہ (حلم والی) اُمِّ یمن، (برکت والی) عائشہ (زندہ رہنے والی) اُمِّ سلمہ (سلامتی والی) وھب (بخشش) بنو اسد (شیر والے) بنو ہاشم (روٹیوں کو چورہ کر کے کھلانے والے) بنو زہرہ (کلیوں غنچوں والے) بنو سعد (نیک بخت) شیبہ (سفید بالوں، بزرگی والے) مناف (شرافت ممتاز بلند) وغیرہ، ان تمام اسماء میں بندگی، شرافت، بزرگی، امن، بخشش، حلم، برکت، سلامتی شجاعت نیک بختی اور خدمت جیسے اوصاف ہیں گویا پہلے رب تبارک وتعالیٰ نے ان کے قبیلے اور خاندان میں اُن کی آمد سے پہلے ہی اُن کے اوصافِ حمیدہ کو اسمار کی شکل دے کر پھیلا دیا اور پھر اسی کو سمیٹ کر یکجا کر کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک جزو بنا دیا، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہی ہوا تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے اسماء عرب کے جاہلانہ دبُت پرستانہ ناموں کے مقابل اس طرح خوبیوں اور وصف سے روشن اور ممیز تھے جیسے سنگریزوں میں الماس، خاروں میں گلاب، حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ مبارک کی معنوی خوبیاں، شان وعظمت، جلال وہیبت، لطف وعنایت، حسن وجمال، وصف وکمال، رموز واسرار انسانی نگاہ سے مخفی ہیں، لیکن صوری حُسن بھی اتنا ہے کہ مدّاحانِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیریں بھی اپنے خیال کے مطابق کی ہیں ؎

برفرقِ حمد طرۂ میم محمدؐ است ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بنگر کجا مقامِ عظیم محمدؐ است

(ذہین شاہ)

ہے درمیان شمس و قمر میم مصطفےٰ
روشن اسی سبب سے یہ عالم تمام ہے

(ادیب)

(۱)

تمہید سے گریز کی جانب قدم قدم
پڑھتے ہوئے درودِ محمدؐ مرا قلم
لیکر سرورِ عشق میں ڈوبا ہوا علم
ہو کر نیاز مند، کیا اُس نے سر کو خم
خم ہو کے خطِ میم بناتا چلا گیا
پردے رموزِ حق کے اُٹھاتا چلا گیا

(۲)

وہ میم جو کماں ہے اک آغوش کیطرح
محشر میں ایک سایۂ گُل پوش کی طرح
بندوں پہ رب کی رحمتِ پُر جوش کی طرح
خم اس کا فرقِ عاشقِ مئے نوش کی طرح
جو درمیاں کمان کے آیا اماں میں ہے
باہر جو رہ گیا وہ شمارِ زیاں میں ہے

(ادیب رائے پوری)

الغرض نعتِ اولیں کے ذکر کی وسعت ہمیں یہاں تک لے آئی حقیقت یہ ہے کہ تعریفِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نثر ہو یا نظم نعت ہی ہے۔ یہ ذکر اولیٰ و اعلیٰ قبائے نعت میں دربارِ شاعری کا ایک رتن ہی نہیں اور نہ ہی اسے اصنافِ سُخن کہہ کر مقید کیا جا سکتا ہے، میرے نزدیک جب تک دلِ مومن نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مُستنیر نہ ہو، دماغ عظمتِ رسولؐ کا اسیر نہ ہو، میرِ اُمم کی بارگاہ کا فقیر نہ ہو ضلالت اور گمرہی کے غاروں سے نکلنا دشوار ہے اور ان تمام کا ذریعۂ حصول ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے،

وہ تعریف جو عرش کے ستونوں پر کندہ ہے، وہ نعت جو لوحِ محفوظ پر رقم ہے، وہ مدحت جس کے وسیلے سے پہلے نبی کی پہلی دُعا مستجاب ہوئی، وہ کلمۂ طیبہ لَا اِلٰہ

marfat.com

مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللہِ۔ نعت کے موضوع پر جب اس گنہ گار نے لکھنے کے لئے قلم اُٹھایا تو اُس وقت پیشِ نگاہ مطالعے میں نعت کا وہ ذخیرہ نہ تھا جو اس مضمون کی تلاش میں نظر سے گزر رہا ہے۔ عقل حیران ہے، جس طرف نظر جاتی ہے حمد و ثنا کے ابواب نظر آتے ہیں ہر طرف اسی کی جلوہ فرمائیاں ہیں، چپہ چپہ سے نعت کی صدائیں آ رہی ہیں۔ گوشہ گوشہ نغمۂ نعت سے گونج رہا ہے۔ غرقِ معصیت اس راہ سے لمحہ بھر کے لئے گزر جائے تو غرقِ رحمت ہو، اس گنہ گار پر اُن کے کرم کی حد نہیں اِس دل کو جس نے بساطِ گلشن بنا دیا ہے، یقیناً جستجوئے نعت جوئے شیر سے کم نہیں لیکن ان کا کرم جسے چاہے کوہکن بنا دے ؎

جسے چاہے جیسا نواز دے یہ مزاجِ عشقِ رسولؐ ہے

(قمر انجم)

اٹھارہ نام

اللہ کے حبیب نورِ مجسم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و تکریم کو جس طرح اُن کے اسمائے گرامی سے ظاہر فرمایا گیا ہے خدائے بزرگ و برتر نے ان اسمائے مُبارکہ کے علاوہ بھی جہاں خود کو قرآن میں جس نام سے پکارا ہے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عین اسی نام سے ذکر فرمایا ہے اور ایسا عظیم الشان ذکرِ قرآنِ کریم میں تقریباً اٹھارہ مقامات پر آیا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور آئندہ بھی تسلسل سے یہ بحث آئے گی کہ قرآن کریم سراپا نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس مقام پر یہ بات اس لئے پیش کرنے کی ضرورت آئی کہ ان آیات کے حوالے میں یہ عجیب بات بھی شامل ہے کہ جو کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے لئے فرمایا وہی

marfat.com

اٹھارہ مقامات میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا اور ساتھ ہی قرآنِ کریم جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کے حبیب صلی اللہ کی تعریف و توصیف اور ان کے خلق کی تفسیر ہے، اس بیان مبارک اور کلام مقدس کے لئے بھی وہی ارشاد فرمایا ہے گویا جو مراتب اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بیان سے فرما رہا ہے جیسا کہ آگے آیات سے اس کا اظہار ہوگا وہی مراتب اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور پھر وہی درجات اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتِ سراپا (قرآن کریم) کے لئے بیان ہو رہے ہیں، اس سے اللہ کا تعلق اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ذکرِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مرتبہ اُمت میں کیا ہے از خود اس کا تعین ہو جاتا ہے ان کلماتِ ربی میں اور بھی لطیف اشارے ہیں جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

پہلے ہم ان اٹھارہ آیاتِ قرآنی کو پیش کرتے جس کے آپ منتظر ہیں۔

باری تعالیٰ اپنے لئے	اپنے محبوبؐ کے لئے	اپنے کلام یعنی ثنائے حبیبؐ
اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (نور)	قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ	وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ
اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ (عزیز)	لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ	وَاِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ
وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (عظیم)	وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ	وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ
تَبٰرَکَ الْکَرِیْمُ الَّذِیْ (کریم)	اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ	اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ
وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا (شہید)	وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰۤؤُلَآءِ شَہِیْدًا	وَیَتْلُوْہُ شَاھِدًا
ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ (حق)	یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الْحَقُّ	حَتّٰی جَآءَھُمُ الْحَقُّ
ھُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ (مبین)	اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ	وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ
سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی (ذو العلی)	بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی	لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ

marfat.com

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى (ہادی)	لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى	لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى
حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا (حاکم)	اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ	حُكْمًا عَرَبِيًّا
وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ (ذوالرحمۃ)	وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ	وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى (نذیر)	بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا	بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ
طٰهٰ (طاہر)	وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا	فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ
اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ (طیب)	وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ	وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ
وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ (داعی)	وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ	اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ
قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (قائم)	لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ	قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا
وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (صادق)	مُصَدِّقٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ	وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ
فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (احسن)	لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ خمسِ تَقْوِيْمٍ	اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

دیکھئے پروردگارِ عالم نے قرآنِ کریم میں جس طرح اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ مبارک کو اپنے ذکرِ جلیل کے ساتھ وابستہ کیا ہے، اس کی ایک مختصر سی جھلک نفظوں کی صورت میں آپ کے سامنے پیش ہوئی ورنہ حقیقت یہ ہے کہ علومِ غیبی کی مظہر یہ وہ آیات ہیں جن سے اسرارِ قدس کی شعاعیں پھوٹتی، جب اہلِ معرفت اسرارِ عشق و محبت کی کشتی میں سوار ہو کر دریائے معانی کی سیر کرتے ہیں تو حکمت لاریبی کے موتی دریافت کرتے ہیں۔ اگر مجھ سا تشنۂ علم و طالبِ معرفت ان اٹھارہ ۱۸ اسمائے قدس اور ان کی نسبت پر اظہارِ خیال کی ادنیٰ کوشش کرے تو ایک سو صفحات باوجود اپنی کم مایہ علمی کے پُر کر دے گا چہ جائیکہ کوئی صاحبِ معرفت رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اسمائے مبارک کے کمالات و محاسن کی تحسین و توصیف میں قرطاس پر موتی بکھیرے تو وہ ہزار ہا صفحات پر پھیل جائیں۔ چونکہ اس

marfat.com

فہرست میں سب سے پہلے نور کا ذکر ہے ۔ اسی لئے اس پر چند سطور جو اختصار ہیں کسی ایک تحریر کا پیش کرتا ہوں اس تعلق سے آپ اٹھارہ ہی نہیں بلکہ اُن ایک سو اسمار مقدس پر خود غور فرمائیں اور ان اسمار مقدس کی تعداد بھی ایک سو میں مقید نہیں ہے جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔

قرآن کریم کی یہ آیت جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہہ کر متعارف کرایا گیا ہے، اس کے متعلق مفسرین نے نہایت واضح اور صریح الفاظ میں تحریر کیا ہے کہ نور سے مُراد حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے، ہم پہلے چند حوالے پیش کرتے ہیں۔

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جنھیں ترجمان القرآن کا لقب بھی ملا تھا، ارشاد فرماتے ہیں :۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ یعنی مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم

(تفسیر ابن عباس صفحہ ۷۲)

"بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم"

(بحوالہ ترجمہ :۔ اَلذِّکرُ الحسین فی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

امام الکبیر علامہ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ابن جریر میں اس آیت کی شرح میں فرمایا۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ یعنی بالنُّوْرِ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْ اَنَارَ اللّٰہُ بِہِ الْحَقَّ وَاَظْھَرَ بِہِ الْاِسْلَامَ وَمَحَقَ بِہِ الشِّرْکَ

"تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ نے اس نور سے حق کو روشن اور اسلام کو ظاہر کیا اور شرک کو مٹایا"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور علامہ ابن جریر طبری کے بعد محی السنۃ علامہ

marfat.com

علاؤ الدین علی بن محمد المعروف بالخازن رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے، فرماتے ہیں:۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ یعنی محمدًا صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّمَا سَمَّاہُ اللّٰہُ نُوْرًا لِاَنَّہٗ یُھْتَدٰی بِہٖ کَمَا یُھْتَدٰی بِالنُّوْرِ فِی الظَّلَامِ

(تفسیر خازن ص۱۷ ج۲)

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نور اس لئے رکھا کہ آپ کی نورانیت سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے

جیسا کہ تاریکیوں میں نور سے راہ پائی جاتی ہے"۔

اسی آیت کی شرح میں امام علامہ حافظ الدین ابو البرکات عبداللہ احمد النسفیؒ ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَالنُّوْرُ مُحَمَّدٌ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِاَنَّہٗ یُھْتَدٰی بِہٖ کَمَا سُمِّیَ سِرَاجًا۔

اور نور، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ آپ کے نور سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے

جیسا کہ آپ کو سراجاً منیرا فرمایا گیا"۔ (تفسیر مدارک ص۱ ج۲)

اور اب ملاحظہ فرمائیے قرآن کریم کی اس آیت کی تشریح میں امام المتکلمین علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:۔

اِنَّ الْمُرَادَ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدٌ وَّ بِالْکِتَابِ الْقُرْآنُ (تفسیر کبیر ص۳۹۵ ج۳)

" بلا شبہ نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے"۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا جو مقام اور جو علمیت ہے وہ ہر دور میں منفرد ہے۔ اہل تحقیق حصول لقمۂ انعام و اکرام کے لئے انھیں کے دسترخوانِ جود و سخا کی جانب نیازمندانہ ہاتھ بڑھاتے ہیں، اور جو لوگ نور اور کتابِ مبین سے مراد صرف قرآن کریم ہی لیا کرتے ہیں اس کا آپ (امام رازی) نے رد فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

marfat.com

هٰذَا ضَعِيْفٌ لِاَنَّ الْعَطْفَ يُوْجِبُ الْمُغَايَرَةَ بَيْنَ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ

(تفسیر کبیر ص۳۹۵ ج۳)

"یہ قول ضعیف ہے کیونکہ عطف معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغایرت ثابت کرتا ہے۔"

الاتقان اور خصائص الکبریٰ جیسی معرکۃ الآرا تصانیف کے مشہور زمانہ مصنف حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ هُوَ نُوْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(تفسیر جلالین)

"تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور، وہ نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

حضرت علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا اس آیت مبارکہ کی تشریح میں حسب ذیل ارشاد ہے اور حوالہ کے ساتھ ہے:۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ عَظِيْمٌ وَهُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ وَالنَّبِيُّ الْمُخْتَارُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِ ذَهَبَ قَتَادَةُ وَالزُّجَاجُ۔

(روح المعانی ص۹۷)

"تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نورِ عظیم اور وہ نور الانوار نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہی مسلک حضرت قتادہ اور زجاج کا ہے۔"

حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں اس طرح گہربار ہوتے ہیں:۔

سُمِّيَ الرَّسُوْلُ نُوْرًا لِاَنَّ اَوَّلَ شَيْءٍ اَظْهَرَهُ الْحَقُّ بِنُوْرِ قُدْرَتِهٖ مِنْ ظُلْمَةِ الْعَدَمِ كَانَ نُوْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ

marfat.com

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ (تفسیر روح البیان ص۵۴۸)

" اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور رکھا کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے نور سے سب سے اوّل ظاہر فرمایا وہ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے، جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا ہے"۔

دینِ اسلام کے رکنِ رکین اور سنت کو تازہ فرمانے والے ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد جنہیں "الفراء" اس لئے کہا جاتا تھا کہ آپ ایک خاص حیوانی کھال فروخت کرتے تھے اور آپ کو "البغوی" بھی کہا جاتا ہے جو ایک شہر کی طرف نسبت ہے، عبادت گزار اور عالمِ ربانی گذرے ہیں ۵۱۶ھ میں وصال ہوا ہے، آپ کی مشہور تصنیف حدیث پر "شرح السنۃ" جسے فقہی ابواب کے اسلوب پر ترتیب دیا گیا ہے آپ نور کے متعلق فرماتے ہیں :۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ یعنی مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(تفسیر معالم التنزیل ص۲۳ حاشیہ خازن)

" بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم"۔

کتاب الشفاء بالتعریف بحقوق المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مصنف خاندانِ حمیر کے نامی گرامی فرد یحسب بن مالک کی نسل سے حضرت ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

وَقَدْ سَمَّاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ نُوْرًا وَّسِرَاجًا مُّنِیْرًا فَقَالَ تَعَالٰی قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ وَقَالَ تَعَالٰی اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَقَالَ فِیْ غَیْرِ ھٰذَا الْمَوْضِعِ اَنَّہٗ كَانَ لَا ظِلَّ لِشَخْصِہٖ فِیْ

marfat.com

شَمۡسٍ وَّلَا قَمَرٍ لِاَنَّهٗ کَانَ نُوۡرًا وَّاَنَّ الذُّبَابَ کَانَ لَا یَقَعُ عَلٰی جَسَدِہٖ وَلَا ثِیَابِہٖ ۔ (شفاء شریف)

"اور بلاشبہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نُور اور سراجِ مُنیر رکھا جیساکہ فرمایا بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نُور اور روشن کتاب اور فرمایا بیشک ہم نے آپ کو بھیجا شاہد و مُبشّر و نذیر اور اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بُلانے والے اور سراج منیر بناکر اور بلاشُبہ آپ کا سایہ نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں کیونکہ آپ نُورِ محض تھے اور نہ ہی آپ کے جسمِ مقدّس اور لباس اطہر پر مکھی بیٹھتی تھی۔"

یہ نہایت اختصار ہے ان تشریحات کا جو چند ایک کی گئی ہیں اس آیۂ کریمہ کی جو بیان کر رہی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور ہونے کا اور ہم نے طوالت سے گریز کیا ہے ورنہ اور بھی اکابرین کی اس پر تفسیریں تحریر کی جاسکتی تھیں جو کچھ بیان ہوا یہ بھی اختصار ہے، اب ہم قرآنِ کریم سے اٹھارویں پارہ کی ۱۰ویں رکوع کی آیات پر بھی غور کریں جس میں رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے نُور ہونے کے متعلق خود ارشاد فرمایا ہے اور اس بات کو سمجھانے کے لئے کچھ مثالیں بھی دی ہیں کہ اللہ کا نور کیا ہے اور ان امثال کا مطلب کیا ہے، اس پر مفسرین نے کیا تحریر فرمایا ہے تاکہ ان دونوں جُدا جُدا قرآنی آیات میں نُور کے ذکر کا تعلق معلوم ہو سکے پہلی بحث اس امر پر تھی کہ قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ میں نُور سے مُراد صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات ہے کوئی اور معنی نہیں جس پر ہم نے علامہ ابن جریر طبری سے لے کر علامہ علاؤالدین علی بن محمد المعروف بالخازنؒ، علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد السنفیؒ، علامہ امام فخرالدین رازیؒ، حضرت امام حافظ جلال الدین سیوطیؒ، حضرت علامہ محمود آلوسی بغدادیؒ حضرت علامہ اسماعیل حقیؒ امام ابومحمد الحسین الفراء البغویؒ اور علامہ امام حافظ ابوالفضل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات نقل کئے، یہ تمام آئمہ کرام مستند حضرات ہیں اور قریب تر زمانے کے

marfat.com

مشاہیر اہلِ علم میں جیسے حضرت ابُو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد الطبری ہیں جن کا سن وفات ۳۱۰ھ ہے " تفسیر ابن جریر" کے علاوہ بھی آپ کی تالیف "تہذیب الآثار" وہ کتاب ہے جسے فقہی ابواب کے اسلوب پر ترتیب دیا گیا ہے ۔ اور ان کی جملہ تالیفات میں یہ عجیب کتاب ہے، اس کی ابتدار آپ نے حضرت سیدنا ابُو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ان مرویات سے کی جو آپ سے بہ سند صحیح مروی ہیں حدیث کی علت، طرق اور فقہ و سنن پر بحث بھی شامل ہے اور علماء کے اختلاف اور دلائل پر بھی روشنی ڈالتے چلے گئے ہیں، حدیث کے معانی اور مشکل الفاظ پر بھی کلام کیا ہے اور اسی اسلوب کو جاری رکھتے ہوئے عشرۃ المبشرہ، اہلِ بیت اور دُوسرے قرابت داروں کی مرویات مکمّل کی ہیں اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی مسند سے بھی ایک بڑا حصہ مکمل کیا ہے افسوس کہ اس تالیف کی تکمیل سے پہلے ہی داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور پردہ فرما گئے ۔ اس تالیف میں جو اہتمام ہے اس سے آپ کی ذہانت، محنت، اور تحقیق کا اندازہ ہوتا ہے اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور ہونے پر جو ارشاد فرمایا ہے اس کی اہمیت کا اندازہ مندرجہ بالا سطور سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے ۔ نیز حضرت سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا قول بھی نقل ہے جنھیں ترجمان القرآن کا لقب ہے اور احادیث کی روایت میں آپ کا مقام نہایت بلند ہے ۔

اب اٹھارویں پارہ کے دسویں رکوع کی اِس آیت پر نظر ڈالئے جس میں خود رب تبارک و تعالیٰ اپنے نُور کی مثال دے رہا ہے، اور ان مثالوں کے متعلق حضرت کعب احبار، حضرت ابن جبیر، علاّمہ علاؤ الدین علی بن محمدؒ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، امام ابن ابی حاتم وغیرھم کیا فرماتے ہیں ۔ اِرشاد ہوتا ہے :۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ

marfat.com

زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ؀

ترجمہ:۔ "اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اُس کے نُور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ جس میں ایک چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے روشن ہوتا ہے مبارک درخت زیتون سے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی، قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ اس کو آگ نہ لگے نُور پر نُور ہے اللہ ہدایت فرماتا ہے اپنے نُور کی جس کو چاہتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔"

دوسری جگہ اسی نور کے لئے ارشاد فرماتا ہے:۔

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ؀ (قرآن دسواں پارہ دسواں رکوع)

ترجمہ:۔ "کفار تو چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نُور کو بجھا دیں مگر اللہ اپنے نُور کو پُورا کر کے ہی رہے گا اگرچہ کافر بُرا مانیں۔"

اب ملاحظہ فرمائیے اِس آیت شریفہ کی تفسیر و تشریح میں کیا کچھ کہا گیا ہے اور کن حضرات نے کہا ہے۔ حضرت کعب احبار رضؓ فرماتے ہیں:۔

اَلْمُرَادُ بِالنُّوْرِ الثَّانِیْ ھُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی مَثَلُ نُوْرِہٖ اَیْ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (بحوالہ شفا شریف)

"اللہ تعالیٰ کے ارشاد مَثَلُ نُوْرِہٖ میں نور ثانی سے مُراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی اِسی کے عین مطابق ہے۔

marfat.com

تفسیرِ خازن میں ان آیات کی شرح میں حضرت علامہ علاؤ الدین علی بن محمد المعروف بالخازن اس طرح ارشاد فرماتے ہیں :۔

وَقِیْلَ وَقَعَ هٰذَا التَّمْثِیْلُ لِنُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِکَعْبِ الْاَحْبَارِ اَخْبِرْنِیْ عَنْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ قَالَ کَعْبٌ ھٰذَا مَثَلٌ ضَرَبَہُ اللّٰہُ لِنَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَالْمِشْکٰوۃُ صَدْرُہٗ وَالزُّجَاجَۃُ قَلْبُہٗ وَالْمِصْبَاحُ فِیْہِ النُّبُوَّۃُ تُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ ھِیَ شَجَرَۃُ النُّبُوَّۃِ یَکَادُ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَمْرُہٗ یَتَبَیَّنَ لِلنَّاسِ وَلَوْ لَمْ یَتَکَلَّمْ بِہٖ اَنَّہٗ نَبِیٌّ کَمَا یَکَادُ ذٰلِکَ الزَّیْتُ یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ النَّارُ (تفسیرِ خازن ص ۳۳۲/۱)

"اور کہا گیا ہے یہ تمثیل نورِ محمدی صَلَّی اللہ علیہ وسلم کی ہے (چنانچہ) حضرت ابنِ عباسؓ نے کعب احبار سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ کے معنی مجھے بتاؤ، انھوں نے فرمایا اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان فرمائی ہے تو مشکواۃ (طاق) سے مراد آپ کا سینہ اور زجاجہ (فانوس) سے مراد آپ کا قلب اور مصباح سے (چراغ) مراد نبوّت ہے جو نبوّت کے مبارک شجر سے سے روشن ہے اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی اور چمک ایسی ہے کہ اگر آپ اپنے نبی ہونے کا بیان نہ فرمائیں تب بھی لوگوں پر ظاہر ہو جائے"۔

اسی بات کو کہ طاق اور فانوس کی مثال کے کیا معنی مراد ہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس طرح ارشاد فرماتے ہیں :۔

اَلْمِشْکٰوۃُ جَوْفُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالزُّجَاجَۃُ قَلْبُہٗ وَالْمِصْبَاحُ النُّوْرُ الَّذِیْ جَعَلَہُ اللّٰہُ فِیْہِ لَا شَرْقِیَّۃٌ وَّلَا غَرْبِیَّۃٌ لَا یَھُوْدِیٌّ وَّلَا نَصْرَانِیٌّ تُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ اِبْرَاھِیْمَ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ قَلْبُ اِبْرَاھِیْمَ

marfat.com

وَنُوْرُ قَلْبِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ   (تفسیر خازن ص۳۲۲)

" کہ طاق تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اور فانوس قلبِ مُبارک ہے اور چراغ وہ نورُ ہے جو اللہ نے اس میں رکھا ہے وہ نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی نہ یہُودی ہے نہ نصرانی روشن ہے شجر مُبارکہ یعنی ابراہیم (علیہ السلام) سے نُور بر نور ہے یعنی نُورِ قلب ابراہیم پر نور قلبِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان تفاسیر کی روشنی میں آپ جائزہ لیں ان اٹھارہ کلماتِ ربّی (آیات) کا جنھیں ہم نے پیش کیا ہے۔ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ صرف اس ایک اسم کی جو تفاسیر ہیں اس میں سے یہ ایک اختصار ہے اگر تمام اسماءِ مُبارکہ کی تفاسیر کے حوالے پیش کئے جائیں تو اس کے لئے ایک علیحدہ کتاب لکھی جائے گی انشاء اللہ اگر زندگی نے وفا کی تو اسمائے مقدّس حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جُدا مقالہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

یہ تو اسماءِ مقدس کی تفسیر کا ذکر تھا، علم جفر کے اعتبار سے ہر اسم کے اعداد کے رموز و اسرار کا معاملہ جُدا ہے۔ اس پر بھی بہت کچھ لکھا جانا ہے اور اگر اُن کا بیان کیا جائے تو مزید ایک دفتر کھُل جائے گا، یہ تمام بحث، یہ تمام تفاسیر وہ خوبصورت نثری نعتیں ہیں جو خود بے مثل و بے نظیر ہیں، اس لئے کہ قرآن کریم کے لئے بھی وہی اسماء کا فرمایا جانا حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مدح و ثناء کی بھی تعریف ہے اور ملاحظہ فرمائیے کہ اگر ایک ایک اسم پر غور کیا جائے تو عجیب عجیب اشارات سامنے آتے ہیں، مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس نُور ہے، اور آپ کا ذکر (قرآن) بھی نُور ہے ایسا نُور جسے رب تعالیٰ نے اپنی زبان سے نُور فرمایا ہے گویا حضوؐر نُور ہیں اس لئے ان کا ذکرِ خیر نوری ہوا، یہ کیسے ممکن ہے کہ بیان تو نُور ہو اور صاحبِ بیان یا جس کا

marfat.com

بیان ہو رہا ہے وہ نُور نہ ہو، اسی طرح ذکرِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نُور بھی ہے عزیز بھی ہے، عظیم بھی ہے، کریم و شہید بھی ہے حق اور مُبین بھی ہے ذوالعلیٰ بھی ہے حاکم وہادی بھی ہے (غور فرمائیے کہ ذکر بھی حاکم ہے) ذوالرحمتہ و نذیر بھی ہے، طاہر و طیّب بھی ہے، داعی بھی ہے احسن بھی ہے اور صادق و قائم بھی ہے، سُبحان اللہ کس کس بات پر نظر ڈالی جائے، اور کس کس نکتہ کو بیان کیا جائے عقل حیران ہے ہوش گُم ہیں ؎

ترا وصف بیاں ہو کس سے تری کون کرے گا بڑائی
اِس گردِ سفر میں گُم ہے جبریلؑ امیں کی رسائی

(ادیب)

marfat.com

صفاتی اسمائے مبارکہ قرآن میں

حضرت عباس بن عبد المطلب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں فرماتے ہیں ؎

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللہَ اَکْرَمَ اَحْمَدًا بتفضیلہ وَاللہُ اعلیٰ وامجد
وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لیجلہ فذو العرش محمود وھذا مُحَمَّدٌ

قرآنِ کریم میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے جس حُسن بیان کے ساتھ اپنے محبوب کا ذکر فرمایا ہے اُسے ہم ایک ترتیب کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:-

۱- مُحَمَّدٌ — قَالَ اللہُ تَعَالیٰ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ
۲- محمود — عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا
۳- احمدٌ — مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ
۴- اَلْمُصْطَفٰی — اَللہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ
۵- اَلْمُجْتَبٰی — وَلٰکِنَّ اللہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ
۶- اَلْمُرْتَضٰی — اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ
۷- اَلْمُقْتَدٰی — لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ
۸- اَلْمُخْتَار — وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ
۹- اَلْمُفَضَّل — وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ
۱۰- اَلْمُعَزَّز — وَتُعَزِّرُوْہُ
۱۱- الموقر — وَتُوَقِّرُوْہُ
۱۲- اَلْمُقَرَّب — اَوْ اَدْنٰی
۱۳- المؤید — وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا

marfat.com

۱۴۔	اَلمعلّم	وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ
۱۵۔	اَلحکم	حَتّٰی یُحَکِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ
۱۶۔	اَلعالم	فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
۱۷۔	اَلحاکم	اَنِ احْکُمْ بَیْنَهُمْ
۱۸۔	اَلخاتم	وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ
۱۹۔	اَلشّاکر	وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ
۲۰۔	اَلذّاکر	وَاذْکُرْ رَّبَّكَ
۲۱۔	اَلصابر	وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ
۲۲۔	اَلطّاہر	طٰہٰ
۲۳۔	اَلعابد	فَاعْبُدْ رَبَّكَ
۲۴۔	اَلسّاجد	وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ
۲۵۔	اَلشّاہد	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا
۲۶۔	اَلمبشّر	وَّمُبَشِّرًا
۲۷۔	اَلنذیر	وَّنَذِیْرًا
۲۸۔	اَلداعی	وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ
۲۹۔	اَلسّراج	وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا
۳۰۔	اَلصّاحب	مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ
۳۱۔	اَلاٰمر	یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ
۳۲۔	اَلنّاہی	وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ
۳۳۔	اَلرّاضی	لَعَلَّكَ تَرْضٰی
۳۴۔	اَلقاضی	اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا

marfat.com

٣٥- اَلهَادی — وَاِنَّكَ لَتَهدِی

٣٦- اَلتَالی — اُتلُ مَا اُوحِیَ اِلَیكَ

٣٧- اَلقَاری — اِقرَاْ بِاسمِ رَبِّكَ

٣٨- اَلمهدی — وَیَهدِیَكَ صِرَاطاً مُّستَقِیماً

٣٩- المکفی — اِنَّا كَفَینٰكَ المُستَهزِءِینَ

٤٠- اَلمصلّی — فَصَلِّ لِرَبِّكَ

٤١- اَلمُنادی — سَمِعنَا مُنَادِیاً

٤٢- المبلّغ — بَلِّغ مَا اُنزِلَ اِلَیكَ

٤٣- اَلمبین — لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ

٤٤- اَلمُعلّم — وَیُعَلِّمُهُمُ الكِتَابَ وَالحِكمَةَ

٤٥- اَلمُذکّر — اِنَّمَا اَنتَ مُذَكِّرٌ

٤٦- اَلمُزّمِل — یٰاَیُّهَا المُزَّمِّلُ

٤٧- اَلمُدّثر — یٰاَیُّهَا المُدَّثِّرُ

٤٨- اَلمطهّر — وَیُطَهِّرَكُم تَطهِیرًا

٤٩- المصدّق — مُصَدِّقٌ لِّمَا بَینَ یَدَیهِ

٥٠- اَلمومن — اٰمَنَ الرَّسُولُ

٥١- اَلمسبّح — فَسَبِّح بِاسمِ رَبِّكَ

٥٢- المرتّل — وَرَتِّلِ القُراٰنَ تَرتِیلاً

٥٣- المتبتّل — وَتَبَتَّل اِلَیهِ تَبتِیلاً

٥٤- اَلمتوکّل — وَتَوَكَّل عَلَی اللّٰهِ

٥٥- اَلمُتهجّد — وَمِنَ الَّیلِ فَتَهَجَّد بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ

marfat.com

٥٦- اَلمستغنه	فَاسْتَغنِه
٥٧- اَلمستغفر	فَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ
٥٨- اَلمُستقيم	فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ
٥٩- اَلمرسل	اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ
٦٠- اَلرَّسول	يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ
٦١- اَلنَّبی	يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ
٦٢- اَلمودع	مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى
٦٣- اَلشهيد	وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا
٦٤- اَلعزيز	عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
٦٥- اَلحريص	حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ
٦٦- اَلرّؤف	وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ الرَّحِيْم
٦٧- اَلرَّحيم	" " " "
٦٨- اَلكريم	اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ
٦٩- اَلبشير	لِلنَّاسِ بَشِيْرًا
٧٠- اَلامين	رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ
٧١- اَللين	فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ
٧٢- اَلمبعوث	بَعَثَ فِي الْاُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا
٧٣- اَلمعصوم	وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ
٧٤- اَلمحفوظ	يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ
٧٥- اَلمرفوع	وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ
٧٦- اَلمنصور	وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا

marfat.com

۷۷- اَلمغفور لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ
۷۸- اَلمامور فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ
۷۹- اَلحق لَقَدْ جَآءَكُمُ بِالْحَقِّ
۸۰- اَلنّور لَقَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ
۸۱- اَلبُرهان لَقَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ
۸۲- اَلبیّنہ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ
۸۳- اَلھدیٰ اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى
۸۴- الرّحمت وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِلْعٰلَمِيْنَ
۸۵- اَلنّعمۃ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ
۸۶- اَلعَبد اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ
۸۷- اَلفجر وَالْفَجْرِ
۸۸- وَالضحیٰ وَالضُّحٰى
۸۹- الظّل كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ
۹۰- اَلنّجم وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى
۹۱- اَلبدر طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا
۹۲- اَلشّمس وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا
۹۳- عبداللہ وَاِنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ
۹۴- اَلماحی
۹۵- اَلحاشر
۹۶- اَلعاقب
۹۷- اَلاسم
۹۸- اَلتاسع
۹۹- التسعون

marfat.com

سابقہ کتب میں اسمائے گرامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

منذ منذ	توریت
طاب طاب	انجیل
عاقب	زبور
فارقلیط	انجیل
روحا	دیگر صحائف
اولایا	" "
ضحوک	" "
مشقح	" "
امیدا	" "
ماذماذ	" "
مختار	" "
قثیم	" "
نبی الملاحمۃ	" "

اگر مزید اس پر تحقیق کی جائے تو اور بھی اضافہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ ان اسمائے مقدسہ کا وجود ضرور ہے مگر ہماری چشم تحقیق سے ابھی پوشیدہ ہے، اور ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پر تحقیقی کام کیا جائے۔

marfat.com

قرآن اور نعت

قرآنِ کریم سرچشمۂ نعایت ہے اور ہر ہر مرحلہ میں وہ راہبر و راہ نما ہے عشق اور آدابِ عشق زندگی کا جوہر ہیں جہاں زندگی کی عام باتوں میں قرآن قدم قدم پہ رہبری کر رہا ہے یہ کیونکر ممکن ہے کہ زندگی کے اِس حسین رُخ پر جو حاصلِ زندگی ہے اس کی رہبری کی شعاعیں نہ پڑ رہی ہوں، قرآن کا تعلق سب سے پہلے صاحبِ قرآن سے ہے اس لئے بھی کہ اس کا نزول انہی کی ذاتِ اقدس پر ہوا ہے اور اس لئے بھی کہ وہ ذاتِ والا مقصودِ کائنات ہے، لازم تھا کہ مقصودِ کائنات کی مدح و ثنا جو مقصودِ حیاتِ مومن ہے کے آداب میں بھی قرآن راہنمائی کرتا اس راہنمائی کے لئے یہ بھی لازم تھا کہ اس ذاتِ والا کی مدحت کے نمونے بھی پیش کرتا، چنانچہ قرآنِ کریم میں حضور علیہ السلام کے محامد و محاسن کا جو بھی انداز ہے جو بھی اس کی طرزِ ادا ہے وہ خالقِ کائنات کا طرزِ بیان ہے جس سے بہتر تو کیا جس کے برابر بھی کوئی کلام نہ ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے' قرآن کریم سے جہاں زندگی کو سنوارنے، اُس کے حُسن کو نکھارنے، اس کے بگاڑ اور عیب کو دُور کرنے کے لئے ہر طبقہ اور ہر گروہ کے مفکرین نے استفادہ کیا ہے، سرکارِ دوجہاں کی مدح و ثنا کرنے والوں نے مدحت کے باب میں بھی اسی کو راہنما بنایا ہے، یُوں تو قرآنِ کریم کی کوئی سورۃ ایسی نہیں کہ جس سے صاحبِ قرآن کی تعریف و توصیف کا پہلو بھی نہ نکلتا ہو، اگر وہ جنت کی وعید ہے تو اتباعِ رسول ؐ کا انعام ہے اگر وہ دوزخ کا خوف ہے تو نافرمانی اور گستاخئ رسول کا شاخسانہ ہے۔ اگر وہ ماضی کا حوالہ ہے تو ذاتِ موجود کی اطاعت اور اتباع کی تنبیہ کے لئے ہے، الغرض ہر سُورۃ اپنے اندر صاحبِ قرآن کی توصیف کا پہلو لئے ہوئے ہیں لیکن بیشتر آیات صاف اور واضح الفاظ میں حضور ؐ کی ثنا خواں ہیں، ہم ایسی قرآنی نعتوں کا حوالہ دے رہے ہیں، جس کے دو فائدے

marfat.com

ہیں، ایک تو یہ کہ خداوند کریم کی ذات جو بے نیاز ہے اور اسی قرآنی آیات میں اس کی بے نیازی کا اعلان ہے (سورۂ اخلاص) اپنے محبوب کی تعریف میں مصروف نظر آتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ جس سے بے پناہ محبت ہو اس کی بے پناہ تعریف کرنی چاہیئے دوئم اس بات کا تقاضا ہے کہ اے ایمان والو تمہارے نزدیک بھی تمہارا محبوب وہی ہے جو ہمارا محبوب ہے پس جس طرح ہم اپنے محبوب کے اوصاف بیان کرتے ہیں تم بھی اس محبوب کی تعریف و توصیف بیان کرو جو تمہیں تمہاری جانوں اور تمہارے مال سے زیادہ تم کو عزیز ہے، ان آیاتِ مبارکہ و آیاتِ رحمت میں ہمیں وہ ادب بھی میسر آتا ہے کہ اللہ کے محبوب کا وصف بیان ہو تو کس طرح ہو۔

سورۂ احزاب تا سورۃ النساء

سورۃ الاحزاب کی چند نعتیں

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

"تحقیق اللہ اور اس کے ملائکہ درود بھیجتے ہیں اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر"

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

"آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خاتم نبوت ہیں"

وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا

روشن چراغ ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ

"داعی الی اللہ ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ

"ایمان والوں کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں"

marfat.com

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ

"اُن کے حکم سے کسی کو مفر نہیں"

وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ

"اُن کے حکم پر سرِ تسلیم خم کرنا لازم ہے"

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا

"شاھد ہیں، مُبَشِّر ہیں، نذیر ہیں"

سورۂ آلِ عمران کی چند آیتیں

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ

"جن کے لئے خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا"

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

"مسلمانوں پر اللہ کا احسان ہیں"

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ

"مجتبیٰ ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

وَيُزَكِّيْهِمْ "مُزکّیِ نفوس ہیں"

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

"معلّمِ کتاب و حکمت ہیں"

marfat.com

چند دیگر سورتوں میں

وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

"اوّل المسلمین ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ انعام)

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ

"اوّل المومنین ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ بقرہ)

وَاِنَّہٗ لَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ

"سراپا ہدایت ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ نمل)

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

"سراپا رحمت ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ انبیاء)

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ

"صاحب کوثر ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ کوثر)

وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ (سورۃ صف)

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں آپ (سورۃ فتح)

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ

یٰسین ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ یٰسین)

طٰہٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی

طٰہٰ ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ طٰہٰ)

marfat.com

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ

"کملی والے ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ مزمل)

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ

"چادر والے ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ مدثر)

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ

"نبیٔ اُمّی ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ اعراف)

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ

"غلط بندھنوں سے نجات دہندہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ اعراف)

وَالَّذِيْ جَاءَ بِالصِّدْقِ

"حاملِ صدق ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ زمر)

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

"وہی ہر بات کے شارح ہیں" (سورۃ نحل)

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

"صاحبِ رفعت ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ انشراح)

سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ

"عبدِ کامل ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ بنی اسرائیل)

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

"صاحبِ خُلق ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ قلم)

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمُ

"رؤف اور رحیم ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ توبہ)

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

marfat.com

"تمہارے گواہ ہیں" (سورۃ حج)

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝

"ہادی اور منذر ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)" (سورۃ رعد)

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

بشیر اور نذیر ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ سبا)

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

"اللہ کا نور ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)" (سورۃ مائدہ)

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

"تاریکیوں سے نکالنے والے ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)" (سورۃ ابراہیم)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ

"مرکزِ حق ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)" (سورۃ نساء)

قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

"برہان ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)" (سورۃ النساء)

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ

حاکمِ برحق ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سورۃ النساء)

شعاعِ روئے تاباں

سورۃ احزاب سے سورۃ النساء تک چھبیس ۲۶ سورتوں سے چالیس آیات کے حوالے قرآنِ کریم کی نعتوں کے پیش کئے گئے، یہ اختصار ہے اُن آیاتِ الٰہی کا جو سراپا نعتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ورنہ اوّل تا آخر الف لام میم تا والنّاس، ہر سورۃ میں نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں الفاظ کے ظاہر میں اور کہیں اسرارِ معنی

marfat.com

میں، تصوف کے اس نظریہ سے تو ہر مکتبۂ فکر اتفاق کرتا ہے کہ یہ تمام اُسی کے مظاہر ہیں اور ذرا توجہ اور غور سے دیکھا جائے تو ہر شے میں خالقِ حقیقی کے جلوے اور اُسی کی کرشمہ سازیاں نظر آتی ہیں فرق صرف نگاہ کا ہے، اسی طرح حبیبِ خدا سے محبت کرنے والوں کو بھی ان کی محبت کی عظمت پاکیزگی اور نُور ہر آیت اور ہر سُورۃ میں قرآن کی توقیر، عظمت، مراتب، درجات، اور اُن کے حُسن کے جلوؤں سے نظر کو آشنا کراتی رہتی ہے۔ آپ فلسفے کی گہرائیوں میں نہ جائیں بلکہ روزمرہ اپنی زندگی میں اس کی بے شمار مثالیں نظر کے سامنے آتی رہتی ہیں ان میں دیکھیں، ایک شخص کی بینائی کمزور ہے وہ بغیر چشمے کے موٹا حرف بھی نہیں پڑھ سکتا ہے لیکن جب وہ چشمہ (عینک) استعمال کرتا ہے تو وہی حروف جو اُسے نظر نہیں آ رہے تھے اُس کی آنکھ اسے صاف دیکھ رہی ہوتی ہے، اس کے برعکس ایک دُوسرا شخص ہے جس کی بصارت قائم ہے اور وہ بغیر کسی عینک کے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو حقیقت میں اُس کے رُوبرو ہے مگر ضعفِ نظر والوں کو نظر نہیں آ رہا ہے، یہ ہماری روزمرہ زندگی کا مشاہدہ ہے، بالکل اسی طرح قرآنِ کریم میں اُن لوگوں کو جنھیں وہ بصارت نہیں ملی کہ وہ اسرار و رموز سے آگاہ ہو سکیں صرف اس کے اوامر و نواہی کی تلاش سے آگے نہ جا سکے، اور جن کی آنکھوں کو نُورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے بصارت عطا کی اُنھیں ایک ایک آیتِ قرآنی صاحبِ قرآن کے محامد و محاسن میں بیان کردہ نظر آتی ہے،

آپ ان قرآنی آیات پر جو سراپا نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں غور فرمائیے کس قدر حسین پیرائے میں اپنے محبُوب کی صفات بیان ہو رہی ہیں۔

اے لوگو! میرا محبُوب نُور ہے، جن کے لئے میں نے روزِ ازل تمام انبیاء کی اَرواح سے عہد لیا ہے، میرا محبوب شاہد بھی ہے، مبشّر بھی ہے نذیر بھی ہے، وہ یٰسین و

marfat.com

طٰہٰ بھی ہے (اسے میں جانتا ہوں کہ یٰسین کیا ہے طٰہٰ کیا ہے) اور وہ ایک روشن چراغ بھی ہے، میں اُسے پکارتا ہوں تو کبھی مُزمّل کہہ کر کبھی مدثّر کہہ کر، وہی جو مجتبیٰ بھی ہے مصطفیٰ بھی ہے اور وہی محمدؐ بھی ہے۔ لوگو! تمہیں اسی نے تاریکیوں سے نکالا ہے، ایمان والو! وہ تمہیں تمہاری جانوں سے زیادہ عزیز ہے، تم پر وہی تو میرا احسان ہے، جس سے بڑھ کر میرا تم پر کوئی احسان نہیں، خبردار! میرے محبوب کے حکم کی نافرمانی نہ کرنا بلکہ اُس کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کر دینا، اے ایمان والو! میں اور میرے ملائکہ اُن پر درُود بھیجتے ہیں تم بھی اُن پر درُود بھیجو جیسا کہ بھیجنے کا حق ہے۔

اے از شعاعِ روئے تو خورشیدِ تاباں را ضیا
آنی کہ ہستی را شرف بالاتر از عرشِ علیٰ

(خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ)

بات سچّی یہی ہے کہ جن کو عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی نعمت ملی ہے اُنھیں قرآنِ کریم کی ہر آیت میں جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم نظر آئے گا اور جن کے دامن میں یہ نعمت سرے سے نہیں اُن کی مثال اُس نابینا کی سی ہے جس کے آگے روشن چراغ رکھا ہو اور وہ روشنی سے پھر بھی محروم ہو، اگرچہ مثال کے لئے ایک نابینا کی ذات کو پیش کیا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ نابینا بھی اس رُوحانی بے بصر سے بہتر ہے اس لئے کہ اُسے چراغ کے روشن ہونے پر اور روشنی دینے پر یقین ہوتا ہے اور اپنی محرومئی بصارت کا اعتراف ہوتا ہے، اس کے مقابل جو آیاتِ قرآنی میں نعت کی روشنی کا بدبختی سے قائل ہی نہ ہو۔

قرآن۔ ظاہری و باطنی معنیٰ

marfat.com

تفسیرِ قرآن کے بھی چند مرتبے ہیں

تفسیرِ قرآن بالقرآن :۔ یہ سب سے مقدم ہے۔

تفسیرِ قرآن بالحدیث :۔ حضور علیہ السلام صاحبِ قرآن ہیں اور وہی معلم الکتاب والحکمۃ ہیں،

تفسیرِ قرآن فقہائے صحابہ وخلفاءِ راشدین کے اقوال :۔

تفسیرِ قرآن تابعین وتبع تابعین کے اقوال :۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔ " قرآن کے ایک ظاہری معنی ہیں ایک باطنی، ظاہری معنی کی تحقیق علمائے شریعت فرماتے ہیں اور باطنی معنی کی صوفیائے کرام"۔ (اَحیاء العلوم ، باب ہشتم)

قرآنِ پاک کے ظاہری یا باطنی معنی میں اگر کوئی خیال وجہ اختلاف ہوجاتے، تو محبت سے لبریز اور تعصب سے پاک قلوب انہی ہستیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ماخذ ہیں، جن کا ذکر سطورِ بالا میں گزرا۔

حضرتِ علی کرّم اللہ وجہہٗ کا ارشادِ گرامی یہ ہے :۔

" اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستّر اُونٹ بھردوں"۔ اندازہ کیجئے کہ ایک اُونٹ پر کتنی تفاسیر لادی جاسکتی ہیں تو ستر اونٹ پر کتنے لاکھ صفحات اور کتنی سطور ہوں گی، کسی صاحب کے ذہن میں یہ بات نہ آئے تو وہ ابتدائے کتاب میں ان آیات پر بحث ملاحظہ فرمالیں جو قُل لَّوكَانَ الْبَحرُ مِدَادًا کی تفصیل میں کی گئی ہے، پھر حضرت علی ابنِ ابی طالب کرّم اللہ وجہہٗ کا یہ فرمان کیوں نہ درست ہو،

فردوسی کہتا ہے ؎

کہ من شہرِ علمم علی ام درا ست
درست ایں سخن گفت پیغمبر است

(فردوسی)

marfat.com

جن پر یہ کتاب نازل ہوئی اُنھیں حکمت بھی عطا ہوئی اور قرآن کے اسرار و رموز بھی اُن پر کھول دیئے گئے، صاحبِ قرآن قاسم ہیں، جو عطا رب کی ہوتی ہے وہ اپنے ہاتھ سے تقسیم فرماتے ہیں ؎

اُسی کی چیز مگر ہاتھ سے محمدؐ کے
بہشت بانٹ رہا ہے خدا مدینے میں (ادیب)

یہ میرا خیال یا شاعری نہیں ارشادِ مبارک ہے جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا، (اَللّٰہُ مُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ) پھر قاسمِ نعمت نے جس کو چاہا یہ نعمت عطا کی، جسے یہ نعمتِ خاص ملی وہ قرآنِ کریم کے سربستہ رازوں سے باخبر ہوتا گیا، بیہقی لکھتے ہیں :۔

"امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ سال میں سورۂ بقر پڑھی۔" (بیہقی)

فاروقِ اعظمؓ جیسا شاگرد اور مقصودِ کائنات محبوبِ رب العالمین جیسے اُستاذ کیا کچھ نہ لیا ہوگا فاروقِ اعظمؓ نے اور کیا کچھ نہ دیا ہوگا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے،

عمرؓ کرد، اِسلام را آشکار
بیا دست گیتی چوں باغ و بہار
(فردوسی)

یہ بات جوشِ عقیدت میں نہیں کہی گئی ہے، اِسے خود امیر المومنین سیّدنا عمر فاروقؓ اس طرح فرما رہے ہیں :۔

"فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ قِيَامَةِ" (مشکوٰۃ شریف۔ باب المعجزات)

ترجمہ :۔ "ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن تمام واقعات کی خبر دیدی جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔"

جن کو صاحبِ قرآن نے اس طرح نوازا ہو وہ اگر ستر اونٹ سے زائد بھر دیں تو

marfat.com

تفسیر قرآن کے بھی چند مراتب ہیں

تفسیرِ قرآن بالقرآن :- یہ سب سے مقدّم ہے۔

تفسیرِ قرآن بالحدیث :- حضور علیہ السلام صاحبِ قرآن ہیں اور وہی معلّم الکتاب والحکمۃ ہیں،

تفسیرِ قرآن فقہائے صحابہ وخلفاءِ راشدین کے اقوال :-

تفسیرِ قرآن تابعین و تبع تابعین کے اقوال :-

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :- " قرآن کے ایک ظاہری معنی ہیں ایک باطنی، ظاہری معنی کی تحقیق علمائے شریعت فرماتے ہیں اور باطنی معنی کی صوفیائے کرام"۔ (اَحیاء العلوم، باب ہشتم)

قرآنِ پاک کے ظاہری یا باطنی معنی میں اگر کوئی خیال وجہ اختلاف ہوجاتے، تو محبت سے لبریز اور تعصب سے پاک قلوب انہی ہستیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ماخذ ہیں، جن کا ذکر سطورِ بالا میں گزرا۔

حضرتِ علی کرّم اللہ وجہہٗ کا ارشادِ گرامی یہ ہے :-

" اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستّر اُونٹ بھر دوں"۔ اندازہ کیجئے کہ ایک اُونٹ پر کتنی تفاسیر لادی جا سکتی ہیں تو ستر اونٹ پر کتنے لاکھ صفحات اور کتنی سطور ہوں گی، کسی صاحب کے ذہن میں یہ بات نہ آئے تو وہ ابتدائے کتاب میں ان آیات پر بحث ملاحظہ فرمالیں جو قُل لَّوكَانَ الْبَحرُ مِدَادًا کی تفصیل میں کی گئی ہے، پھر حضرت علی ابنِ ابی طالب کرّم اللہ وجہہٗ کا یہ فرمان کیوں نہ درست ہو، فردوسی کہتا ہے ؎

که من شہرِ علمم علی ام درا ست
درست ایں سخن گفت پیغمبر است

(فردوسی)

جن پر یہ کتاب نازل ہوئی اُنھیں حکمت بھی عطا ہوئی اور قرآن کے اسرار و رموز بھی اُن پر کھول دیئے گئے، صاحبِ قرآن قاسم ہیں، جو عطا رب کی ہوتی ہے وہ اپنے ہاتھ سے تقسیم فرماتے ہیں ؎

اُسی کی چیز مگر ہاتھ سے محمدؐ کے
بہشت بانٹ رہا ہے خدا مدینے میں (ادیب)

یہ میرا خیال یا شاعری نہیں ارشادِ مبارک ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا، (اَللّٰہُ مُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ) پھر قاسم نعمت نے جس کو چاہا یہ نعمت عطا کی، جسے یہ نعمتِ خاص ملی وہ قرآنِ کریم کے سربستہ رازوں سے باخبر ہوتا گیا، بیہقی لکھتے ہیں:۔

"امیرالمومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ سال میں سورۂ بقر پڑھی۔" (بیہقی)

فاروقِ اعظمؓ جیسا شاگرد اور مقصودِ کائنات محبوبِ رب العالمین جیسے اُستاذ کیا کچھ نہ لیا ہوگا فاروقِ اعظمؓ نے اور کیا کچھ نہ دیا ہوگا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے،

عمرؓ کرد، اِسلام را آشکار
بیادست گیتی چوں باغ و بہار
(فردوسی)

یہ بات جوشِ عقیدت میں نہیں کہی گئی ہے، اِسے خود امیرالمومنین سیدنا عمر فاروقؓ اس طرح فرما رہے ہیں:۔

"فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰی يَوْمِ قِيَامَةِ" (مشکوٰۃ شریف۔ باب المعجزات)

ترجمہ:۔ "ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن تمام واقعات کی خبر دیدی جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔"

جن کو صاحبِ قرآن نے اس طرح نوازا ہو وہ اگر ستر اونٹ سے زائد بھر دیں تو

marfat.com

یہ بھی کم ہے، یہ نعمتِ خاص، قرآن کریم کی آیات کے ظاہر و باطن کا شعور، اسرار و رموز سے آگہی جو کچھ ملا قربِ خاص کے طفیل اور یہ قربِ خاص نتیجہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کا۔

"اسرار و رموز کی اصطلاح"

قرآن کریم کی آیات میں نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث میں اسرار و رموزِ قرآنی اور واقفِ اسرار کی اصطلاح بار بار آئی ہے، بعض حضرات نے اس پر معترض ہو کر یہ فرمایا ہے کہ قرآن سرچشمۂ ہدایت ہے ہر دور ہر زمانے کے لئے اگر یہ پیچیدہ یا سربستہ راز ہے تو پھر یہ ہدایتِ عام کی کتاب کیوں کر ہوئی، اگر یہ ہر خاص و عام کے لئے ہدایت ہے اور ہر عہد کے لئے ہے تو اس کا پڑھنا اور پڑھ کر سمجھنا یعنی اس کے ظاہر و باطن تک پہنچنا سب کے لئے یکساں ہے، اس اعتراض کا پس منظر صرف اتنا ہے کہ قرآنِ کریم کو ایک ایسا سرچشمۂ ہدایت تصور کیا جائے جو انسانوں کو معبودِ حقیقی کو پہچاننے، کفر و ضلالت کے اندھیروں سے نکالنے اور انسان میں اخلاق پیدا کرنے اور انسانی اقدار کو بلند کرنے نیز اُن کا تحفظ کرنے کے لئے ہے، یہ زندگی کے لئے ایک مکمل دستورِ حیات ہے، مکمل نظامِ زندگی ہے اس میں خدا کی ذات کے سوا کسی اور کا ذکر پیغام رساں، مُصلح اور ہدایت کو پہنچانے والے تک یا اس کی اطاعت کرنے والوں یا نافرمانی کرنے والوں تک محدود ہے، اس لئے قرآن کی ہر سورت سے ثنائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت کرنے کے لئے اسرار و رموزِ قرآنی کو پردہ بنایا گیا ہے،

اگر اس اعتراض کا جواب مضمون کی طوالت کے خوف سے نہ دیا جائے تو نعتِ شہِ کونین کی قدر و قیمت، اس کی فصاحت و بلاغت، اس کے اصول و آداب، اس کی تاریخ اور اسناد کی تمام عمارت منہدم ہو جائے گی، ہم کو اب یہ ثابت کرنا ہو گا کہ

marfat.com

قرآنِ کریم کی تمام سُورتیں محامد و محاسنِ ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی مظہر ہیں اور ہم نے کسی پردہ کا سہارا نہیں لیا ہے بلکہ جو پردہ ڈالا جارہا ہے اُسے درمیان سے اُٹھا دیا ہے، ہم اپنے تمام سابقہ حوالوں کی طرح اس ضمن میں بھی قرآنی آیات، احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، اقوالِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور محدّثین و مفسرین آئمہ کرام کی تحریروں اور اقوال سے استفادہ کریں گے، اگرچہ علمی بحث نہایت خشک ہوتی ہے لیکن کوئی گفتگو یا کوئی مضمون جو سپردِ قلم ہو اگر وہ محبُوبِ رب کی نسبت اور تعلق سے ہو تو اس تقریر یا تحریر کی چاشنی دُنیا کے تمام ادب پاروں سے زیادہ ہوگی اور اس مباحثہ میں وہ نکات اور واقعات سامنے آئیں گے کہ عقل حیران رہ جائے گی، قاری کے علم میں اضافہ بھی ہوگا اور ایمان کو تقویت بھی نصیب ہوگی، شمعِ عشق کی لو بھی تیز ہوگی اور شکوک و شبہات کی تاریکی بھی دُور ہوگی۔

" تفسیر رُوح البیان" جس کے مصنّف علاّمہ اسماعیل حقیؒ ہیں۔ یہ واقعہ اسی معتبر ذریعے سے نقل کرتے ہیں :۔

" جبریلؑ قرآنِ کریم کی آیت الف، لام، میم لے کر حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی الف، حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ " میں نے جان لیا"، جبریلؑ نے عرض کی "لام" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " یقین کرلیا"۔ حضرت جبریلؑ نے عرض کی "میم" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اُس کا کرم ہے" جبریلؑ حیران ہوگئے عرض کی حضورؐ آپ نے کیا جانا اور کیا سمجھا، میں تو کچھ بھی نہ سمجھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " یہ میرے اور رب کے درمیان راز ہے۔ (تفسیر رُوح البیان)

گرچہ یہ ایک مستند حوالہ اس تمام اعتراض کے لیے کافی ہے، لیکن جیسا کہ ہم نے

marfat.com

عرض کیا کہ نہ صرف ان واقعات سے علم میں اضافہ ہوگا بلکہ شمعِ ایمان کی لَو
تیز ہوگی اس لئے چند اور نکات بیان کرتے ہیں۔

فیضانِ نُور

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے :-

قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ الْمُبِيْن (سورۂ مائدہ)

آیتِ کریمہ نُورِ الٰہی کی جلوہ گر ہیں، حضورؐ اللہ کا نُور ہیں، حضور سے والہانہ
محبت، محُب کے دل میں بھی نُور پیدا کر دیتی ہے اور قوّتِ بصارت میں بھی نُور کا
اِضافہ ہو جاتا ہے، پھر وہ جو کچھ دیکھتا ہے بے پردہ نظر آتا ہے، مسجد کے منبر پر خُطبہ
دے رہا ہوتا ہے اور ساریہ کو آواز دے کر خطرہ سے آگاہی دیتا ہے۔ خلیفہ چہارم کو
تفسیر سُورۂ فاتحہ میں ستّر اونٹ بھی کم ہو جاتے ہیں، امام غزالیؒ اسی نُور کی روشنی
میں قرآن کے ظاہری اور باطنی معنیٰ پر قول صادر فرماتے ہیں، اب اسی قول کی روشنی
میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک عاشق کی نظر قرآن کی آیات سے کس طرح
نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اخذ کرتی ہے۔

جنّت کا سودا

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے :-

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ
لَهُمُ الْجَنَّةَ ط

ترجمہ :- "بیشک اللہ نے مُسلمانوں کے جان اور مال خرید لئے، جنت کے بدلے میں۔"
اس آیت میں حضور کی تعریف (نعت) کئی اعتبار سے جلوہ گر ہے، فرق صرف

marfat.com

کم نظری اور بالغ نظری کا ہے، بالغ نظر وہی ہے جس کی محبت نے گوشۂ دامنِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دستِ ناتواں سے تھام لیا ہے، اس آیت میں ارشاد ہو رہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مُسلمانوں کی جان ومال کا خریدار ہے اور اپنی جان و مال کو اللہ کے سپرد کرنے والے مومنین ہیں جو اُس پر (اللہ) پر ایمان لائے ہیں، خریدار کی جانب سے جو قیمت اس سودے میں اَدا کی جائے گی وہ جنّت ہے، اب غور کرنے کی بات صرف اتنی ہے کہ یہ سودا کس کے ہاتھ ہو رہا ہے، کس کی معرفت ہو رہا ہے، خریدار اور بیچنے والوں کے درمیان وہ کون سی معتبر ہستی ہے جسے دونوں جانب سے اس سودے کا پُورا پُورا اختیار حاصل ہے۔ جب کوئی تیسرا کسی سودے کے درمیان ہوتا ہے تو وہ دونوں جانب کی نمائندگی کرتا ہے اور دونوں جانب کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں وہ مال کو بھی جانچتا ہے قیمت کو بھی دیکھتا ہے اور خریدار کو بھی، ایسی عظیم ہستی اس سودے کے درمیان مخلوق میں سوائے جناب احمدِ مُجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ محبُوبؐ کو بلایا گیا کہ اے محبُوب آپ تشریف لائیں اور اس قیمت (جنّت) کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں جو اُن کی اُمت کے جان ومال کی خریداری کے معاوضے میں رکھی گئی ہے اور خریدار کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لو (واقعۂ معراج) دوسرا پہلو نعت کا یہ بھی ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کی ذات ہر شے پر قادرِ مطلق ہے لیکن وہ اپنی تمام نعمتوں، قرآن ہو یا جنّت، اپنے محبوب کے ہاتھوں سے ہی عطا فرمانا چاہتا ہے،

اسی کی چیز مگر ہاتھ سے محمّد کے
بہشت بانٹ رہا ہے خدا مدینے میں (ادیب)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام اہلسنّت احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ جو عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپ نے جگہ جگہ اپنے کلامِ عارفانہ میں اس

marfat.com

نکتہ کو نہایت حسین پیرائے میں بیان فرمایا ہے، فرماتے ہیں ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

(اعلیٰ حضرتؒ)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیٔ رحمت کا قلمدان گیا

(اعلحضرتؒ)

پھول پر ہم اور آپ سب کی نظر جاتی ہے، رنگ کو آنکھ دیتی ہے اور خوشبو کو قوتِ شامہ محسوس کرتی ہے، لیکن عطر بھی اسی میں پوشیدہ ہے چونکہ نگاہ پھول کی ہیئت پر ہے عطر نگاہوں سے اوجھل ہے، ایک عطار اسی پھول سے عطر کشید کرتا ہے اور دکھاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اصل جوہر یہ ہے، جیساکہ ہم اس نظر کے فرق کو کم نظری اور بالغ نظری کا جامہ پہنا چکے ہیں اُس کی ایک مثال یوں بھی ہے کہ جب آپ آئینہ کے رُوبرو ہوں اور صرف آئینہ کا وصف اس کے حُسن اس کی صنعت اور کاریگری پر غور کریں تو آپ خود کہیں نظر نہیں آتے لیکن جب آپ اپنے وجُود پر نگاہ ڈالتے ہیں اپنے عکس کو دیکھتے ہیں تو آئینہ گم ہوجاتا ہے، جو نظر بالغ ہوتی ہے اُس سے نہ عکس گم ہوتا ہے نہ آئینہ، یہی وصف تھا اور ہے ان عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ قرآن کریم کے اس مقصد کو بھی نگاہ میں رکھتے ہوئے کہ جس کا تفصیلی ذکر پچھلے صفحات میں گزرا محبوبِ ربّ العالمین کی مدح و ستائش اور محاسن کے ظاہر و باطن معنی کو پیش کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

اندازہ کیجیئے کہ کلامِ الٰہی کتنا حسین ہے، ایک ایک لفظ ہی نہیں ایک ایک

marfat.com

حرف اسرار و رموز کا خزانہ اور حُسنِ کائینات ہے۔ جب قرآن اتنا حسین کہ کوئی حرف کوئی کلام کوئی بیان کوئی معنیٰ کوئی مطلب کوئی شرح کوئی تفسیر اس کے مقابل نہیں تو صاحبِ قرآن کے حُسن وجمال کا عالم کیا ہوگا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نُور کا عالم تو مخفی ہی رکھا گیا ہے۔ (یہ محض قیاس نہیں آگے اس پر حوالے آئیں گے) لیکن آپؐ کے حُسنِ ظاہر کا بھی یہ عالم تھا اور ہے کہ جن آنکھوں نے، خوش نصیب آنکھوں نے آپ کی زیارت کی اُن کی نگاہوں میں اب کوئی چہرہ، کسی اور کا جلوہ نہ جچتا ہے نہ سماتا ہے۔ شاؔعر لکھنوی فرماتے ہیں ؎

کمال کچھ نہ رہا اک ترے کمال کے بعد
ہر آئینہ ہوا دُھندلا ترے جمال کے بعد
(شاؔعر لکھنوی)

یہ صرف شاعر کا خیال ہی نہیں ہے ایسے پاکیزہ خیال اُنہی شاعروں کے قلوب میں اُترتے ہیں جو عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور سے منوّر، زلفِ عنبریں کی بُو سے معطر اور جذبۂ عشق کی پاکیزگی سے مطہر ہوتے ہیں اور اس کی تصدیق حدیث اور قرآن سے ہوتی ہے:۔

لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ (ترمذی۔ مشکوٰۃ ص۵۱۷)

ترجمہ:۔ "ایسا حسین وجمیل نہ تو اُن سے قبل دیکھا گیا نہ اُن کے بعد"

يُوْسُفُ اَخِيْ صَبِيْحٌ وَّاَنَا مَلِيْحٌ

ترجمہ:۔ "یوسفؑ میرے بھائی حسین تھے اور میں حُسنِ ملاحت رکھتا ہوں"

جمالِ روئے ترا ہر کہ دید حیراں شد
چہ صورتیست ترا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

اور کسی نے یُوں کہا ؎

marfat.com

اے کہ شرحِ والضحیٰ آمد جمالِ روئے تو
نکتۂ واللیل وصفِ زلفِ عنبر بوئے تو

قرآن اور ذکرِ میلاد

اب سُورۂ فیل کا ایک اور حوالہ دیکر اسرار و رموز کی بحث کا اختتام کرتے ہیں۔

سُورۂ فیل مکّی سورۃ ہے، مکّہ میں نازل ہوئی، اس میں پانچ آیتیں ہیں اس سورۃ میں جو واقعہ ہے وہ کئی اعتبار سے قابلِ غور ہے، اور جو لطائف ہیں وہ بھی قابلِ غور ہیں، ایک تو یہ کہ اُبرہا سے مقابلے میں حامیانِ بیت اللہ کی مغلوبی اور ابرہا کی کامیابی خداوند کریم کی اس مصلحت کو ظاہر کرتی ہے کہ اللہ اپنے گھر کی حفاظت خود فرماتا ہے، کسی مخلوق کی نصرت کی حاجت نہیں، دُوسرا حسین پہلو یہ ہے کہ عظمتِ بیت اللہ بھی ظاہر ہو اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجدادِ پاک کا وقار بھی ظاہر ہو جائے، اور تیسری بات کہ اللہ کا گھر جہاں اپنے زائرین کے حق میں رحمت ہے وہاں اُس کی ذاتِ بے نیاز اس مقدّس گھر کے ساتھ بے اَدبی اور گُستاخی کرنے والوں کے لئے عذاب اور زحمت و ہلاکت بھی ہے، اسی سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ بیت اللہ جو بُنیادِ خلیلؑ آذر ہے اُس کی بے اَدبی پر خداوندِ ذُوا لجلال کے غیض و غضب کا یہ عالم ہے تو جس کی خاطر یہ کعبہ بنایا جو اپنی خلقت میں کعبہ سے بھی افضل ہے اور جو ربِّ کعبہ کا محبُوب ہے اگر اس کی شان میں کوئی بے اَدبی اور گُستاخی کرے تو اُس کے جلال کا عالم کیا ہوگا، چوتھی بات یہ بھی کہ خلق پر یہ بھی ظاہر کرنا تھا کہ عبدالمطلب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دَادا تھے بُت پرست نہ تھے، موحد تھے، خدا پرست تھے،

marfat.com

اور خدا پر اس درجہ یقین تھا کہ اپنے اُونٹ کا تو سوال کیا خدا کے گھر کا سوال یُوں نہ کیا کہ اس کی حفاظت وہ خود فرمائے گا۔ واقعہ یُوں ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے قریش سے کہا کہ شہر چھوڑ دو اور پہاڑوں پر چڑھ جاؤ اور شہر چھوڑنے سے قبل حضرت عبدالمطلب نے قریش کو ساتھ لے کر حلقۂ کعبہ کو تھام خداوند قدُّوس کے حضور دُعا مانگی ہے وہ اِن تمام باطل اور بے ہودہ خیالوں کی نفی کرتی ہے کہ ان کا شمار بت پرستوں میں تھا اور وہ جو کچھ بیت اللہ میں دُعا کے طور پر کہتے تھے وہ بڑے بُت سے التجا ہوتی تھی۔

خلاصۃ التفاسیر کے صفحہ ۶۵۶ پر یہ دُعا درج ہے جسے ہم ترجمے کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:۔

اَللّٰهُمَّ لَا اَرْجُوْا اَللّٰهُمَّ سِوَاکَا	یَارَبِّ فَامْنَعْ مِنْهُمْ حِمَاکَا
اے اللہ تیرے سوا اب کوئی نہیں جس سے امید کیجئے	اے رب! اب تو ہی اِن سے حرم کو بچا
اِنَّ عَدُوَّ الْبَیْتِ مَنْ عَادَاکَا	فَامْنَعْهُمْ یُخْرِبُوْا اِقْرَاکَا
عدو تیرے اس گھر کا دشمن ہے	اے خدا! اِن سے اپنی بستی کو بچا

اس واقعہ سے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ایک تو یہ بات منظور تھی کہ اللہ کے گھر کی فکر عبث ہے، اس کی ذات خود اس کی محافظ و پاسباں ہے، دوئم یہ کہ حضُور کے آبا و اجداد بُت پرست نہ تھے، اگرچہ باطنی پہلو میں یہ باریک نکتہ بھی نعت کے ثبوت میں کافی ہے کہ اللہ کے محبُوب کے اجداد کفر کے ماحول اور شرک کی چھاؤں میں رہ کر بھی مواحد تھے اور خدائے لاشریک پر اُن کا ایمان ہونا جب کہ اُن کے آگے نہ رسول تھا نہ کتاب تھی صرف ایک نسبی تعلق تھا کہ آنے والی پُشت میں نُورِ الٰہی کا جلوہ ہے یہ بات اپنی جگہ حسین اور لطیف نعت کا پہلو رکھتی ہے مگر ہم اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ آیاتِ ربّی کے لفظی پہلو سے معنیٰ کا حُسن تلاش

marfat.com

کرتے ہیں۔ الفاظ پر غور فرمائیے :۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝

ترجمہ :۔ "کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دیکھا نہیں کہ آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا"۔

خطاب کرنے والی ذات کس کی ہے، اللہ جل جلالہٗ اور مخاطب کس کی ہستیٔ مقدس ہے، اُس کا محبُوب ہی ہے، کلام وہ ہے کہ ایک ایک سطر، ایک ایک جُملہ، فصحائے عرب پر گراں ہے جس کی مثال کوئی نہ لا سکا، جس کی مثل کوئی نہ کہہ سکا، جو بات قابلِ توجہ ہے وہ اس سورۃ کی سب سے پہلی آیت کا پہلا جُزو ہے اَلَمْ تَرَ (کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیکھا) واقعۂ فیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا زمانہ ہے (بعض نے حضوؐر کی ولادت سے قبل کا واقعہ لکھا ہے لیکن غالب اکثریت نے اسی سال کو سالِ ولادتِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا ہے) حضوؐر اس واقعہ کے وقت اگر اُس عالم میں ہیں کہ جب انسان نہ دیکھ سکتا ہے نہ سُن سکتا ہے تو ایسے انسان سے اس طرح خطاب ہونا "کہ کیا تم نے دیکھا نہیں" جملۂ مہملہ ہو جاتا ہے، اور قرآن کریم کی کسی آیت، کسی نقطہ، کسی حرف اور اعراب کو بھی بے قاعدہ یا مُہمل کسی حیثیت، کسی اعتبار اور کسی مقام سے کہا نہیں جا سکتا۔ اب اس حسین پہلو پر غور کیجئے کہ اَلَمْ تَرَ میں یوں کہا گیا ہے کہ ہمارا محبُوب کسی عالم میں ہو اُسے خبر ہے ہر واقعہ کی جو گذر چکا اور جو گذرے گا خواہ کسی عالم کا واقعہ ہو یعنی جس طرح ہم تمام عالمین کے رب ہیں، اسی طرح ہمارا محبُوب بھی تمام عالمین کے لئے رحمت ہے، جس عالم میں گناہ ہے، خطا ہے، وہاں رحمت اور بخشش کی طلب بھی موجود ہے، رحمتِ عالم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، آپؐ کو تمام عالمین کے لئے جب رحمت بنا دیا گیا تو آپؐ

marfat.com

کے ہوتے ہوئے نہ کوئی اور رحمت ہو سکتا ہے نہ بخشش کا اور نجات کا ذریعہ، جو آپ کے وجودِ ظاہری، بشکلِ بشری سے قبل آئے وہ سب آپ کا صدقہ اور آپ کے آفتابِ رحمت کی شعاعیں تھیں، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

مَامِنْ شَیْئٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیتُہٗ اِلَّا رَأیتُہٗ فِی مَقَامِی ھٰذَا

ترجمہ:۔ "کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے دکھائی نہ گئی ہو، میں اپنے اس مقام سے ہر شے کو دیکھ رہا ہوں"

(بخاری شریف ص۱۸)

شعر:۔ اَتٰی بِزَمَانِ السَّعْدِ فِی اٰخِرِ الْمُدٰی وَکَانَتْ لَہٗ فِی کُلِّ عَصْرٍ مَوَاقِفُ

ترجمہ:۔ وہ آخری زمانے کی نیک گھڑی میں تشریف لائے حالانکہ اُن کو ہر زمانہ میں مقام اور موقف حاصل تھا

(محی الدین ابن عربی)

تفاسیر میں یوں تو بے شمار حوالے ہیں جو عالمین کی شرح میں لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب کی صورت اختیار کر جائے، تفسیر رُوح البیان، تفسیر خازن، تفسیر نیشاپوری، تفسیر مدارک، تفسیر ابنِ کثیر، زرقانی، مواہب الدنیہ، مشکوٰۃ شریف اور بُخاری شریف وغیرہم، یہاں دو حوالے اور پیش کرتے ہیں :۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے :۔

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا

ترجمہ:۔ "اللہ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی میں نے اس کے مشرق اور مغرب کو دیکھ لیا"

(مشکوٰۃ شریف)

مواہب الدنیہ میں ہے :۔

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ

marfat.com

فِیھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ

ترجمہ:۔ "اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دُنیا کو ظاہر کیا میں دُنیا کی طرف اور دُنیا میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اُس طرف اِس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو"۔

(طبرانی، مواہب الدنیہ جلد۲ صفحہ ۱۹۲)

حضرت علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ آیۂ کریمہ "وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ" کے تحت فرماتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تمام عالموں کے لئے رحمت اللعالمین ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نور اوّل المخلوقات ہے"

(رُوح المعانی)

سورۂ فیل کی اہلِ دل نے جو تفسیر بیان کی ہے اور جو نکتہائے راز کا انکشاف کیا ہے اس کی لطافتِ رُوحانی کا عالم اس وقت اور دوبالا ہو جاتا ہے جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سنِ ولادت بھی یہی ہے، تو یہ نعت کا پہلو میلاد کا پہلو بھی نکال لاتا ہے یعنی آپؐ کا سنِ ولادت اور واقعۂ اصحابِ فیل کا ایک ہی سَن ہونا آپؐ کی آمد (ولادت شریف) کو ظاہر کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ حق سُبحانہٗ تعالیٰ آپؐ کی ولادت کا مذکور اس واقعہ کے بیان سے فرمانا پسند کرتا ہے، اور بطور اظہارِ احسان ارشاد فرماتا ہے۔ (خلاصتہ التفاسیر)

یہ تمام طویل بحث اسرار و رموزِ قرآنی کے تعلق سے تھی، قرآنِ کریم سے ہی اس ضمن میں حوالے پیش کئے گئے اور جو تفسیریں پیش ہوئیں اُن کے خیال اور عقائد کی سند میں احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ و مجتہدین کے اقوال شامل ہیں اس سلسلے کا آخری حوالہ، قرآنِ کریم کی آیات سے اس کے باطنی معنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نعت پر اس بحث کا اختتام کر رہے ہیں۔

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

marfat.com

ہمارا ایمان بھی یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہیں، مبشر ہیں، نذیر ہیں، اللہ رب العزت خود ارشاد فرماتا ہے :-

إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ۝

شاہد کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عالم بنایا اور تمام اشیاء پر خبر دی۔ (شرح شفاء، جلد پہلی ص۵۰۵)

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے :-

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ

"اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہو۔"

"فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ"

"پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات میں نزاع ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف رجوع کرو۔" (قرآن)

ان آیات میں قابلِ غور فقرہ "فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ" ہے، یعنی اگر مسلمانوں کے درمیان نزاع کی صورت میں حَکَم بنانا ہو اور صرف قرآن ہی مرجع ہو تو پھر فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ کہنا کافی ہے، لیکن ایسا نہیں اس کے ساتھ "وَالرَّسُولِ" بھی کہا جا رہا ہے جو اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ اگر تم تنہا قرآن کو حَکَم بنا لو گے مگر تم اس حکمت اور آیات کے رمز سے واقف نہیں ہو اس لئے بھٹک جاؤ گے، قرآن کے فہم میں تمہیں میرے محبوب کی ہی رہبری کی ضرورت ہے کیونکہ وہی واقفِ اسرار و رموزِ قرآنی ہیں وہی اس کے شارحِ حقیقی ہیں وہی معلم الکتاب والحکمۃ ہیں۔ اس کتاب میں جس طرح اسرار و رموزِ قرآنی کی اصطلاح بار بار آئی ہے معلم الکتاب والحکمت بھی بار بار دُھرایا گیا ہے، لیکن یہ میرے قلم کی ایجاد نہیں ہے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے

marfat.com

محبوب کی شان میں بار بار قرآن کریم میں ارشاد فرما رہا ہے اور دونوں لفظ "کتاب اور حکمت" جدا جدا آئے ہیں واؤ عطف کی ہے جو اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ کتاب علیحدہ ہے اور حکمت علیحدہ، اگرچہ یہ بحث بھی طویل ہے کہ کیا "کتاب" یعنی قرآن کریم میں حکمت نہیں ہے لیکن ہمارا مقصود اس طویل مباحثہ میں جانا نہیں ہے، اور ہمارے پیشِ نظر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے ایک حوالہ کتاب و حکمت کے ضمن میں پیش کرنا ہے جو اسرار و رموزِ قرآنی سے آپؐ کی واقفیت پر دلالت کرتا ہے اور مزید رازِ سربستہ کا انکشاف کرتا ہے، یہ انکشاف بھی نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کا حسین پیرایہ ہے۔

پہلے قرآنِ کریم سے ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے پھر حدیثِ مبارکہ پیش ہوگی، ارشاد ہوتا ہے :۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (قرآن)

"یاد کرو اُس کو جس کی تلاوت ہوتی ہے تمہارے گھر میں آیتیں اور حکمت"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آیاتِ قرآنی کے ساتھ ساتھ حکمت کی تعلیم بھی دی جارہی ہے، آیات اور ہیں اور حکمت کا سبق اور ہے، اس کی وضاحت کے لئے خود قولِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نظر ڈالئے، ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو رہا ہے :۔

"اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ" (ابوداؤد)

ترجمہ: "خبردار! مجھے قرآن عطا کیا گیا اور اس کے ساتھ ایک اور چیز اس کے مثل دی گئی"

پہلی بات تو یہ کہ قرآن کے ساتھ جو ایک اور چیز ہے وہ مجھ میں خود نہیں بلکہ میرا رب مجھے دے رہا ہے اور کب دے رہا ہے، "قرآن کے ساتھ ساتھ"، نہ پہلے نہ بعد، اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ قرآن نہیں ایک اور چیز ہے لیکن یہ کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ

marfat.com

قرآن کے ہی مثل ہے، سطورِ بالا میں قرآن کی آیت کے اس حوالہ سے جس میں ارشاد ہوا ہے "آیتیں اور حکمت" اب حدیثِ مبارک کے اس حوالہ کو یکجا کر کے غور کیجئے تو معلوم ہو جائے گا کہ قرآنِ کریم کی آیات میں جو رمز ہیں حکمتیں ہیں جسے صرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسی تعلیم جس جس کو اللہ کے حبیبؐ دے رہے ہیں اسی مقام سے وہ آیاتِ الٰہی کی تفاسیر کر رہے ہیں جس کا تفصیلی بیان اُوپر گزر چکا ہے، انھیں سادہ الفاظ میں یُوں کہا جا سکتا ہے کہ حکمت و دانائی کی وہ باتیں جو الفاظِ قرآن کے علاوہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانِ مبارک یا فعل سے ظاہر ہوئیں، جو ہدایتیں اور احکامات وحی کے ذریعے الفاظ کی صورت میں نازل ہوئے اُنھیں وحیِ متلو کہا جاتا ہے یعنی جن کی تلاوت کی جا سکے اور جو کچھ سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و افعال سے حکمت و دانائی کی باتیں پائی جاتی ہیں جن کی آیاتِ قرآنی کی طرح تلاوت نہیں کی جاتی انھیں غیر متلو کہا جاتا ہے۔

قرآن سراپا نعت

اس تفسیر اور تشریح کی روشنی میں یہ سمجھنا قارئین کے لئے دشوار نہیں کہ قرآن کریم سراپا نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے فرق صرف کم نظری اور بالغ نظری کا ہے، آئیے ہم آپ کو قرآنِ کریم کے سراپا نعت ہونے پر قرآنِ کریم سے ہی ایک ایسا حوالہ پیش کر دیں کہ اس کے بعد کسی اور حوالہ کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔

ارشاد ہوتا ہے:۔

جَعَلْتُ تَمَامَ الْاِیْمَانِ بِذِکْرِکَ مَعِیَ وَقَالَ اَیْضاً جَعَلْتُکَ ذِکْرِیْ فَمَنْ ذَکَرَکَ ذَکَرَنِیْ۔

ترجمہ:۔" میں نے ایمان کا مکمل ہونا اس بات پر موقوف کر دیا ہے کہ اے محبوب! میرے

marfat.com

ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہو اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرا دیا ہے
پس جس نے تمہارا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا" (شفا شریف ص ۱۲/۱)

کس قدر لطیف بات ہے اہلِ دل کے لیئے کہ خداوندِ قدوس نے اس بات کی اجازت دیدی کہ ہمہ وقت ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیئے جاؤ، اور ہم (ذاتِ باری) ہمہ دم اسے اپنی ہی عبادت شمار کریں گے اور "تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرا دیا" کے معنی یہی ہوئے کہ سارا قرآن پڑھ جاؤ اوّل تا آخر ہمارا ذکر ہے اور یہی ہمارے محبوب کا ذکر ہے،

یہی نہیں حدیث کی یہ سند بھی ملاحظہ فرمائیے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ (اس حدیثِ مبارکہ کے راوی حضرت ابُو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں)

أَتَانِي جِبْرِيلَ فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ تَدْرِي كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ قُلْتُ اللّٰهُ أَعْلَمُ ۔ قَالَ إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِي ۔

(زرقانی علی المواہب) (دُرِ منثور جلد ۶ ص ۳۶۴)

ترجمہ:۔ " میرے پاس جبریلؑ آئے اور کہا بیشک آپ کا رب فرماتا ہے کہ (اے حبیب) تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ذکر کیسا بلند کیا، میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا " اللہ خوب جانتا ہے" فرمایا کہ جب میر ذکر ہو گا تو میرے ذکر کے ساتھ تمہارا بھی ذکر ہو گا"

اب قرآن کی کوئی سورۃ اور کوئی آیت تلاوت کیجئے وہی خدا کا اور وہی خدا کے محبوب کا ذکر بن گیا، اور کوئی بھی نعت پڑھیئے وہی محبوبِ خدا کی اور وہی خُدا کی ثنا ہوگی۔

---

marfat.com

نعتِ رسُول بزبانِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن اور نعت کے عنوان کے تحت ہم نے آیاتِ الٰہی کے ظاہری و باطنی معنی میں نعت کے بے شمار پہلو پیش کئے، جس طرح قرآن کے ایک ایک حرف کی تصدیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے ہوئی ہے اسی طرح نعتِ قرآنی کے بعد اُسی مقدس اور گہر بار زبانِ مطہر سے نعت بھی ملاحظہ کیجئے کہ جس کی مدح و ثنا میں قرآنِ کریم رطب اللسان ہے خود اپنے متعلق وہ ممدوح کیا ارشاد فرما رہے ہیں۔

پہلی بات تو یہ سمجھ لیجئے کہ جس کا ذکر ہے وہ سراپا نور ہے (بے شمار دلیلیں دی جا چکی ہیں اور قیامت تک دی جاتی رہیں گی) جو ذکر ہے وہ بھی سراپا نور ہے اور جس کی زبان سے اَدا ہو رہا ہے وہ بھی سرتا بقدم نور ہی نور ہے، دُوسرا وصف ان نعتوں کا یہ ہے کہ اس میں جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے وہ نہ صرف یہ کہ شک و شبہ سے بالا ہے بلکہ اس کے جزو یا کُل پر اس کے معنی و مفہوم پر شک و شبہ لانا اپنے ایمان کو زائل کرنا ہے بخلاف کسی شاعر کے کلام کے جس پر کسی نہ کسی طرح تنقید ممکن ہے، اس لئے کہ اس سے غلطی کا امکان ہے، یہاں جس کا یہ کلام ہے جو اسے اپنی زبانِ گہر بار سے ارشاد فرما رہا ہے وہ ذات بے عیب ہے، اس کی سچائی اور صداقت کی مثال کائنات میں ایسی کوئی اور نہیں ہے، سرتا بقدم نور ہے، علام الغیوب کا محبوب ہے، واقفِ رازِ دنی ہے، چنانچہ اس کی زبان سے نکلی ہوئی نعتیں رہبری کرتی ہیں دُنیا کے تمام نعت گو شعرائے کرام کی، کہ کس حد تک آگے بڑھ کر اللہ کے محبوب کا وصف بیان کیا جانا چاہیئے، جیسا کہ ہم پہلے بھی حوالہ دے چکے ہیں ان اشعار کا جس میں ہدایت ہے کہ نصاریٰ کی طرح اُنھیں خدا کا بیٹا نہ کہو اور پھر جو جی چاہے کہہ جاؤ،

marfat.com

اس لئے کہ تم جو کچھ جس حد تک کہو گے تمہارے ممدوح کی ذات اس مقام سے بھی بہت آگے ہے۔

قند و شہد نبات کو یکجا کریں اگر — گُل کی ہر ایک ذات کو یکجا کریں اگر
رنگینیٔ حیات کو یکجا کریں اگر — گُل حُسنِ کائنات کو یکجا کریں اگر

جتنا بھی رنگ و نُور لئے کائنات ہے
یہ سب تبسمِ شہِ دیں کی زکوٰۃ ہے

(ادیبؔ)

یہ آفتاب آپ کا چہرہ نہیں نہیں
یہ بُوئے مشک زلف کا حصّہ نہیں نہیں

اس اوج تک نہ جائے گی بستی شعُور کی
بالا ہے ہر خیال سے ہستی حضُورؐ کی

(ادیبؔ)

ایسا ممدوح اپنی ثنا، خود فرمائے جس کے نہ حُسن و جمال کا کوئی ثانی نہ اُس کے علم و آگہی کا کوئی ہم پلّہ، جس کے کلماتِ نُور کا یہ عالم کہ زبانِ گہر بار سے ادا ہوئے اور دِلوں کی گہرائیوں میں اُتر کر خانۂ تاریک کو بقعۂ نُور کر دیا، امام بوصیریؒ نے اسی لئے فرمایا کہ ان کی شان میں عزت و عظمت کے جو بھی کلمات ممکن ہوں بلا جھجک کہہ دو۔

بشرے ملک نظامت فلکے زمیں تواضع
چوں فلک بہ پاک جسمی، چوں ملک بہ پاک جانی (مولانا شہاب الدین مہرہ بدایونی)

پہلی نعت

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سردرِ سروراں، سید الانبیاءؐ رممبر پر

marfat.com

جلوہ افروز ہوئے اور اس طرح اپنی شان میں قصیدہ فرمایا:۔

أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا فَأَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ص۵۱۳)

ترجمہ:۔ "میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن مطلب ہوں، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے بہترین مخلوق (یعنی انسانوں میں سے کیا) پھر (انسانوں میں سے) دو گروہ بنائے (عرب وعجم) اور مجھے بہترین گروہ (عرب) میں سے کیا، پھر (عرب کے) چند قبیلے بنائے، تو مجھے بہترین قبیلہ (قریش) سے کیا، پھر قبیلہ کے چند خاندان بنائے تو مجھے سب سے اچھے خاندان (بنو ہاشم) میں سے کیا، پس میں ذاتی اور خاندانی طور پر سب سے اچھا ہوں"۔

اعلیٰ حضرت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن الفاظ کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں؎

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبیؐ — سب سے بالا و والا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل — اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سارے اچھوں میں اچھا سمجھئے جسے — ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سارے اونچوں میں اونچا سمجھئے جسے — ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور یوں بھی شرح فرمائی ہے؎

ایمان ہے قالِ مصطفائی — قرآن ہے حالِ مصطفائی
اللہ کی سلطنت کا دولہا — نقشِ تمثالِ مصطفائی
کل سے بالا رسل سے اعلیٰ
اجلال و جلالِ مصطفائی

marfat.com

(اس نعت شریف میں اپنے جدِّ امجد اور اپنے خاندان کے متعلق کس قدر صراحت سے بزرگی اور پاکی بیان کی گئی ہے، جس کا ذکر پچھلی بحث میں گذر چکا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اَجداد کو بھی پاک و موحّد رکھا تھا، جو لوگ جہلِ علم سے انھیں کافروں کی مثل بُت پرست سمجھتے ہیں وہ اس نعت پر نگاہ ڈالیں)

امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے، فرمایا رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے:

دُوسری نعت

"کُنْتُ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ قَبْلَ خَلْقِ اٰدَمَ بِاَرْبَعَۃِ عَشَرَ اَلْفَ مِائَۃِ عَامٍ"

ترجمہ:۔ میں حضرت آدمؑ کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کے حضور ایک نُور تھا۔" زرقانی (علی المواہب ص ۴۹/۱)

تیسری نعت

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ

"اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مقصود نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا۔" زرقانی (علی المواہب ص ۴۹/۱)

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہوں
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

(اعلیٰ حضرتؒ)

marfat.com

چوتھی نعت

اَنَا مِنْ نُورِ اللّٰہِ وَخَلقُ کُلّھُمْ مِنَ النُّوْرِیْ

"میں اللہ کے نور سے اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے" (مدارج النبوت)

سُرخیٔ نسخۂ وحدت تھی یہی روزِ ازل — کہ نہ احمدؐ کا ہے آخر نہ احد کا اوّل
نظر آئے اگر احمد میں مجھے میم دُوئی — روزِ محشر ہوں الٰہی مری آنکھیں احول

(محسن کاکوروی)

اعلیٰ حضرت احمد رضا خاںؒ فرماتے ہیں ؎

یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا — بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

پانچویں نعت

یُوسُفُؑ اَخِی صَبِیْحٌ وَ اَنَا مَلِیْحٌ

"یوسفؑ میرے بھائی حُسنِ صبیح والے تھے اور میں حُسنِ ملاحت رکھتا ہوں"

جمالِ روئے تُرا ہر کہ دید حیراں شد — چہ صورتیست ترا لا الٰہ الّا اللہ

آپؐ کے روئے انور کی بات آگئی تو ایک دو حسین حوالہ بھی قارئین کو پیش کرتا چلوں جو اس کی شرح ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا :-

"کیا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا چہرہ تلوار کی طرح چمکیلا تھا؟"

حضرت جابر بن سمرہؓ نے فرمایا :-

لَا بَلْ کَانَ مِثْلُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ (مسلم بخاری مشکوٰۃ ص ۵۱۵) بحوالہ ذکر جمیل ص ۶

"نہیں نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تو آفتاب و ماہتاب جیسا تھا"

marfat.com

آپؐ کے چہرۂ پُر انوار کی صحابہ کرامؓ نے جس انداز سے تعریف کی ہے، وہ اس مختصر سے مضمون میں نہیں سما سکتی، حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت عبداللہ بن سلامؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت ابو قرصافہؓ، حضرت حسانؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، جامع بن شدادؓ، طارق بن عبداللہؓ، حضرت ابو حریرہؓ، حضرت امام حسن ابن ابی طالبؓ، حضرت ربیع بنت معوذؓ (صحابیہ) ان کے علاوہ ابن عساکر، ابو نعیم، دیلمی، زرقانی، ابن اثیر، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند نے بھی حضورؐ کے حسن و جمال پر اتنا کہا ہے کہ آپؐ کے حسن و جمال پر اقوال و اشعار کئی جلدوں پر ترتیب پا سکتے ہیں۔ لیکن دل نہیں مانتا کہ ان خوبصورت، نُور آمیز، سکوں پرور راحتِ قلب و نظر حوالوں سے چند ایک حوالے دیئے بغیر آگے گزر جاؤں، چنانچہ ان بے شمار رُوکشِ بہار حوالوں میں سے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے صرف اور صرف تین حوالے نذر کرتا ہوں، جو اس نعت کی شرح ہیں جو اُوپر بیان ہوئیں، نعتِ اللہ کے حبیبؐ کی ہے نعت کہنے والی ہستی خود اللہ کا حبیبؐ ہے، اور اس کی شرح کرنے والی ذات اللہ کے حبیب کا حبیب ہے۔

حضرت اُم المومنینؓ فرماتی ہیں :۔

"میں اندر بیٹھی کچھ سی رہی تھی میرے ہاتھ سے سُوئی گر گئی، ہر چند تلاش کی مگر اندھیرے کے سبب سے نہ ملی، پس حضور (صلی اللہ علیہ وسلم مادۂ مدینہ) تشریف لائے تو آپؐ کے رُخِ انور کی روشنی سے سارا کمرہ روشن ہو گیا سُوئی چمکنے لگی اور مجھے اُس کا پتہ چل گیا"

(اصل عربی متن "خصائصِ کبریٰ جلد پہلی ص ۶۴" پر دیکھی جا سکتی ہے جسے علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے)

marfat.com

اسی بات کو امامِ اہلسنت اعلیٰحضرتؒ اس طرح بیان فرماتے ہیں ؎

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا
(اعلیٰحضرتؒ)

اصل عربی متن کو اختصار کی وجہ سے چھوڑتے ہوئے ہم ترجمہ پیش کر رہے ہیں اصل حوالوں کے ماخذ کے ساتھ کہ اگر کسی صاحب کو اصل عربی عبارت دیکھنی ہو تو وہ ماخذ میں دیکھ سکتے ہیں۔

فرمایا حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے :۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور خوش رنگ تھے جس کسی نے آپؐ کی توصیف کی اس نے آپؐ کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی پسینہ کی بوند آپؐ کے چہرہ پر یُوں معلوم ہوتی تھی جیسے موتی"۔ (زرقانی علی المواہب جلد ۴ ص ۲۲۵)

اعلیٰ حضرتؒ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے کی نورانی بوند کو "شبنم باغ حق" یعنی رُخ کا عرق فرمایا ہے۔

اب یہ تیسرا اور آخری حوالہ بھی حضرت اُم المومنینؓ کا ہے ملاحظہ فرمائیے، آپؓ فرماتی ہیں :۔

"میں چرخہ کات رہی تھی اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے جوتے میں پیوند لگا رہے تھے، آپؐ کی پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرے تھے جن سے نُور کی شعاعیں نکل رہی تھیں اس حسین منظر نے مجھ کو چرخہ کاتنے سے روک دیا بس میں آپؐ کو دیکھ رہی تھی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، "تجھے کیا ہوا؟" میں نے (حضرت عائشہ

marfat.com

عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانیٔ مبارک پر پسینے کے قطرے ہیں جو نور کے ستارے معلوم ہوتے ہیں" پھر فرمایا "اگر ابو کبیر ہذلی (عرب کا شاعر) آپ کو اس حالت میں دیکھ لیتا تو یقین کر لیتا کہ اس کے شعر کا مصداق آپ ہی ہیں کہ جب میں اس کے روئے مبارک کو دیکھ لیتا ہوں تو اس کے رخساروں کی چمک مثل ہلال نظر آتی ہے"۔ (ابن عساکر، ابو نعیم، دیلمی، خطیب)

(زرقانی علی المواہب جلد ۴ صفحہ ۲۲۵)

آبِ زر بنتا ہے عارض کا پسینہ نور کا
مصحفِ اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

(اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ)

حُسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنے حُسن کے بیان میں حضرت یوسفؑ کا جو ذکر فرمایا ہے اس کی مناسبت سے ایک اور نہایت حسین حوالہ ہم پیش کر رہے ہیں۔

دُرِ ثمین میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواب میں نورِ مجسم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے میرے والد حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا :-

"فَقَالَ جَمَالِیْ مَسْتُوْرٌ عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ غَیْرَۃً مِّنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَلَوْ ظَھَرَ نَفْعَلَ النَّاسُ اَکْثَرَ مِمَّا فَعَلُوْا حِیْنَ رَاَوْا یُوْسُفَ" (دُرِ ثمین)

"میرا حُسن و جمال لوگوں کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے چھپا رکھا ہے اگر میرا حُسن ظاہر ہو تو لوگوں کا اس سے زیادہ حال ہو جو یوسف کو دیکھ کر ہوا تھا"۔

marfat.com

آپ ہوں جلوہ فگن کوئی تماشائی بنے
کس میں اتنی تاب، کس کا حوصلہ، کس کی مجال

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؓ فرماتے ہیں :۔

وَهُوْدُ وَيُوْنُسُ مِنْ بِهَاكَ تَجَمَّلَا وَجَمَالُ يُوْسُفَ مِنْ ضِيَاءِ سَنَاكَ

"اور حضرت ھودؑ اور حضرت یونسؑ نے بھی آپ ہی کے حسن سے زینت پائی، اور حضرت یوسفؑ کا جمال بھی آپ ہی کے جمال کا پرتو ہے"۔ (قصیدہ نعمانیہ)

چھٹی نعت

اِنِّیْ اُرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ

ترجمہ:۔ "میں وہ دیکھتا ہوں جو کوئی نہیں دیکھتا اور وہ سنتا ہوں جو کوئی نہیں سنتا"۔

رحمت اللعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی زبانِ مبارک سے اپنی ہی توصیف و کمالات بیان فرما رہے ہیں میرا ایمان ہے کہ ایک ایک وصف پر جیسا کہ سطورِ بالا میں عرض کر چکا ہوں اگر تفصیل میں جایا جائے تو کتابوں کی ضخامت اپنی معذوری کا اظہار کر دے گی، قریب و بعید کو سماعت فرمانے والی ذات نے اپنی سماعت پر بارہا ارشاد فرمایا ہے ان تمام کا حوالہ پیش کرنا دشوار ہے لیکن اس نعت شریف کی شرح میں بھی ایک دو حوالے ضروری ہیں، ان حوالوں اور ان نعت کے نوری نمونوں سے ہمارے شعرائے کرام کو رہنمائی ملتی ہے کہ جب خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شان بیان فرمائی ہے اُن کے غلامانِ غلام اور اُن کے پروانوں کو کیا کچھ نہ لکھنا چاہیئے اور کس انداز میں لکھنا چاہیئے، ان سے پہلے صحابہ کرام، اہل بیتِ اطہار، اور ائمہ کرام نے کس کس انداز میں لکھا ہے، میں نے بطورِ خاص نعتِ رسول بزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالوں کے ساتھ ساتھ اسی لئے نقل کئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

marfat.com

اس نعت کی تصدیق خود اس قول سے ہو رہی ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے :۔

فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا۔

(بخاری شریف)

ترجمہ :۔ "جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اُس کی سمع ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصر ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اُس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اُس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔"

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے محبوب کی سماعت و بصارت صرف اس لئے نہیں کہ وہ ایک تماشائی ہو وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا کے معنی جہاں تک دیکھ رہے ہیں وہاں تک تصرّف کرنے پر قادر ہیں، لیکن یہ گمان نہ گزرے کہ ہم نے جوشِ محبّت میں اس خیال کو پیش کر دیا ہے ذرا اس ضمن میں حضرت امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں دیکھئے، آپ (امام فخرالدین رازیؒ) فرماتے ہیں :۔

فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰہِ سَمْعًا لَهٗ سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذَالِكَ النُّوْرُ بَصَرًا لَهٗ رَأَی الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذَالِكَ النُّوْرُ یَدًا لَهٗ قَدَرَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْقَرِیْبِ وَالْبَعِیْدِ۔

(امام فخرالدین رازیؒ) (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۶۸۸ مصری طباعت)

ترجمہ :۔ جب اللہ کے جلال کا نور اُس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دُور اور نزدیک کی چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے اور جب یہی نورِ جلال اُس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ مشکل اور آسانی میں دُور اور قریب تصرّف کرنے پر قادر ہوتا ہے۔"

امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ کی فکر کو اسلامی ادب میں شک و شبہ سے بالاتر سمجھا جاتا ہے اگر ہم صرف اس نعت شریف کو جو آپ نے اپنی زبانِ گہر بار سے

marfat.com

ارشاد فرمائی ہے پیش کر کے آگے بڑھ جاتے تو ہمارے قارئین میں وہ لذت اگو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرتِ سماعت کے اس مقام تک نہ پہنچ سکتے جس کی وضاحت امام فخرالدین رازیؒ نے فرمائی ہے، اب آپؐ کی سماعت پر شعر کہنے کا اور ہی لطف ہو گا جیسا کہ اعلیٰحضرتؒ فرماتے ہیں ؎

دُور و نزدیک کی سُننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰحضرتؒ)

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حُسن سماعت پر حضرت ابُو ایوب انصاریؓ، حضرتِ انسؓ، حضرتِ بلال حبشیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابُو درداؓ، حضرت ابوبکر محمد بن عمرؓ، حضرت ابُوبکر بن مجاہدؓ سے بے شمار مستند روایتیں ہمارے اسلامی علوم کا سرمایہ ہیں جن تمام کو یہاں پیش کرنا دشوار ہے، صاحبانِ ذوق و طلب انھیں بخاری شریف پہلی جلد ص۱۸۴، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف ص۴۵۷، المستدرک، للحاکم ص۴ جلد اول، نیز ابنِ قیم جلاء الافہام ص۲۷، ص۲۹، دلائل الخیرات، تفسیر کبیر جلد پنجم ص۶۸۸ مصری طباعت، مجموعۃ الفتاویٰ جلد دوئم ص۹۷، اور مدارج النبوّت جلد دوئم ص۶۲ کے علاوہ اور بھی بیشمار کتابوں کے صفحات پر یہ موتی بکھرے ہوئے ہیں، چُن سکتے ہیں۔

اب ہم اختصار کے ساتھ چند اور نعتِ رسُول بزبانِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے ہیں۔

ساتویں نعت

اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ

marfat.com

ترجمہ :۔ "میں اپنے رب کے یہاں شب و روز گذارتا ہوں، مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔" (بخاری، مسلم)

آٹھویں نعت

یَا عَائِشَۃُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِی جِبَالُ الذَّھَبِ (بخاری شریف)

ترجمہ :۔ "اے عائشہؓ! اگر میں چاہوں تو سونے چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ چلا کریں"

نویں نعت

اُوْتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدِیْ (بخاری شریف)

ترجمہ :۔ "میرے پاس خزائن ارض کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں"

اعلیٰ حضرتؒ فرماتے ہیں ؎

وہی نورِ حق وہی ظلِّ رب، ہے انہی سے سب، ہے انہی کا سب
نہیں اُن کی مِلک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

دسویں نعت

یَا عَائِشَۃُ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ (بخاری شریف)

ترجمہ :۔ "اے عائشہؓ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے"۔

بصر در خواب و دل در استقامت
زبانش اُمتی گو، تا قیامت (نظامی گنجویؒ)

گیارہویں نعت

marfat.com

فَاِنِّیْ لَاَ نْظُرُ اِلٰی مَا وَرَائِیْ کَمَا اَنْظُرُ اِلٰی مَا بَیْنَ یَدَیَّ

ترجمہ:۔ " میں اپنے پیچھے بھی اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنے آگے ۔

راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

(حاکم، ابو نعیم، عبدالرزاق، امام جلال الدین سیوطیؒ خصائص الکبریٰ)

اے فروغ صبح آثار و دہور
چشم تو بینندۂ ما فی الصدور (اقبالؒ)

اس سلسلے میں امام اہلسنّت اعلیحضرت فاضل بریلوی احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ کے کلام پر جب نظر جاتی ہے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ ایک ایک شعر تفسیر ہے یا تو کسی آیتِ قرآن کی یا حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی، اسی لئے نعت گو شعراءِ کرام کو جن باتوں کا مطالعہ میں لانا ضروری سمجھا گیا اس پر اس گنہ گار نے حتیّ المقدور کوشش کی ہے، مندرجہ بالا حدیث پر کم نظر معترض تو ہو جاتے ہیں مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے بالخصوص اس نعت پر بہت ہی زیادہ اعتراض کیا جاتا ہے اس لئے ہم اس پر تفصیلی بحث تو نہیں چھیڑتے لیکن اس ضمن میں، مومن کے قلب کو جلا بخش حوالے ضرور پیش کریں گے، دیکھئے یہ واقعہ کس قدر اہم ہے کہ جنگِ موتہ جو ملک شام میں ہو رہی تھی اس جنگ کے سارے حالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منوّرہ میں بیٹھے بیٹھے، صحابۂ کرامؓ کو بتاتے جا رہے تھے، جب کوئی شہید ہوتا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے کہ فلاں اس طرح شہید ہوا، جو اسلام کا علم اٹھاتا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اُسے بھی بتاتے جاتے، آپؐ کی چشمِ مبارک سے آنسو جاری رہتے "۔

(بخاری شریف) (مشکوٰۃ ص ۵۳۲)

اسی اثناء میں آپؐ کے چہرے پر تبسم آیا، صحابہؓ نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ " میں اب دو دوستوں کو شہادت کے بعد جنت میں ایک دوسرے کے مقابل

تخت پر بیٹھے دیکھ رہا ہوں اور خوشی سے مسکرا رہا ہوں۔"

(خصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۲۶)

حضرت یعلیٰ بن منبہ جنگ موتہ کی خبر لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ جنگ کے حالات تفصیل سے پہلے میں تجھ کو بتاؤں یا تو بتلائے گا، اُس نے عرض کی آپ ہی بتائیں، رحمتِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جس پر جو واقعہ گذرا تمام واقعات تفصیل سے بیان فرما دیئے، حضرت یعلیٰ حیران رہ گئے اور سُن کر کہا "خدا کی قسم آپؐ کے بیان اور اصل واقعات میں سرِ مو فرق نہیں ہے۔" (بیہقی، ابونعیم، خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۵۹)

اعلیٰ حضرتؒ اسے کس طرح فرماتے ہیں ؎

سرِ عرش پر ہے تری گزر　　دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و مُلک میں کوئی شئے　　نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

(اعلیحضرتؒ)

بارھویں نعت

اَیُّکُمْ مِثْلِیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ

ترجمہ:۔ "تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔"

تیرھویں نعت

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَیٰ الْحَقَّ

ترجمہ:۔ "جس نے مجھ کو دیکھا اُس نے حق کو دیکھا۔"

اسی بات کو حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح فرماتے ہیں ؎

marfat.com

آں ذاتِ خداوند کہ مخفی است بعالم
پیدا و عیاں است، بچشمانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

(شیخ سعدیؒ)

چودھویں نعت

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ

ترجمہ:۔ ”بعض اوقات ہم کو رب تعالیٰ سے اتنا قُرب ہوتا ہے اس جگہ نہ کسی مقرب فرشتے کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ کسی مُرسل نبی کی“۔

سب سے آخر میں ہم ”قصیدہ نُور“ کو پیش کرتے ہیں لیکن اس سے قبل ان نتائج کو بھی پیش کریں جو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے فرمائی گئی نعتوں کے ایک مختصر حصّہ (کُل نہیں) سے برآمد ہوتے ہیں جُملہ اوصاف جو بیان ہوئے اگر کسی شاعر کا کلام ہوتے تو اس کے خیالات کا احتساب شریعت کے اُصولوں کی روشنی میں بھی ہوتا اور اَدبی نقطۂ نگاہ سے اس کے ایک ایک لفظ کو جانچا جاتا لیکن یہ تمام مدحت خود ممدُوح کی زبانِ اقدس کا اعجاز ہیں، اسی لئے یہ تمام بیان جہاں جہاں کسی امر کی تصدیق ہے وہاں کسی خیال کی تردید بھی ہے یعنی آپؐ کی بلندئ مراتب اور مقامِ بالا کی تصدیق، آپؐ کی ذات سے ہمسری کے تمام دعووں کی تردید ہے، تاکہ کسی کی زبان پر یہ کلمات نہ آئیں کہ وہ ہماری طرح تھے، اپنے نُور کا آدمؑ سے قبل ہونا تصدیق ہے اوّل و آخر ہونے کی اور تردید ہے شکنجۂ فنا میں گرفتار ہونے کی، باعثِ ایجادِ کُل ہونا تصدیق ہے رب کی بے پناہ محبت اور اختیاراتِ تقسیم خزائن کون و مکان کی اور تردید ہے اُن پر قادر اور صاحبِ تصرّف نہ ہونے کے جھوٹے اور گمراہ کن دعووں کی، قوتِ سماعت و بصارت تصدیق ہے اُن کے حاضر و ناظر ہونے کی وہ جہاں سے بھی چاہیں پکارے جائیں سماعت

فرماتے ہیں اور جہاں تک چاہیں دیکھ سکتے ہیں تردید ہے اُن کے علمِ غیب سے بے خبر اور محروم ہونے کی، وہ مظہرِ جمالِ حق ہیں جس نے اُنھیں دیکھا حق کو دیکھا، جہاں اُن کی رسائی ہے وہاں ملائکہ کو بھی رسائی نہیں ان اوصاف و کمالات کے علاوہ جو یہاں مختصر پیش ہوئیں اگر اور بھی کچھ دیکھنے کی آرزو اور تشنگیٔ علم ہو تو علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف "خصائص الکبریٰ" اور اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی "تجلی الیقین" پر نگاہِ شوق ڈالیں تو کتنا ہی وقت گذر جائے سیری نہیں ہوگی اور زبان پر یہ سخن جاری رہے گا ؎

کس بلا کی مے سے ہیں سرشار ہم ۔۔۔ دن ڈھلا، ہوتے نہیں ہشیار ہم
فصلِ گُل، سبزہ، صبا، مستیٔ شباب ۔۔۔ چھوڑیں کس دل سے درِ خمار، ہم
ساقیٔ تسنیم جب تک آ نہ جائیں ۔۔۔ اے سیہ مستی، نہ ہوں ہشیار ہم

(اعلیٰحضرتؒ)

قصیدۂ نُور

کوئی شاعر ایسا نہیں جس نے سیّد المرسلینؐ کے نُورِ مُبارک پر شعر نہ کہا ہو اعلیٰحضرت احمد رضا خاںؒ نے اُردو میں ایک قصیدۂ نُور لکھا ہے ؎

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نُور کا ۔۔۔ صدقہ لینے نُور کا آیا ہے تارا نُور کا

یہ طویل قصیدہ تو نہیں اس میں صرف اٹھاون اشعار ہیں، عربی اور فارسی میں بھی نُورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم پر لاتعداد اشعار کہے گئے ہیں، لیکن ہم یہاں پر وہ حدیثِ مُبارک پیش کر رہے ہیں جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مُبارک سے اپنے نُور کے بیان میں ایک طویل قصیدہ ہے اس قصیدہ میں اسرار و رموز کے چہرے سے نقاب اُٹھائی گئی ہے، ایسے انکشافات ہیں کہ جس کے اظہار سے قلب کو روشنی ایمان کو

یکجائی، خیال کو وسعت، فکر کو بلندی، تخیل کو پرواز، تصوّر کو معراج، بینائی کو یقین، انفاس کو خوشبو، اور احساس کو پاکیزگی اور شادمانی نصیب ہوتی ہے۔ تاریخ عالم میں دُنیائے علم و اَدب میں ایسا حسین، اس قدر شیریں، دل کی گہرائیوں میں اُتر جانے والا، دُنیا وما فیہا سے بے نیاز اور گردوپیش سے بے خبر کر دینے والا، علم کا اوجِ کمال اور عشق سے مالامال کوئی اور قصیدہ نہیں جو اِس قصیدۂ نُور کے مماثل ہو سکے، اس کی ایک وجہ خاص یہ بھی ہے کہ جس نُور کی تعریف میں آدم سے آج تک قصیدہ لکھے اور سُنائے جاتے رہے جب وہ نورِ مجسّم اپنا قصیدہ خود اپنی زبان سے سُنائے تو اُس کے مقابل کون ہو سکتا ہے۔

اس قصیدۂ نُور کے مستند ہونے کی اگر ایک آدھ روایت ہوتی تو اس حدیث پر بھی موضوع ہونے کی مُہر لگا دی جاتی یا ضعیف کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا لیکن جن بزرگوں نے اس کی تصدیق فرمائی ہے وہ ہیں جن کے علم و فضل کے سِکّے ہر زمانے میں چلتے رہے، جن کے صبر و رضا، زہد و تقویٰ اور استقامت و حق گوئی پر دو عالم کو ناز ہے، جن میں امام احمد بن حنبلؒ، امام قسطلانی، علامہ زرقانی، امام محمد نووی شافعی، امام احمد بن حنبلؒ کے اُستاد حضرت عبدالرزاق، احمد بن صالح مصری، علامہ امام عبدالغنی نابلسیؒ وغیرہم ہیں۔

یہ قصیدۂ نُور ایک طویل حدیث ہے جسے نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمائی اور وہی صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے راوی ہیں۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

قُلتُ یَارَسُولَ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ	کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ
اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ خَلَقَہُ اللّٰہُ	آپ پر قربان ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ اللہ تعالےٰ

marfat.com

تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان
اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور
نبیک من نورہ فجعل ذلک النور
یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ ولم
یکن فی ذلک الوقت لوح ولا قلم
ولا جنۃ ولا نار ولا ملک ولا سماء
ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جنی
ولا انسی فلما اراد اللہ ان یخلق الخلق
قسم ذلک النور اربعۃ اجزاء فخلق
من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح
ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء
الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول
حملۃ العرش ومن الثانی الکرسی
ومن الثالث باقی الملئکۃ ثم قسم الرابع
اربعۃ اجزاء فخلق من الاول السموات
ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنۃ
والنار ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء
فخلق من الاول نور ابصارھم و
من الثانی نور قلوبھم وھی المعرفۃ
باللہ ومن الثالث نور انسھم وھو
التوحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نے تمام اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر!
بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے
تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر وہ
نور قدرتِ الٰہیہ سے جہاں اللہ نے چاہا سیر کرتا
رہا۔ اس وقت نہ لوح نہ قلم نہ جنت' نہ دوزخ'
نہ فرشتہ، نہ آسمان' نہ زمین' نہ سورج' نہ چاند'
نہ جن' نہ انس (کچھ بھی) نہ تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ
نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار
حصے کیے پہلے حصے سے قلم دوسرے حصے سے لوحِ
محفوظ تیسرے سے عرش پیدا کیا اور چوتھے حصے کے
پھر چار حصے کر دیئے، پہلے حصے سے حاملینِ عرش
دوسرے سے کرسی' تیسرے سے باقی فرشتے پیدا
کئے، اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے پہلے
حصے سے (ساتوں) آسمان' دوسرے سے (ساتوں)
زمینیں تیسرے سے جنت دوزخ پیدا کئے اور
چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے، پہلے حصے
سے (مومنوں) کی آنکھوں کا نور' دوسرے سے
ان کے دل کا نور، جس سے اللہ کی معرفت حاصل
کرتے ہیں تیسرے سے ان کے انس و محبت کا نور'
اور وہ توحید ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

marfat.com

ثُمَّ قَسَمَ الرَّابِعَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ
الشَّمْسَ مِنْ جُزْءٍ وَخَلَقَ الْقَمَرَ مِنْ جُزْءٍ
وَالْكَوَاكِبَ مِنْ جُزْءٍ وَاَقَامَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ
فِيْ مَقَامِ الرَّجَاءِ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفَ سَنَةٍ
ثُمَّ جَعَلَهُ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ الْعَقْلَ
مِنْ جُزْءٍ وَالْعِلْمَ وَالْحِلْمَ مِنْ جُزْءٍ وَالْعِصْمَةَ
وَالتَّوْفِیْقَ مِنْ جُزْءٍ وَاَقَامَ الرَّابِعَ فِیْ مَقَامِ
الْحَیَاءِ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفَ سَنَةٍ ثُمَّ نَظَرَ اِلَیْهِ
فَتَرَشَّحَ النُّوْرُ عَرَقًا فَقَطَرَ مِنْهُ مِائَةُ
اَلْفٍ وَعِشْرُوْنَ اَلْفًا وَاَرْبَعَةُ اٰلَافِ
قَطْرَةٍ فَخَلَقَ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ قَطْرَةٍ نَبِیًّا وَ
رَسُوْلًا ثُمَّ تَنَفَّسَتْ اَرْوَاحُ الْاَنْبِیَاءِ فَخَلَقَ
اللّٰهُ مِنْ اَنْفَاسِهِمْ نُوْرَ اَرْوَاحِ الْاَوْلِیَاءِ
وَالسُّعَدَاءِ وَالشُّهَدَاءِ وَالْمُطِیْعِیْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ فَالْعَرْشُ
وَالْكُرْسِیُّ مِنْ نُّوْرِیْ وَالْكَرُوْبِیُّوْنَ وَالرُّوْ
حَانِیُّوْنَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مِنْ نُّوْرِیْ
وَمَلٰٓئِكَةُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ مِنْ نُّوْرِیْ
وَالْجَنَّةُ وَمَا فِیْهَا مِنَ النَّعِیْمِ مِنْ
نُّوْرِیْ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالْكَوَاكِبُ مِنْ
نُّوْرِیْ وَالْعَقْلُ وَالْعِلْمُ وَالتَّوْفِیْقُ مِنْ

پھر چوتھے حِصّے کے چار حِصّے کر دیئے پہلے حِصّے
سے سُورج دُوسرے سے چاند اور تیسرے سے
تارے پیدا کئے اور چوتھے حِصّے کو مقامِ رجا میں
بارہ ہزار سال تک مقیم رکھا، پھر اس کے چار حِصّے
کر دیئے، پہلے حِصّے سے عقل، دُوسرے سے علم و حلم
اور تیسرے سے عصمت و توفیق پیدا فرمائی اور چوتھے
حِصّے کو مقامِ حیا میں بارہ ہزار سال تک مقیم رکھا
پھر اُس کی طرف ایک ایسی نظر فرمائی کہ اُس نُور سے
ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے جھڑے اللہ تعالیٰ نے
ہر قطرے سے نبی اور رسُول پیدا کئے، پھر انبیاءِ کرام
کی ارواح نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے سانس سے
قیامت تک ہونے والے سعداء، شہداء، اور اطاعت کرنے
والے مومنوں کی ارواح کے نُور کو پیدا فرمایا (تو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا) عرش و کُرسی میرے نُور سے ہے،
کروبیین اور رُوحانیین فرشتے میرے نُور سے ہیں
اور ساتوں آسمانوں کے فرشتے میرے نُور سے ہیں جنّت
اور اُس کی ساری نعمتیں میرے نُور سے ہیں، سورج چاند
اور ستارے میرے نُور سے ہیں عقل، علم اور توفیق میرے
نُور سے ہے۔ ارواحِ انبیاء و رُسل میرے نور سے ہیں،
شہداء، سعداء اور صالحین میرے نُوری بچوں سے ہیں۔
پھر اللہ نے بارہ حجاب پیدا فرمائے اور نُور کے چوتھے

marfat.com

نُوْرِیْ وَاَرْوَاحُ الْاَنْبِیَاءِ وَالرُّسُلِ مِنْ
نُوْرِیْ وَالشُّھَدَاءِ وَالسُّعَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ
مِنْ نَتَائِجِ نُوْرِیْ ثُمَّ خَلَقَ اللّٰہُ اِثْنَیْ عَشَرَ
حِجَابًا فَاَقَامَ النُّوْرَ وَھُوَ الْجُزْءُ الرَّابِعُ فِیْ
کُلِّ حِجَابٍ اَلْفَ سَنَۃٍ وَھِیَ مَقَامَاتُ
الْعُبُوْدِیَّۃِ وَھِیَ حِجَابُ الْکَرَامَۃِ
وَالسَّعَادَۃِ وَالزِّیْنَۃِ وَالرَّحْمَۃِ وَالرَّافَۃِ
وَالْحِلْمِ وَالْعِلْمِ وَالْوَقَارِ وَالسَّکِیْنَۃِ وَالصَّبْرِ
وَالصِّدْقِ وَالْیَقِیْنِ فَعَبَدَ اللّٰہَ ذَالِکَ
النُّوْرُ فِیْ کُلِّ حِجَابٍ اَلْفَ سَنَۃٍ فَلَمَّا
خَرَجَ ذَالِکَ النُّوْرُ مِنَ الْحُجُبِ رَکَّبَہُ
اللّٰہُ فِی الْاَرْضِ فَکَانَ یُضِیْئُ مِنْہُ
بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ کَالسِّرَاجِ
فِی اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ ثُمَّ خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ
مِنَ الْاَرْضِ وَرَکَّبَ فِیْہِ النُّوْرَ فِیْ
جَبْھَتِہٖ ثُمَّ انْتَقَلَ مِنْہُ اِلٰی شِیْثَ
وَلَدِہٖ وَکَانَ یَنْتَقِلُ مِنْ طَاھِرٍ اِلٰی
طَاھِرٍ وَمِنْ طَیِّبٍ اِلٰی طَیِّبٍ اِلٰی
اَنْ وَصَلَ اِلٰی صُلْبِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ
عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ اَخْرَجَنِیْ اِلَی الدُّنْیَا
فَجَعَلَنِیْ سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمَ

حصّے کو ہر حجاب میں ایک ایک ہزار سال
تک مقیم رکھا اور وہ مقاماتِ عبودیت ہیں
اور وہ کرامت، سعادت، زینت، رحمت،
رافت، علم، حلم، وقار، سکون، صبر، صدق اور
یقین کے حجابات ہیں۔ پھر اُس نور نے ہر حجاب
میں ایک ایک ہزار سال عبادت کی، پھر جب
وہ نور حجابات میں سے نکلا تو اللہ نے اُس کو زمین
پر رکھا۔ تو وہ مشرق اور مغرب کے درمیان اس
طرح چمکتا تھا جس طرح اندھیری رات میں روشن
چراغ ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مٹی سے
پیدا کیا اور اُس نور کو اُن کی پیشانی میں رکھا پھر
وہ نور اُن سے منتقل ہو کر اُن کے بیٹے شیث ؑ
میں آیا۔ اسی طرح وہ نور طاہر سے طاہر کی طرف
اور طیّب سے طیّب کی طرف منتقل ہوتا رہا۔
یہاں تک کہ وہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب
کے صلب میں آیا (فرمایا) پھر اللہ نے
مجھے دُنیا کی طرف نکالا اور مجھے سید المرسلین،
خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین اور قائد
الغر المحجلین بنایا۔ یہ ہے تیرے نبی کے
نور کی ابتداء اے جابر!

marfat.com

اَلنَّبِیِّیْنَ وَرَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَقَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ
ھٰذَا کَانَ بَدْءُ نُوْرِ نَبِیِّکَ یَا جَابِرُ!

(الدر البھیۃ ص۔ امام نووی الشافعی مصنف)

امام قسطلانی اور علامہ زرقانی رحمہم اللہ نے اس حدیث کو مختصر ہی بیان کیا ہے لیکن شیخ الاسلام امام محمد نووی شافعی نے اپنی کتاب الدار البھیۃ فی شرح خصائص النبویہ میں پوری حدیث بیان کی ہے جو اوپر لکھی جا چکی ہے۔

محقّقانہ نظر

حضرت امام احمد بن حنبل رض اپنے وقت کے مجدّد و محقّق تھے، حدیث پر آپ کی گہری نظر تھی، واقعات کی چھان بین میں جس احتیاط سے کام لیتے تھے اُس کی گواہ تاریخ کی کُتب ہیں۔ حق گوئی سے باز رکھنے کے لئے بڑے سے بڑے جابر نے اُن کو نشانۂ ستم ضرور بنایا لیکن آخرکار اُنہی کے قدموں پر اپنے سرِ پُر غرور کو جُھکانا پڑا، جیل کی سلاخوں کے پیچھے رہنا گوارا کیا، پُشتِ مُبارک پر دُرّوں کی اذیت برداشت کرلی، لیکن صراطِ مستقیم سے سرِمُو نہ ہٹائے جاسکے۔ امامِ وقت کو فولاد جیسا ارادہ اور پہاڑ کی مانند صبر و استقامت جن کی تربیتِ خاص سے ملا وہ تھے امام اجل حضرت عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہ جو اس حدیث (قصیدۂ نور) کے مخرج ہیں، آپ نہ صرف یہ کہ حضرت امام احمد بن حنبل رض کے اُستاد ہیں بلکہ امام محمد بن اسماعیل بُخاری رحمتہ اللہ علیہ کے اُستاد الاُستاد ہیں۔ موصوف (عبدالرزاق رح) کی عظمت و بزرگی کے اعتراف میں یہ حوالہ دیکھئے، احمد بن صالح مصری رح فرماتے ہیں:۔

قُلْتُ لِاَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ اَحَدٌ اَحْسَنُ حَدِیْثًا مِنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ؟
قَالَ لَا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۳۱۱)

marfat.com

ترجمہ :۔ "میں نے امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا کہ حدیث میں کیا آپ نے کوئی عبدالرزاق سے بہتر دیکھا؟" (امام نے) فرمایا، نہیں"

یہ قول احمد بن صالح مصری کا تھا۔ اس حدیث کی مزید تصحیح علامہ امام عبدالغنی نابلسی رضی اللہ عنہ نے اس طرح فرمائی ہے :۔

قَدْ خُلِقَ کُلُّ شَیْءٍ مِنْ نُوْرِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَدَ بِہٖ الْحَدِیْثِ الصَّحِیْح (حدیقہ ندیہ)

ترجمہ :۔ " بلاشبہ تمام اشیاء اُن کے نُور (کے سبب) سے پیدا ہوئی ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا"۔

اب تک جو کچھ تحریر ہوا یہ عشر عشیر بھی نہیں اس کا جو قرآن کریم اور کتب احادیث میں محامد و محاسن خیر البشرؐ میں ہے اور یہ بھی عشر عشیر نہیں اس کے مقابل کہ جو کچھ مالک و مولا جلّ جلالہٗ کے علم میں ہے،

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے دہ احادیث خصائص یعنی وہ حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے خصائص بیان ہوئے ہوں جو کسی میں نہ پائے جائیں، پانچ بتائی ہیں، علامہ امام ابن حجر عسقلانی اور پھر علامہ امام احمد قسطلانی نے ان خصائص نبویہ کا عدد سولہ تک پہنچایا ہے، حقیقتاً خصائص نبوی کی انتہا سو اور دو سو پر نہیں علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے مشہور زمانہ اپنی تصنیف میں ڈھائی سو کے قریب خصائص جمع کئے ہیں، یہ بھی انتہاہے امام کے علوم کی اور تحقیق کی، علم ظاہر سے علم باطن والوں کو زیادہ خبر ہے۔ پھر تمام علوم، علم اعظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزاروں منزل ادھر منقطع ہیں، جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خصائص جانتے ہیں دُوسرا کیا جانے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم والا مالک و مولیٰ جل و علیٰ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی جس نے انھیں ہزاروں فضائلِ عالیہ اور جلائلِ غالیہ دیئے اور اس کے علاوہ بے حد و بیشمار

marfat.com

اَبدَ الآباد کے لئے رکھے (اعلحضرت) "فی تجلی الیقین"

اس حدیثِ مبارک پر ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں جو ایک بلند مضمونِ نعت ہے۔

ارشاد فرمایا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے :-

یَا اَبَا بَکرٍ لَمْ یَعْرِفْنِیْ حَقِیْقَۃً غَیْرُ رَبِّیْ

ترجمہ :- "اے ابو بکرؓ! مجھے ٹھیک اس طرح جیسا میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہیں پہچانا۔"

ترا وصف بیاں ہو کس سے تیری کون کرے گا بُرائی
اس گردِ سفر میں گُم ہے جبریلِ امیں کی رسائی

(ادیب)

نعتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بزبانِ ملائکہ

صاحبِ قرآن، پر قرآنی نعتوں اور ممدوح کی زبانِ مقدس کے گہرہائے بے مثل کے بعد بشری نعتوں سے پہلے ملائکہ اور اجنّا کی نعت بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت میں بشر کا حصہ زیادہ ہے یا ملائکہ کا یہ سوال اور اس کا جواب ہم قارئین پر ہی چھوڑتے ہیں، لیکن قارئین کے علم میں ہی یہ بات نہ ہو کہ ملائکہ کیا ہیں، کب سے ہیں، کتنے ہیں اور محبوبِ رب کا ذکر کس طرح کرتے ہیں تو وہ سوال کا نتیجہ کیونکر حاصل کر سکتے ہیں، اس لئے انھیں ملائکہ کے متعلق تھوڑی بہت معلومات بہم پہنچا رہے ہیں جو یقیناً نہایت پُر اسرار بھی ہیں اور ایمان افروز بھی، لفظ ملائکہ یا فرشتہ تو ہر ایک کی زبان پر عام ہے اور اُن میں سے حضرت جبریلؑ، میکائیل، عزرائیل اور اسرافیل علیہ السّلام کے نام سے بھی واقفیت ہوگی، لیکن ہم

marfat.com

قرآنِ کریم کی آیات، تفاسیر اور احادیث کے حوالوں سے جو کچھ حال ملتا ہے جو حتمی ہرگز نہیں اپنے قارئین کی وسعتِ علم کے لئے پیش کر رہے ہیں، حتمی اس لئے نہیں کہ خود ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَا

ترجمہ :- " رب کے لشکروں کو وہی جانتا ہے "

تشریح :- ملائکہ ملک کی جمع ہے یہ لفظ ملوکہ سے بنا ہے جس کے معنی پیغام ہیں چونکہ فرشتے حق تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان وحی کے لانے والے قاصد ہوتے ہیں، نیز اللہ کی جانب سے رحمتیں اور عذاب لانے والے بھی وہی ہیں اس لئے انھیں مَلَک یعنی قاصد کہتے ہیں۔

حقیقت :- جسم ان کا نوری ہے، یہ اپنے جسم کو تبدیل کر سکتے ہیں، صورتِ بشری میں آ سکتے ہیں، تمام کے تمام نہایت طاقتور ہیں، جن کی طاقت کا نہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے نہ اُن کی کوئی مثال دی جا سکتی ہے، عالمِ ملکوت میں سے ہیں،

تعداد :- قرآن بتا رہا ہے :-

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَا

" رب کے لشکروں کو وہی جانتا ہے "

انسان جنات کا دسواں حصہ ہے، جن و انس خشکی کے جانوروں کا دسواں حصہ ہیں یہ سب مِل کر پرندوں کا دسواں حصہ ہیں یہ تمام زمین کے فرشتوں کا دسواں حصہ ہیں، یہ سب مل کر آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ ہیں یہی ترتیب پہلے آسمان سے ساتویں آسمان تک ہے، پھر یہ تمام مل کر کُرسی کے مقابل کم ہیں، پھر وہ تمام مِل کر عرشِ اعظم کے ایک پردے کے مقابل کم ہیں، پھر عرشِ اعظم کا معاملہ یہ ہے کہ چھ لاکھ پردے ہیں، ہر پردہ پر اتنے ہی ملائکہ ہیں ابھی عقلِ انسانی ان کا ہی شمار کرنے سے قاصر و عاجز ہے

کہ عرشِ عظیم یہ بتا رہا ہے کہ اب تک جتنی مخلوق کا شمار ہوا یہ تمام کی تمام مخلوق عرشِ اعظم کے گرد طواف کرنے والوں کے برابر یوں ہیں جیسے دریا کے سامنے قطرہ ہوتا ہے، بے شک رب کے لشکروں کو وہی جانتا ہے ؎

تری کُن ہے اتنی وسیع تر کہ ملائکہ ہیں شکستہ پر
نہیں دخل وہم و گمان کا، تری شان جَلّ جَلالہٗ

(شاہ رکن الدین الوریؒ)

اقسام:- قرآنِ کریم میں ان کی بہت سی اقسام کا ذکر ہے اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ان کا تذکرہ پایا جاتا ہے، وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں، وہ جو عرش کے طواف میں ہمہ وقت مصروف ہیں، وہ فرشتے جو عام فرشتوں میں جلیل القدر ہیں، وہ فرشتے جو دوزخ اور جنت پر مامور ہیں، وہ فرشتے جو انسانوں کی خدمت پر مامور ہیں، وہ فرشتے جو کراماً کاتبین کہلاتے ہیں، وہ جو دنیا کے انتظامات کرنے والے ہیں، وہ جو رحمت اور عذاب لے کر نازل ہونے والے ہیں، اللہ بہتر جاننے والا اور بتانے والا ہے،

جہانِ رنگ و بُو کی وسعتوں کا رازداں تو ہے
نہ کوئی ہمسفر تیرا، نہ کوئی رازداں تیرا

(ظہوری)

صفات:- قاصد ہیں، اللہ اور رسولؐ کے درمیان واسطہ ہیں، ہمہ وقت عبادت گذاری ان کا وصفِ خاص ہے، ساجد ہیں، معصوم ہیں، حق تعالیٰ سے قریب ہیں، حق تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں، اُس کے دوستوں کی مدد کرنے والے، ان کی مدد میں اُن کی طرف سے لڑنے والے، بازو اور پر والے ہیں، ابرہا کے لشکر ہوں، بدر کا میدان ہو، طائف کی سرزمین ہو یا گنبدِ خضرا ہو، اللہ اور اس کے محبوبؐ کے ذکر کی

marfat.com

محفلیں ہوں ہر جگہ اُس کی نوُری مخلوق کی آمدورفت کے واقعات ملتے ہیں، اب رحمتِ دوجہاں محبوبِ رب کی مدح وثنا پر کتنے فرشتے متعین ہیں اس کا اندازہ ہرگز نہیں لگایا جا سکتا، فرشتوں کی ایک تعداد تو وہ ہے جن کی تعداد یوُں بتائی گئی ہے کہ ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار فرشتے شام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضری دیتے ہیں اور درُود وسلام پیش کرتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں جو قیامت تک دوبارہ نہیں آئیں گے، دوسرے دن جو فرشتے ہوں گے وہ اور ہی ہونگے، ایک لاکھ چالیس ہزار فرشتے روزانہ درُود وسلام کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔

دوئم: اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں یہ ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ وہاں خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کسی مخصوص گروہ کے ساتھ مل کر اپنے محبوب پر درُود بھیجتا ہے یا جملہ ملائکہ کے ساتھ، انسان اس کا تعین نہیں کر سکتا کہ اس لفظِ "اللہ اور اُس کے ملائکہ" میں ملائکہ کُل ہیں یا خاص گروہِ ملائکہ،

سوئم: ملائکہ کے علاوہ جتنی بھی مخلوق ہے ان تمام کے شمار سے زیادہ عرش کے چھ لاکھ پردوں میں ملائکہ کی تعداد ہے اور یہ تعداد دریا کے آگے قطرہ ہے ان ملائکہ کے مقابل جو عرش کا طواف کر رہے ہیں اُس عرش کا جس کے ستون پر لکھا ہوا ہے: "مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ" یعنی جہاں عرش کا طواف ہو رہا ہے وہاں اسمِ مبارک کا بھی طواف ہو رہا ہے، جنتِ الفردوس میں ہر شاخ، ہر پتّہ، ہر پھوُل پر حضور کا اسمِ گرامی لکھا ہوا ہے جسے حُوریں اور ملائکہ دیدار کر رہے ہیں، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت جو ملائکہ درُود کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔ لیکن ان میں جبریل علیہ السلام کو ایک خاص مقام حاصل ہے جنھیں ملائکہ میں تاجدارِ مدینہ کے حضور ہر لمحہ حاضری کا شرف حاصل رہا ہے، ہم ان کے ہی الفاظ میں نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے ہیں:-

marfat.com

"قَالَ جِبْرِيْلُ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) وَلَمْ اَرَ بَنِيْ اَبٍ اَفْضَلَ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ"

ترجمہ "جبریلِ امینؑ نے فرمایا کہ میں نے مشارق و مغارب میں پھر کر دیکھا کوئی شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل نظر نہیں آیا اور کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھنے میں نہیں آیا"۔ (زرقانی جلد اوّل ص۶۶)

آفاقہا گردیدہ ام، مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگری

علامہ امام احمد بن محمد القسطلانی رحمتہ اللہ علیہ مواہب الدنیہ کے مصنف ہیں جن کے اکثر حوالے گذرے ہیں، علامہ امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی رحمتہ اللہ علیہ نے مواہب الدنیہ کی شرح لکھی ہے جو "زرقانی" کے نام سے مشہور ہے۔

(زرقانی شرحِ مواہب الدنیہ)

یہ حدیث (نعتِ جبریلِ امیں) بیہقی اور طبرانی نے اوسط میں اور ابنِ عساکر نے حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، حضرت جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اس پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے۔

حسین پہلو:- اس نعت شریف کے ایک ایک جزو پر غور فرمائیے، مشارق و مغارب کا صیغہ ہے جس طرح ربُّ العالمین میں تمام عالمین کی طرح رحمۃٌ للعالمین تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں اسی طرح ربُّ المشرقین وربُّ المغربین کی طرح جبریلِ امیں جن کی جست پرواز میں مشارق و مغارب ہیں فرما رہے ہیں "ایسا حسین کوئی نہیں" یہ ہے کمالِ حُسنِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اور دوسرا جزو اس نعت کا وہ ہے جس نے حضورؐ کے آباؤ اجداد پر کئے جانے والے تمام اعتراضات، تنقید اور نام نہاد

marfat.com

اجتہادات و تحقیقات کا قلع قمع کر دیا ہے اور ایمان والوں کے دلوں میں گھر کر جانے والے تمام شکوک و شبہات کو خس و خاشاک کی طرح موجِ حقیقت بہا کر لے گئی ہے۔ حضرت جبریلؑ امیں واضح الفاظ میں عرض کر رہے ہیں کہ کوئی خاندان بنو ہاشم سے افضل نہیں، اس سے قبل ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی زبانِ گہربار سے یہ جملے پیش کر چکے ہیں، جس میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ممبر پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا تھا کہ "تمام خاندانوں میں میرا خاندان سب سے بہتر ہے" مشکوٰۃ شریف کی وہ حدیث جس کے الفاظ ہیں "پھر قبیلہ کے چند خاندان بنائے تو مجھے سب سے اچھے خاندان میں (بنو ہاشم) سے کیا، پس میں ذاتی اور خاندانی طور پر سب سے بہتر ہوں" (مشکوٰۃ ص۵۱۳) اور قصیدۂ نور بھی آپ دیکھ چکے ہیں۔ جس میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کے جواب میں حدیث (قصیدۂ نور) کے آخری الفاظ ہیں:۔

"پھر وہ نور آدمؑ سے منتقل ہو کر اُن کے بیٹے شیثؑ میں آیا، اسی طرح وہ نور طاہر سے طاہر کی طرف (غور کیجئے الفاظِ حدیث پر) اور طیّب سے طیّب کی طرف منتقل ہوتا رہا "یہاں تک" کہ وہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے صلب میں آیا"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آبا و اجداد کی شرافت، عظمت، نیکی و بزرگی پر حضورؐ کی احادیث اور بھی ہیں یہاں اُن کی تفصیل مقصود نہیں، اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے کس حُسن کے ساتھ اس موضوع پر شعر کہے ہیں ؎

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا

مقامِ جبریلؑ: ہمارے نعت گو شعراء کو چاہیئے کہ وہ جب حضرتِ جبریلؑ کا ذکر کریں تو اُن کے مقام و مراتب کا پورا پورا لحاظ کریں اور اُدب و احترام

marfat.com

ملحوظ رہے۔ بعض شعر نظر سے ایسے بھی گذرے جس میں آپ کے مراتب کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ جن بزرگوں نے ایسا کیا میری تحریر اُن کی نگاہ سے گزرے گی تو انھیں خود اس کا احساس ہو جائے گا، لیکن مستقبل میں کسی اور سے اس بے ادبی کا ارتکاب نہ ہو اس مقصد کے پیشِ نظر چند سطور حضرت جبریلؑ امین علیہ السلام کے متعلق بھی سپردِ قلم کر رہا ہوں،

حضرت جبریلؑ امیں وہ ہیں جو لوحِ محفوظ سے قرآنِ کریم کو آسمانِ دُنیا (بیت العزۃ) میں بحکمِ ربّی لائے، تمام ملائکہ کو قرآنِ کریم کا اِملا آپ نے کرایا حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر سال قرآنِ کریم کا وِرد فرماتے اور جس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ فرمایا اُس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دَورِ قرآن دو مرتبہ ہوا،

(بخاری شریف)

حضرت جبریلؑ امیں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں چوبیس ہزار مرتبہ شرفِ باریابی حاصل ہوا، (ایک مرتبہ حاضری کی آرزو رکھنے والے دوعالم اُن پر نثار کردیں اور جنھیں چوبیس ہزار مرتبہ یہ شرف ملے ان کا کیا مقام) بدر میں فرشتوں کی امداد لے کر طائف میں اللہ کا جلال بن کر، بزم میں، رزم میں، ملک الموت کی اجازت کے لئے بسترِ علالت پر، اُمِ ہانی کے گھر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیار کے لئے قاصد بن کر، آدمؑ تا عیسیٰؑ ہر اللہ کے دوست کے ہمراہ حجابِ رابع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور کی زیارت کرنے والے' اُن کا ذکر، اُن کا حوالہ، اُن کا نام کتنے ادب سے لیا جانا چاہیے۔ اس پر ہمارے شعرار کو اپنی نگاہ رکھنی چاہیے۔ عجز و انکسار کے الفاظ شاعر خود اپنے لئے اپنی جانب سے کہہ سکتا ہے اور کہنا چاہیے کہ اللہ کو یہ عجز بے حد پسند ہے، عجز میں انتہائی تذلّل اختیار کرنا عینِ عبادت ہے، لیکن یہ الفاظ دوسروں کی جانب سے نہیں بلکہ اپنی جانب سے پیش ہوتے ہیں۔ اس کی بہترین مثالیں ملاحظہ ہوں۔

marfat.com

مُذنب چوں من نباشد در تمامی اُمتت
رحم کن بر حالِ ما یا رحمت اللعالمیںؐ (جامیؒ)

(جامیؒ)

مُستغرقِ گناہیم ، ہر چند عُذر خواہیم
پژمردہ چوں گیاہیم باران ما محمدؐ

(خواجہ مُعین الدینؒ)

هَبْ لِیْ شَفَاعَتَكَ الَّتِیْ اَرْجُوْ بِهَا
صَفْحاً جَمِیْلاً عَنْ قَبِیْحِ ذُنُوْبِیْ

(ابنِ خلدون)

ترجمہ:۔ اپنی شفاعت سے مجھے نوازیئے جس کا میں اُمیدوار ہوں، میرے بدترین گناہوں سے بہترین طریق پر درگذر فرمایئے

یا ، چشمِ رحمت بر کشا ، موئے سفید من نگر
گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ اَم

(جامیؒ)

یا حضور سیدنا غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں ؎
کمینہ خادمِ خدّامِ خاندانِ تو اَم
زِ خادمیِٔ تو دائم بُود مُناجاتم (غوث الاعظمؒ)

یا۔ نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس مُنفعِلم
زاں کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے اَدَبی (قدسی)

اُمیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید یہ ہے
کہ ہو سگانِ مدینہ میں کاش میرا شُمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں مَروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مُرغ و مار
(قاسم نانوتوی)

marfat.com

عجز کا یہ تمام مقبولِ بارگاہ انداز اپنی ذات کے لئے ہے، لیکن یہ نہیں کہ آپ اپنی طرف سے حضرت جبریلؑ امیں کے لئے ایسے الفاظ انتخاب کریں جو اُن کی شان و مراتب کے خلاف ہوں۔

دیکھیے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہر بحث میں قولِ فیصل ہے اور رحمتِ دو عالمؐ کیا فرما رہے ہیں :-

مَنْ کَلَّمَہُ رُوحُ الْقُدُسِ لَمْ یُؤْذَنْ لِاَرْضٍ اَنْ تَاکُلَ مِنْ لَحْمِہٖ

ترجمہ :- "جس شخص سے رُوحُ القدس نے گفتگو کر لی زمین کو اجازت نہیں کہ اس کے جسم کو کھائے"

(امام جلال الدین سیوطیؒ) (خصائص الکبریٰ جلد دوئم صفحہ ۲۷۹)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دہلویؒ کس اَدب کے ساتھ جبریلؑ کا ذکر فرما رہے ہیں :-

وَاَسْتَمْسَکَ الرُّوحُ الْاَمِیْنُ رِکَابَہٖ　فِیْ سَیْرِہٖ وَاَسْتَخْدَمَ الْاَمْلَاکَ

ترجمہ :- "اور جس کے رکاب کو روحُ الامین نے تھاما اُس کے سفر میں اور جس نے فرشتوں سے خدمت لی۔"

مجھ کو مِل جائیں کہیں روح القدس تو سیکھ لوں
وہ اَدب جو شرط ہے آقا کی محفل کے لئے

(اَدیبؔ)

اجنّا کی نعت

رحمت اللعلمینؐ کے دامانِ کرم سے اللہ کی تمام مخلوق وابستہ اور اُن کے کرم کی طلبگار رہے جن بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات احسانِ عظیم ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر، اجنّا نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی شان و صفات بیان کی ہیں، اجنّا کی نعت گوئی کے نمونے بہت ہیں

marfat.com

جن میں چند ایک عربی ادب کے جواہر پارے بھی ہیں، اجنّا کی نعت پیش کرنے سے پہلے اس مخلوق کے متعلق ہم اپنے قارئین کو بنیادی معلومات پہنچانا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ہمارا دہ مقصد بھی پورا ہو کہ ہمارے قارئین کے علم میں نعت سے وابستہ واقعات اور اُس کے پس منظر، کتب، حوالہ، اسناد، شخصیت، مقام وغیرہ کی تاریخ سے بھی اضافہ ہو۔

لُغوی معنی:۔ جِنٌّ ہر چیز جو حواس سے پوشیدہ ہو، جیسے محاورہ میں کہتے ہیں "لَا جِنَّ بِھٰذَا الْاَمْرِ" یعنی اِس معاملے میں کوئی پوشیدگی نہیں، جِنِّیَّۃٌ ۔ جِنّ ۔ دیو ۔ جِنّیٌّ (مفرد جنّ) اَجتَنَّ، یعنی چھپ جانا۔ مُجَنَّۃٌ ۔ یعنی وہ زمین جہاں کثرت سے جنّ ہوں، وغیرہ ۔

اِصطلاح اصطلاح میں ایسا وجود ناری ہے جو نظروں سے مخفی اور مختلف صورتوں کے بدلنے اور عجائبات کے ظاہر کرنے پر قادر ہے، اُن میں سرکشی اور نافرمانی کا مادّہ بھی ہے اسی لئے انھیں شیاطین بھی کہتے ہیں۔

وجُود جِن، قرآن میں منصوص اور حدیث میں مذکور، اجتماعاً اور قیاساً مستبعد ہے،

حقیقت و خلقت "اکام المرجان فی احکام الجان" کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آدمی جس طرح خاک سے مخلوق ہے، جن آگ سے بنائے گئے ہیں، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جنّ آتش سے پیدا کئے گئے ہیں "خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ النَّارِ" ابن عباسؓ نے فرمایا "یہ مخلوق آگ سے بنائی گئی ہے"۔ سارے جنوں کا باپ سومنا ہے، طاقتور ہیں، جسم بدل سکتے ہیں، ان کی تعداد کل انسانوں سے دس گنا ہے۔

تاریخ:۔ سورۂ جنّ کی تفسیر میں خلاصۃ التفاسیر میں یوں بیان ہوا ہے:۔

marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ساٹھ ہزار سال پہلے حق تعالیٰ نے ان کو زمین پر آباد کیا، زمین پر آزادی سے سات ہزار سال تک رہے پھر آپس کے حسد نے جنگ وجدل اور قتل وغارت گری پر آمادہ کیا، پھر انھوں نے اپنے "پیغمبر" جن کا نام یوسف تھا، شہید کر ڈالا، اور نافرمانی کرنے لگے تو عزازیل جو مقربِ بارگاہِ الٰہی تھا اور تمام ملائکہ میں عابد وزاہد تھا اُسے حکم ہوا کہ اپنے فرشتوں کی ایک جماعت لے جاؤ اور ان خون خرابہ کرنے والوں کو کھُلی زمین سے ہٹا کر پہاڑوں اور جزیروں میں آباد کر دو، عزازیل نے ایسا ہی کیا۔ عزازیل کے ساتھ آنے والے بھی (فرشتے) زمین پر ہی آباد کر دیئے گئے، حق تعالیٰ نے اس خدمت کے انعام میں عزازیل کو پہلا آسمان اور زمین کی بادشاہت عطا کی اور جنّت کے خزانے بھی عطا فرمائے، چنانچہ یہ کبھی زمین پر کبھی پہلا آسمان اور کبھی جنّت میں عبادت کرتا، اس طرح اس کے دل میں تکبّر پیدا ہوا اور اس تکبّر نے اُسے خوار کر دیا۔ (تفسیرِ کبیر) (مقدمۂ تفسیرِ حقانی)

صفات ان میں سے جنھوں نے اسلام قبول کر لیا وہ مُسلمان ہو گئے وہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ اور جن انبیاء کے زمانے میں اسلام لائے اُن کے حضور بھی حاضر ہوتے رہے، یہ سوال وجواب بھی کرتے تھے، اجِنّا نے کفّار ومشرکین کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی آمد کی خبریں بھی سُنائیں، اور بعض نے دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم اور گستاخی کرنے والوں سے جنگ بھی لڑی اور ان کو ہلاک بھی کیا، اُنھیں اجنّا میں سے بعض نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار بھی کہے، اور اسی طرح کہے جس طرح عرب کے شعراء شعر کہتے تھے، بعثت سے پہلے اکثر اجنّا نے محسنِ کائنات کی خبر کبھی بُتوں کے شکم اور دہن سے کبھی غیبی آواز بن کر اور کبھی جانوروں کی زبان سے دیتے رہے، یہ موضوع

marfat.com

بہت وسعت رکھتا ہے اور اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے جو تاریخ و تفسیر کی کتابوں میں منتشر ہے، جنھیں یکجا کیا جا سکتا ہے۔ بعض اجنّا ئے اسلام قبول کر لینے پر اُن کے نام بھی مسلمانوں کی طرح رکھے گئے تھے، یہ لباس بشری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

مسلمان جنّ اور رحمتِ عالم ؐ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کے درمیان اجنّا کی تعریف اپنی زبانِ گہربار سے فرمائی ہے جو ایمان لا چکے تھے اور سورۂ رحمٰن کی آیات کی تلاوت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کرتے تھے، کیونکہ باری تعالیٰ نے اس سورۃ (سورۂ رحمٰن) میں اپنی نعمتوں کا ذکر انسان اور اجنّا دونوں کے لئے فرمایا ہے:۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (سورۂ رحمٰن)

ترجمہ:۔ ”اے گروہِ جنّ و اِنس اگر تم نکل جا سکتے ہو آسمان اور زمین کے کناروں سے تو نکل جاؤ۔“

وہ ذاتِ مکرّم رحمتِ دو عالمؐ جنھوں نے کفر و ضلالت کی گمراہی سے مکّہ والوں کو نکالا، جہل کو علم سے اور ظلم کو عدل سے بدلا، دشمنی کو دوستی کا پیراہن بخشا، ظلمت کدوں میں جس نے شمعِ نور روشن کی، غمزدوں کو خوشی بخشنے والا، بیت اللہ کو بتوں سے پاک فرما کر ربِّ ذوالجلال والاکرام کے حضور ایک دن، سورۂ رحمٰن کی تلاوت میں مشغول ہیں، دورانِ تلاوت صحابۂ کرامؓ پر نظر جاتی ہے لب ہائے گہربار سے ارشاد ہوتا ہے:۔

”اے صحابہ! میں تم سے اُس جیسا اچھا جواب نہیں سن رہا ہوں جیسا کہ اجنّا نے اس سورہ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ کو سنتے ہوئے دیا تھا۔“

marfat.com

صحابہ ہمہ تن گوش تھے عرض کی " یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کس طرح "؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا " جب میں اِس آیت کو سُناتا تو وہ جواب میں کہتے :

لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِّعْمَةِ رَبِّنَا نُكَذِّبُ "

ترجمہ :۔ " ہم اپنے پروردگار کی کسی نعمت کو نہیں جُھٹلاتے "

پہلی نعت (سمحج جِن) حضرت ابنِ عباسؓ کی روایت ہے ابُونعیم سے اس طرح نقل کرتے ہیں :۔

سمحج نامی جِن حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر ایمان لاچکا تھا اور مُسلمان ہوگیا تھا، مسعر نامی جِنّ کو جو مُسلمانوں کے خلاف مشرکین کو اُبھارتا تھا اور مسلمانوں کو قتل کردینے کے مشورے دیا کرتا تھا جس کے لئے وہ بُتوں کے اندر سے بولتا تھا سمحج نے قتل کردیا اور اس خوشی کے واقعے کو سمحج نے اس طرح اپنے اشعار میں کہا ؎

نحنُ وَقتلنا مسعرا	لما طغیٰ واستکبرا
ہم نے مسعر کو قتل کر ڈالا	جب کہ اُس نے سرکشی اور تکبر کیا
وَسفہ الحق وَسن المنکرا	فتنعتہ سیفاجرو فامتبرا
اور مسعر نے حق کو سُبک سمجھا اور امرِ منکر کو سنت ٹھہرایا	میں نے مسعر کا قناع اس تلوار سے بنایا کہ وہ بنیادِ ہستی کھودنے والی اور قاطع ہے

بشمه نبیّنا المطھرا

اُس نے (مسعر نے) ہمارے نبی مطہر کو بُرا کہا تھا

(رسُول اللہؐ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں کا یہی انجام ہے)

سمحج مشرف بہ اسلام ہوا تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبداللہ فرمایا۔

(خصائص الکبریٰ ص۲۶۷)

نوحہ گری ابُونعیم کی ایک روایت :۔

marfat.com

جب محسنِ انسانیت، آفتابِ رسالت وجہِ تخلیقِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو جنات اُن پر نوحہ کرتے تھے، اور وہ جو اشعار کہتے وہ یہ تھے ؎

نبکی الفتاۃ البرۃ الامینہ ذات الجمال العفۃ الرزینہ

ہم روتے ہیں اس عورت جوان نکوکار پر کہ وہ صاحبِ جمال و صاحبِ عفت اور صاحبِ وقار تھی

زوجۃ عبد اللہ والقرینہ اُمّ النبی اللہ ذی السکینہ

وہ عبد اللہ کی زوجہ اور اُن کی ہمسر تھی وہ اللہ کے اس نبی کی والدہ تھی جو صاحبِ سکینہ اور وقار ہے

وصاحبِ المنبر بالمدینہ صارت لدی حفرتہا رھینہ

وہ نبی صاحبِ منبر مدینے میں ہوگا اُس نبی کی والدہ ماجدہ اپنی قبر کے پاس رہن ہوگی

(علامہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ، خصائص الکبری ص ۱۹۷)

یہ روایت ابُونعیم کی ہے جسے اُنھوں نے زہری کے طریق سے اُمِّ سماعۃ بنت ابی اہم سے اور اُمِّ سماعۃ نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے، اُمِّ سماعۃ کی والدہ کہتی ہیں کہ حضرت بی بی آمنہ رضؓ کی وفات پر جنات نے جو نوحہ گری کی اور جو اشعار کہے ہم نے اُن میں سے یہ اشعار یاد رکھے۔ (جو اُوپر نقل کیے گئے)

جِنّ تکلان کی نعت

شہر وہ ہے جس کی فضاؤں میں طلع بدرُ الینا کی صدائیں نغمۂ سرور و انبساطِ ابدی بن کر گونج رہی ہیں، گھر وہ خدا کا گھر ہے جو اسلام کی سب سے پہلی مسجد، قبا ہے، مجمع وہ ہے جو رسالت کی شمع کے گِرد پروانوں کا ہجوم ہے جس کے ایک ایک فرد کو جاں نثارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ملا ہے، جو اسلام کی عظیم عمارت کی تعمیر میں خشتِ اوّلیں کی حیثیت رکھتا ہے، اور اُن کے درمیان جو ہستی رونق افروز ہے یہ وہ ذاتِ گرامی ہے جو بندوں پر اللہ کا وہ احسانِ عظیم ہے جسے خالقِ کون و مکاں اپنے بندوں کو جتا رہا ہے کہ

marfat.com

میں نے تم پر یہ احسان کیا ہے، اسی مجمع میں سیدنا حضرت عمر ابن خطابؓ بھی شامل ہیں جن کا ذکر سورۂ انفال، سورۂ البقرہ میں، سورۂ حزیم اور سورۂ صف میں آیا ہے اور تاریخ جنھیں فاروقِ اعظمؓ کے لقب سے یاد کرتی ہے، ایک اعرابی آتے ہیں، نام عبد اللہ خفاف ہے، خدمتِ اقدس میں حاضری کے آداب بجا لاتے ہیں، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم بار اُٹھتی ہیں تو اعرابی سے حال دریافت کرتی ہیں، جواب میں سراپا عجز عبد اللہ خفاف اپنے سفر حضرموت کا بیان کرتے ہیں اس سفر میں اپنے راستہ گم کر جانے اور تکلان نامی جن سے جو نعتیہ کلمات سُنے وہ لفظ بلفظ آفتابِ رسالتؐ کے حضور پیش کرتے ہیں، اس واقعہ کے راوی خود امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، تکلان کے الفاظ ہیں :-

"ایک پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوا ہے جو تمام بُتوں کو توڑ دے گا اَدیانِ باطلہ کو معطّل کر دے گا، سعید و نیک بخت شخص وہی ہے جو آپ کی مطابعت کرے گا، بد بخت وہ ہے جو آپ کی مخالفت میں سعی و کوشش کرے گا۔" (خصائص الکبریٰ)

ذبابؓ کا دوست جِنّ ! اسلام سے قبل جاہلیت کا دور ہے، مشہور صحابی ذباب بن حارثؓ جو ابھی اسلام سے روشناس نہیں ہوئے تھے لیکن اُن کے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کا وقت آگیا ہے، ایک بُت جو اُن کے پاس تھا جس کی وہ پُوجا کرتے تھے، اپنا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ایک جِنّ میرا دوست تھا جو عرب کی خبریں یمن لے جایا کرتا تھا ایک دن زمانۂ جاہلیت میں اپنے بُت کے سامنے سویا ہوا تھا کہ اچانک اُس دوست (جِنّ) نے آواز دی :-

"یَاذُبَابُ ! یَاذُبَابُ اِسْمَعِ الْعَجَائِبَ بُعِثَ مُحَمَّدٌ بِالْکِتَابِ یَدْعُو بِمَکَّۃَ فَلَا یُجَابُ وَھُوَصَادِقٌ غَیْرُ کَذَّابٍ"

marfat.com

نعت " اے ذباب! اے ذباب! عجیب و غریب بات سُنو، محمد علیہ السّلام کتاب (قرآن) لے کر مبعوث ہوئے ہیں جو اہلِ مکّہ کو حق کی دعوت دیتے ہیں لیکن اہلِ مکّہ اُسے قبول نہیں کرتے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً سچے ہیں"۔

حضرت ذباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے اس وقت بے حد تعجب ہوا، میں نے باہر نکل کر اپنی قوم سے بات کی تو اچانک ایک آنے والے نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر دی، میں نے اپنے بُت کو پاش پاش کر دیا اور اُونٹ پر سوار ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، حضرت ذباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (نعتِ ذبابؓ) "جب میں نے آپؐ کو دیکھا تو ایسی ذات کو دیکھا جس کا مثیل میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، گویا آپؐ کی جبینِ مبارک پر نور چمک رہا تھا، پھر فرماتے ہیں میں آپؐ کے نزدیک پہنچا تو آپؐ نے فرمایا" یہاں کیسے آئے ہو ذباب" میں نے عرض کی "حضورؐ آپ کے ارشاد کی تعمیل کے لئے آیا ہوں"۔ قربان ہو جائیے اُس شاہد مبشر و نذیر کے جنھوں نے حضرت ذبابؓ کو لب کشائی کا موقعہ نہیں دیا اور جِنّ و بُت کا تمام قصّہ حضرت ذبابؓ کو بیان فرما دیا۔ حضرتِ ذبابؓ کہتے ہیں میں نے اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلَ اللّٰہ کہا تو آپؐ نے فرمایا پہلے اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہو پھر اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلَ اللّٰہ کہنا، پھر حضرت ذبابؓ نے یہ شعر سُنائے ؎

وَلَمَّا رَأیت اللّٰہ اَظھر دینہ — اَجبت رَسُول اللّٰہ عین رمانی
تبعت رسُول اللّٰہ اِذا جاء بالھدیٰ — وَخلفت اصنامی بدارا لھوا
ستودہ علیھا شدۃ وترکھا — کانَ لَم یکُن فی الدھر ذوحدتاً
فمن مبلغ سعد العنیرۃ اننی — شربت الّذی یبقی باٰخرفانی

(شواھد النبوت ص۱۱۱ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ)

marfat.com

عقل را در خلوتِ اُو راہ نیست
علم نیز از وقتِ اُو آگاہ نیست

(خواجہ فرید الدین عطارؒ)

اس سے قبل ہم اجنّا کی تاریخ ان کی خلقت، حقیقت، وجود و خصائص بیان کر چکے ہیں، وہ اجنّا جو حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے، ان کی تعداد اور واقعات اور بھی ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر آیا اور آئندہ سطور میں ایک معرکتہ الآرا قصیدۂ جنّیہ بھی قارئین کی نظر سے گذرے گا جو حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے تھے اور اُن کا نام حضرت عمر رکھا تھا، لیکن وہ اجنّا کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پریشان تھے اور جو اختیارات اُن کے صلب ہو رہے تھے وہ مایُوسی کے عالم میں تھے، ان کی آزادی ختم ہونے والی تھی، اس وقت اجنّا کی حالت جو تھی اُس پر حضرت سیّدنا عمر ابنِ خطاب رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر نظر ڈالئے جو ظاہر میں اجنّا کی عالمِ مایُوسی کی کیفیت ہے اور باطن میں خلاصۂ موجودات وحاصلِ کائنات کی تشریف آوری کا اعلان ہے، ایک شخص جو کاہن تھا حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا کہ تمہاری جنّیہ کون سی تعجب خیز چیز تمہارے پاس لائی تو کاہن نے جنّیہ کے یہ اشعار سنائے ؎

الم ترالجن وَابلاسها ویاسها من بعد انکاسها ولحوقها بالقلاص واحلاسها

ترجمہ:۔ "کیا تم نے جن کو اور اس کے بے خبر ہونے کو نہیں دیکھا، اور اس کے اوندھا ہونے کے بعد اس کی مایُوسی کو نہیں دیکھا، اور جن کا اُونٹوں اور اُونٹنیوں کے پالان کے ساتھ لاحق ہونا نہیں دیکھا۔" "یعنی وہ مایوسی کی حالت میں آمادۂ سفر ہوئے ہیں، اب وہ جا رہے ہیں۔"

حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے سُن کر فرمایا "سچ کہا"

marfat.com

ظاہر ہیں رُوحِ روانِ عالم صلی اللہ کی آمد کی خبر سے نظامِ جنیہ کی تمام باتیں اب ختم ہو جائیں گی اس لئے جنوں کو افسوس ہے، باطن میں آمد آمد نگرانِ دو عالم کی گونج ہے، ترانۂ نزولِ رحمتِ باری ہے، اہلِ جہاں کے لئے نجات کا پیغام ہے، یہ روایت بُخاری شریف کی ہے۔ (بحوالہ خصائص الکبریٰ ص ۲۵۶)

آمدِ خیر البشرؐ پر سواد ابنِ قاربؓ کے جِنّ کے اشعار

حضرت سیدنا عمر ابنِ خطابؓ رضی اللہ عنہ نے سَواد ابنِ قارب سے دریافت فرمایا کہ اپنے ابتدائی اسلام کی بات کہو، سواد ابنِ قارب نے کہا کہ جنّات میں سے میرا ایک جن تھا، میں ایک رات سو رہا تھا کہ اُس درمیان وہ جنّ میرے پاس آیا، مجھ سے کہا اٹھو اور سمجھو اور جان لو اگر تم جانتے ہو کہ لوئی ابنِ غالب میں سے ایک رسول مبعوث کیا گیا ہے یہ کہہ کر پھر اُس جنّ نے یہ اشعار پڑھے، (یہ جنّ ہر رات سواد ابنِ قارب کو نیند سے بیدار کرتا اور آمدِ خیر البشرؐ کا مژدۂ جانفزا سُناتا، وہ مسلسل تین راتیں آتا رہا اور خوشخبری کے اشعار سُناتا رہا، ہم اسی ترتیب سے اشعار کو مع ترجمہ کے پیش کرتے ہیں)

پہلی شب

عجبت للجن وانجاسھا   وشدھا العیس باحلاسھا

"جنّات سے میں تعجب کرتا ہوں اور جنّات کے نجس لوگوں سے تعجب کرتا ہوں اور ان سے تعجب کرتا ہوں کہ وہ اپنے اُونٹ پر کجاوے باندھتے ہیں"۔

تھوی الی مکۃ تبغی الھدیٰ   ما مومنوھا مثل ارجاسھا

"وہ جنّات مکہ کی طرف میل کرتے ہیں اور ہدایت کی خواہش کرتے ہیں ان جنّات میں جو مومن ہیں وہ ان کے نجس جنّات کی مثل نہیں ہیں"۔

marfat.com

فانهض الی الصفوۃ من هاشم — واسم بعینیك الی راسها

"تو اس خلاصہ کی طرف جا جو ہاشم سے ہے اور اپنی آنکھوں کو ذروہ ہاشم کی طرف اُٹھا کے دیکھ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ، بنی ہاشم کی راس اور اس قبیلہ کا ذروہ ہیں"۔

دُوسری شب

عجبت للجن وتطلابها — وشدها العیس باقتابها

"میں جنّات سے اور ان کی طلب سے تعجب کرتا ہوں اور جنّات اُونٹوں پر اُن کے کجاوے باندھتے ہیں اس سے تعجّب کرتا ہوں یعنی آمادۂ سفر ہیں"۔

تھوی الی مکۃ تبغی الھدیٰ — ما صادقوالجن ککذابھا

"وہ جنّات مکّہ کی طرف میل کرتے ہیں اور ہدایت کی خواہش کرتے ہیں، جنّات میں کہ صادق لوگ ان کے کذّابوں کے مثل نہیں"۔

فارحل الی الصفوۃ من ھاشم — لیس قدامھا کاذنابھا

"ہاشم سے جو خلاصہ مرد ہے اس کی طرف کوچ کر دے، جنّات کے اگلے لوگ ان کے بعد کے لوگوں اور اتباع کی مثل نہیں"۔

تیسری شب

عجبت للجن وتجارھا — وشدھا العیس باکوارھا

"جنّات میں تعجب کرتا ہوں اور اُن کی دلیری سے میں تعجب کرتا ہوں اور اِس امر سے تعجب کرتا ہوں کہ وہ اپنے اُونٹوں پر کجاوے باندھتے ہیں یعنی آمادۂ سفر ہیں"۔

تھوی الی مکۃ تبغی الھدیٰ — لیس ذووالشر کاخیارھا

marfat.com

" وہ جنّات مکّہ کی طرف میل کرتے ہیں اور ہدایت کی خواہش کرتے ہیں، جو جنات شہر والے ہیں وہ جنّات کے اخیار کی مثل نہیں ہیں"۔

فانھض الیٰ والصفوۃ من ھاشم ماموٴمنوا الجن ککفا رھا

" ہاشم سے جو خلاصہ مرد ہے تو اُس کی طرف کوچ کر دے جو جنّات ایمان والے ہیں وہ ان جنّات کی مثل نہیں جو کافر ہیں"۔

ہر رات سواد ابنِ قارب کا جن آتا اور اسی طرح کے اشعار سناتا اور اشعار کے علاوہ بھی سواد ابنِ قارب کہتے ہیں وہ مجھے ڈراتا اور کہتا کہ اللہ نے ایک نبی کو مبعوث کیا ہے، تو اس کے پاس جا، تو ہدایت پائے گا اور تجھ کو بزرگی حاصل ہوگی۔

سواد ابنِ قارب کے اشعار صحابی کہتے ہیں مرے دل میں مسلسل اس جن کی تکرار سے اسلام کی محبت بیٹھ گئی یہاں تک کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ کو دیکھا اور مجھ سے فرمایا۔ " مرحبا اے سواد ابنِ قارب! جو شئے تجھ کو لائی ہے ہم کو اس کا علم ہے"۔ میں نے عرض کی، " میں نے اشعار کہے ہیں وہ اشعار مجھ سے سنئے"۔ یہ عرض کر کے سواد ابنِ قارب نے اس واقعہ کو اپنے اشعار میں بیان کیا اور اپنے قلب کی کیفیات اور جذبۂ ایمان کو نعتیہ انداز میں پیش کیا۔

(" اگرچہ ترتیب کے اعتبار سے یہ نعت صحابۂ کرامؓ کی نعتوں کے ساتھ پیش کرنی چاہئیے تھی لیکن واقعاتِ اجنّا کا تسلسل کچھ اس طرح ہے کہ اسی تسلسل میں اس نعت کو پیش کرنا لازم ہو گیا ہے، اگرچہ یہ نعت جن کی نہیں سواد ابنِ قارب کی ہے"۔)

اتانی رئیی بعد لیل وھجعۃ ولم یک فیما قد بلوت بکاذب

ثلاث لیال قولہ کل لیلۃ اتاک رسول من لوئی ابنِ غالب

marfat.com

فشمرت عن ساقی الازار ووسطت | بی الذعلب الوجناء عند اسباسب
فاشهد ان اللہ لا رب غیر | وانک مامون علی کل غالب
وانک ادنی المرسلین شفاعۃ | الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطالب
فمرنا بما یاتیک یاخیر من مشی | وان کان فیما جاء شیب الذوایب

وکن لی شفیعًا یوم لا ذو شفاعۃ
سواک بمغن عن سواد ابن قارب

ترجمہ:۔ " میرے پاس ایک اچھی صورت والا سوجانے اور رات کے بعد آیا جس امر میں میں نے اس کو آزمایا ہے وہ جھوٹا نہیں ہے"۔ ہ

" وہ اچھی صورت والا تین رات آیا اور اس کا قول ہر رات یہ تھا کہ تیرے پاس ایک رسول آیا ہے جو لوئی ابنِ غالب کی اولاد سے ہے"۔ ہ

" میں نے اپنی پنڈلی سے اپنی تہمد کو باندھا یعنی میں آمادۂ سفر ہوا اور تیز رفتار اونٹنی جو بڑے چہرہ والی ہے اس نے میدانوں کو قطع کرنے کے وقت مجھ کو بیچ میں لا پہنچا دیا"۔ ہ

" میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رب ہے اور اس کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور آپ ہر ایک غالب پر مامون ہیں یعنی ہر ایک غالب آپ پر بھروسہ کئے ہوئے ہے"۔ ہ

" اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ از روئے شفاعت کے اللہ تعالیٰ کے پاس مرسلوں سے زیادہ قریب ہیں، اے اکرمین اور پاکوں کے بیٹے"۔ ہ

" جو شئے آپ کے پاس آئی ہے، اے خیر مخلوق کے، اس کے ساتھ ہم کو امر فرمائیے جو چیز کہ آئی ہے اگرچہ اس میں ایسی محنت اور دشواری ہے کہ آدمی بوڑھا ہو جائے"۔ ہ

" اور آپ میری شفاعت اس دن فرمائیں کہ کوئی صاحبِ شفاعت اس دن آپ

marfat.com

کے سوا سواد ابنِ قارب کو بے نیاز کرنے والا نہیں ہے۔"

اب ہم اس واقعہ میں اسناد پیش کرتے ہیں۔ اس حدیث کے متعدد طریق ہیں، اس کی روایت ابنِ شاہین (صحابہ) میں نفضل بن عیسی القرشی کے طریق سے علار بن زیدل سے اور علار نے انس بن مالک سے کی ہے۔ دوئم حسن بن سفیان نے اپنی (مسند) میں حسین بن عمارہ کے طریق سے عبداللہ بن عبدالرحمن سے کی ہے۔ سوئم امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ اور بغوی اور طبرانی نے عباد بن عبدالصمد کے طریق سے کی ہے، کہا میں نے سعید بن جبیر سے سنا ہے اور سعید بن جبیر نے سواد ابنِ قارب سے۔ چہارم حسن بن سفیان اور ابُو یعلی اور حاکم اور بیہقی اور طبرانی نے عثمان بن عبدالرحمن الوقاصی کے طریق سے محمد بن کعب القرضی سے کی ہے۔ پنجم اس حدیث کی روایت ابنِ ابی خثیمہ اور رویانی نے اپنی (مسند) میں اور خرائطی نے ابوجعفر الباقر کے طریق سے کی ہے۔

نظلہ کا رفیق جن

(شرف المصطفیٰ) میں ابُوسعید میں جندل بن نفضلہ سے روایت کی ہے کہ نفضلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میرا ایک دوست جنات میں سے تھا وہ یکایک میرے پاس آیا اور اس نے یہ شعر سنائے ؎

هب فقد لاح سراج الدين　　لصادق مهذب امين
فارحل على ناجية امون　　تمشى على الصح والحزون

ترجمہ:۔ "اُٹھ، تحقیق دین کا چراغ ہوا ایسے پیغمبر کے سبب سے جو صادق اور مہذب اور امین ہے، سو ایسی اُونٹنی پر کوچ کر جو نجات دینے والی اور خلقت میں مضبوط ہے اور وہ نرم زمین اور سخت زمین دونوں پر چلتی ہے۔"

سوال شعر جواب شعر

marfat.com

یا ایہا الراقد فی اللیل الاجم قد بعث اللہ نبیا فی الحرم
من ہاشم اہل الوفاء یجلو وجنات الدیاجی والظلم

ترجمہ:۔ "اے سونے والو تاریک رات میں، اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کو مبعوث کیا ہے حرم میں، وہ نبی بنی ہاشم سے ہے جو اہلِ وفا اور کرم سے ہیں وہ نبی تاریکیوں اور ظلمت کو روشن کر دیتا ہے۔"

عہدِ جاہلیت میں جب ایک مرد نے یہ آواز سنی تو مجھے کوئی نظر نہ آیا میں نے شعر میں ہی یہ سوال کیا ؎

یا ایہا الہاتف فی داجی الظلم اہلا وسہلا بک من طیف الم

ترجمہ:۔ "اے آواز دینے والے اندھیری راتوں میں تو اہل کے پاس آیا ہے اور نرم زمین کو تو نے طے کیا ہے تو وہ خیال ہے جو آ پہنچا ہے۔"

بین ھداک اللہ فی لحن الکلم ماذا الذی تدعوا الیہ لیغتنم

ترجمہ:۔ "تجھ کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرے، بیان کر خوش بیانی سے وہ کیا چیز ہے جس کی طرف تو بلاتا ہے کہ وہ غنیمت جانی جائے۔"

یکایک کسی نے اپنا گلا صاف کیا جو نظر نہیں آتا تھا اور اس نے پہلے یہ الفاظ کہے:۔

ظھر النور وبطل الزور وبعث اللہ محمدا بالخیور

ترجمہ:۔ "نور ظاہر ہوا اور مکر باطل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلائیوں کے ساتھ بھیجا۔"

پھر میرے جواب میں یہ شعر کہے ؎

الحمد للہ الذی لم یخلق الخلق عبث ارسل نبینا احمد خیر نبی قد بعث
صلی اعلیہ اللہ ما حج لہ رکب وحث

marfat.com

ترجمہ:- سب تعریف اللہ کے واسطے ہے وہ اللہ کہ اُس نے مخلوق کو عبث پیدا نہیں کیا، ہم لوگوں میں اللہ تعالیٰ نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھیجا، آپ اچھے نبی ہیں کہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے۔

احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ درود بھیجے جب تک اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک جماعت حج کرے اور برانگیختہ ہو"۔

بیہقی، ابن عساکر، روایت ابن عباس سے

(خصائص الکبریٰ ص۲۷)

قصیدۂ جنیّہ

جا بک قدم بسیط افلاک والا گہر و محیط افلاک ہادیٔ سُبل ختم الرُسل احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قوم جنات کے ایک بزرگ جن کا اسلامی نام عمرؓ تھا اور جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلائے، سیدِ کائنات فخرِ موجودات کی شان میں ایک قصیدہ کہا ہے یہ قصیدۂ جنیّہ کے نام سے شہرت رکھتا ہے، پاکستان کے ممتاز اہل قلم جناب شفیق بریلوی قابلِ مبارک باد ہیں کہ اُنھوں نے "ارمغانِ نعت" میں اسے نہایت اہتمام سے شائع کیا ہے، اِنھا کی نعتوں پر ہمیں اس تلاش وجستجو میں بہت کچھ روحانی سرمایہ ہاتھ آیا جس کا کچھ حصہ ہم نے اپنی پلکوں سے اُٹھا کر قرطاس پر رکھ دیا ہے، قصیدۂ جنیّہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ قصیدہ استنبول (ترکی) کے کتب خانے میں آج بھی موجود ہے، مولانا سید احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصیدہ کی نقل اس وقت حاصل کی جب وہ ترکی کے سفر پر تشریف لے گئے تھے۔ اسی سفر سے واپسی پر آپ نے اس قصیدہ کو ۱۳۰۷ھ میں شائع کیا، یہ مطبوعہ نسخہ نواب واجد علی خاں رئیس بوڑھانسی ضلع بلند شہر کے کتب خانے میں بھی تھا،

marfat.com

اس کتب خانے سے برِصغیر کی معروف ہستی حضرت خواجہ حسن نظامیؒ نے مطبوعہ حاصل فرمایا اور دوبارہ شائع فرمایا۔

ترکی کے کتب خانے

علامہ شبلی جو ۱۸۹۲ء میں قسطنطنیہ گئے تھے اپنے سفرنامے "سفرنامۂ روم و مصر و شام" میں لکھا ہے۔ "یہ شہر تمام اسلامی دنیا میں عربی تصنیفات کا سب سے بڑا مرکز ہے، یہاں ۴۵ کتب خانے، ایک سو چونسٹھ مدارسِ قدیم، پانچسو مدارسِ جدید اور بارہ کالج ہیں، قسطنطیہ کا کتب خانہ شبلی نے نہایت قدیم بتایا ہے، دیگر کتب خانوں میں کتب خانہ جامع اباصوفیہ، کتب خانہ جامع بایزیدؒ، کتب خانہ حمیدیہ قدیم، کتب خانہ محمد فاتح، کتب خانہ علی پاشا شہید، ان کے علاوہ اور بھی مشہور کتبخانے ہیں، عبدالقادر جرجانی کی اسرار البلاغہ، یاقوت حموی کی معجم الادبار، البلاذری کی کتاب الاشراف اور امام بخاری کی تاریخ کبیر کے صحیح اور مستند نسخے یہاں شبلی کی نظر سے گزرے، بوعلی سینا، فخرالدین رازیؒ اور فارابی کی وہ کمیاب کتابیں جن کے نام صرف ابن خلکان وغیرہ کے ذریعے معلوم ہوئے ہیں اکثر یہاں موجود ہیں، کتب خانہ اباصوفیہ میں ایک جرمن مستشرق ہلمٹ رٹر کو دیوانِ حافظ کا ایک نسخہ ملا تھا جو دریافت شدہ آج تک کے تمام نسخوں میں قدیم کہا جاتا ہے۔ (اسلامی کتب خانے)

الحاج محمد زبیر

اس قصیدہ میں عربی انشار پردازی کا کمال ہے، اس کے بالخصوص آٹھ مصرعہ مسلسل سہ حرفی ہیں مسجع ہیں اور ہر لفظ پر سوائے ضمہ کے اور کوئی اعراب نہیں اور ان اشعار میں عددی رموز پوشیدہ ہیں، قصیدۂ جنّیہ کے اسرار اور نکتہائے سربستہ کا انکشاف ہو تو مدحتِ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات کے بیان

marfat.com

میں شعراء کو بیش بہا اسناد میسر آئیں گی، وہ قصائد جنھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں رقم کیا گیا اور بارگاہِ رسالت میں بطورِ نذرِ عقیدت پیش ہوکر قبولیت کی سند حاصل کی اُن تمام قصائد میں جو بھی اوصاف بیان کئے گئے اُن کی تصدیق ممدوح کی ذات نے خود فرما دی، وہ کلماتِ محامد و محاسن اب متنازعہ نہیں رہے اس پر ہم پہلے بھی طویل بحث کر چکے ہیں، یہاں بات قصیدۂ جنّیہ کے ضمن میں علم الاعداد کی آ گئی ہے۔

رموز و کمالِ اعداد

عربی حروف کی کل تعداد اٹھائیس ہے، ان میں چودہ شمسی اور چودہ ہی قمری ہیں، پہلا حرف عددی اعتبار سے الف ہے اور آخری غین، لغتِ عرب میں حسابِ جمل کے آٹھ مشہور کلمات ہیں اور انہی سے ہزاروں کمالات حاصل ہوتے ہیں جس پر بیشتر کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی، وہ آٹھ کلمات اپنے اعداد کے ساتھ اس ترتیب میں ہیں :- ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخذ، ضظغ، ان کے اعداد یوں ہیں :-

حسابِ جمل

۱- الف	۸- ح	۶۰- س	۴۰۰- ت
۲- ب	۹- ط	۷۰- ع	۵۰۰- ث
۳- ج	۱۰ ی	۸۰ ف	۶۰۰- خ
۴- د	۲۰ ک	۹۰ ص	۷۰۰- ذ
۵- ھ	۳۰ ل	۱۰۰ ق	۸۰۰- ض
۶- و	۴۰ م	۲۰۰ ر	۹۰۰- ظ
۷- ز	۵۰ ن	۳۰۰ ش	۱۰۰۰- غ

marfat.com

ہمارا مقصد علم جفر سے آپ کو روشناس کرانا ہرگز نہیں بلکہ ہم ایک دو مثالیں دے کر یہاں بھی اپنے قارئین کو حیرت انگیز معلومات بہم پہنچانے کی حقیر کوشش میں ہیں تاکہ اگر صاحبانِ علم کی نظر سے یہ تحریر گزرے تو وہ ان اشعار کی عددی ترتیب میں ان رموز و اسرار کی جستجو فرمائیں جو اِن میں پوشیدہ ہیں اور ہمیں اس پر یقین ہے، ایک چونکا دینے والی مثال پیش کرتے ہیں۔

اُنیس ۱۹ کا عدد قرآن میں

دار الشعب قاہرہ سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے "قرآنِ پاک کے الفاظ کی شرح" جس کے مُصنّف محمد فواد عبد الباقی ہیں، یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قرآنِ کریم کی تلاوت کا آغاز ہم جن کلمات سے کرتے ہیں وہ بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم ہیں۔ بغور حساب فرمائیں کل حروف اُنیس (۱۹) ہیں ۔ یہ عدد بظاہر کچھ نہیں اور نہ ہی کسی حافظ یا قاری نے اس پر کبھی غور کیا لیکن غور کیجئے تو پہلی بات تو یہی ہے کہ اوّل و آخر کے اعداد مِل کر اُنیس (۱۹) بنتا ہے اور انہی دونوں کے درمیان تمام اعداد ہیں ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا ہے، ذرا اور آگے قدم بڑھائیے اس پُراسرار وادی میں یہ چار لفظ (بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم) قرآنِ کریم میں جتنی مرتبہ استعمال ہوئے ہیں اُن کی مجموعی تعداد اُنیس (۱۹) کے عدد سے ہی قابلِ تقسیم ہے کیا اس میں کوئی مزید عددی رمز نہیں کہ وہ سورۃ جو قرآن میں واحد سورۃ ہے جسے بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم سے شروع نہیں کیا جاتا اگر وہ بھی شامل ہوتی تو مجموعی تعداد' اُنیس (۱۹) سے ناقابلِ تقسیم ہوجاتی، پُراسرار وادی کا ایک ایک قدم چونکا دینے والا ہے' لفظ "اسم" قرآن میں اُنیس (۱۹) مرتبہ آیا ہے، "اللہ" ۲۶۹۸ مرتبہ جو اُنیس ۱۹ سے قابلِ تقسیم ہے (۱۴۲×۱۹) اسی طرح "الرحمٰن" ۵۷ مرتبہ آیا ہے (۳×۱۹) اور آخری لفظ "الرّحیم" ۱۱۴ مرتبہ آیا ہے (۶×۱۹) کیا واقعی قرآنِ کریم میں

marfat.com

اس عدد (۱۹) کی خاص اہمیت ہے، اس میں اسم الاعداد کا پہلا اور آخری نمبر آتا ہے جو خود ناقابلِ تقسیم ہے، ممکن ہے آپ ابھی چونکے نہ ہوں آگے بڑھیئے یہ اسرار و رموز کی وادی ہے۔ سورۃ المدثر میں قرآنِ کریم کی آیات کا بطل کرنے والوں' اسے سحر اور جادو کی کلام کہنے والوں کو تنبیہ شدید ہے اور سخت عذاب کا ذکر ہے کہ جہنم میں ان کے ساتھ کیا ہوگا، اس سورۃ کی تیسویں (۳۰) آیت میں (۱۹) کا عدد ہے۔

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ترجمہ:۔ "اُن پر اُنیس ۱۹ داروغہ ہیں"

وَمَا جَعَلْنَا أَصْحٰبَ النَّارِ إِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ------

ترجمہ:۔ "اور ہم نے دوزخ کے داروغہ نہ کیے مگر فرشتے اور ہم نے اُن کی یہ گنتی نہ رکھی مگر کافروں کی جانچ کو۔"

یعنی جو قرآن کی آیات کو جھٹلاتے ہیں اُنھیں یقین دلانے کے لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام جو فرماتے ہیں وہ ان کی طرف سے نہیں بلکہ تمہاری سابقہ کتابوں (آسمانی صحیفوں) میں جو اعداد آئے ہیں ہم انہی اعداد کے حوالے دے رہے ہیں یہ خبر صرف وحیٔ الٰہی سے ہی ممکن ہے، ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے۔

قرآنِ کریم میں اکثر مقامات پر حروفِ مقطعات ہیں جنھیں ہم مخفّف بھی کہتے ہیں (ایک طویل حوالہ الف لام میم کا حضرت جبریلؑ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکالمہ میں گزر چکا ہے) یہ حروف مفرد مثلاً الف لام میم اور ان کے علاوہ قرآن کی ۲۹ سورتوں میں آئے ہیں۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ عربی حروفِ تہجی کی کل تعداد (۲۸) ہے جس میں چودہ ۱۴ حروف شمسی اور چودہ ۱۴ قمری ہیں یہ نہایت عجیب و غریب بات ہے کہ قرآنِ کریم میں یہ مخفّف حروف کو ملائیے تو شمسی اور قمری دونوں ملا کر کل چودہ ۱۴ حروف ہی مستعمل ہیں، یہ چودہ حروف چودہ مجموعوں (سیٹ) میں

marfat.com

(۲۹) سُورتوں میں استعمال ہوئے ہیں اب آپ ان کو جمع کیجئے (۵۷=۲۹+۱۴+۱۴) ہوجاتا ہے جو ۱۹ کے عدد پر تقسیم ہوجاتا ہے۔ اب ہم آپ کو اس پراسرار وادی سے باہر لانے سے قبل ایک سنسنی خیز بات کا اور انکشاف کئے دیتے ہیں تاکہ آپ کی عددی اسرار سے کچھ واقفیت آپ کے اندر جستجو اور خوب سے خوب تر کہاں کی آرزو پیدا کردے۔

حرف "ق" قرآن کی تمام سُورتوں میں صرف دو مقام پر پہلا حرف سُورۃ ہے یعنی سُورہ "الشوریٰ" میں اور سُورۃ "ق" میں یہ سورتیں ترتیب قرآن میں بیالیسویں ۴۲ اور بچاسویں ۵۰ سُورۃ ہیں، ان سورتوں میں "ق" کل ۵۷ مرتبہ آیا ہے جو ۱۹ پر تقسیم ہوجاتا ہے ۵۷ = ۳ × ۱۹ ۔ مزید پُراسرار بات یہ ہے کہ سورۃ "ق" میں ۵۷ مرتبہ "ق" آیا ہے، لیکن سورۃ "الشوریٰ" سُورۃ "ق" سے تقریباً دگنی ہے مگر اس میں بھی "ق" ۵۷ مرتبہ ہی آیا ہے اب ان دونوں کو جمع کئے تو عدد ۱۱۴ ایکسو چودہ ہوتا ہے اور یہ معجزہ ہے قرآنِ کریم کا کہ یہی عدد قرآن کی کُل سُورتوں کا مجموعی عدد ہے یعنی قرآنِ کریم میں کُل ایکسو چودہ ہی سُورتیں ہیں۔ "ق" ہی سے قرآن کا لفظ ہے اور ان دو سُورتوں میں یہ بات واضح کردی گئی کہ قرآن کی سورۃ مجموعی کُل ایکسو چودہ ہیں اب ان میں نہ کمی ہوسکتی ہے نہ کوئی اضافہ کرسکتا ہے، قرآنِ کریم کی حفاظت کا وعدہ اس عدد کے چہرے میں بھی جھلک رہا ہے۔ یہ عددی توازن کوئی مذاق نہیں اس توازن کو برقرار رکھنے کے لئے قدرت کی کرشمہ سازی پر آپ کی نظر جب جائے گی تو آپ مزید حیران ہوں گے، میں عرض کرچکا ہوں کہ قرآنِ کریم میں سورۃ "ق" میں حرفِ "ق" ستاون ۵۷ مرتبہ آیا ہے۔ قرآنِ کریم میں قومِ لُوط کا بھی ذکر آیا ہے اور قرآن میں ان کے لئے ہر جگہ کلمہ جو استعمال ہوا ہے وہ قومِ لوط ہی ہوا ہے یہی تذکرہ سُورۃ "ق" میں بھی ہوا ہے، مگر پہلی مرتبہ (تمام قرآن میں) بجائے قومِ لُوط کے اس طرح آیا:

marfat.com

وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ

(قومِ لُوط قرآن میں بارہ مقام پر آیا ہے) مگر سورۂ "ق" میں اخوانِ لوط کہنے کی وجہ آپ خود سمجھ گئے ہوں گے کہ اگر یہاں بھی قومِ لُوط ہی آتا تو "ق" کی تعداد ستاون (۵۷) سے بڑھ کر اٹھاون (۵۸) ہو جاتی اور اعداد کی بندش کا جوڑ ڈھانچہ تھا وہ منہدم ہو جاتا، قرآنی سورتوں میں کمی بیشی پر جو عددی گرفت تھی وہ چھوٹ جاتی، یعنی سورۃ "ق" میں ۵۷ کے عدد کی حفاظت کے لئے "قومِ لُوط" کی بجائے "اخوانِ لُوط" کا لفظ استعمال ہوا۔ یہ قرآن کا ہی اعجاز ہے، اس ترتیب پر عقلِ انسانی حیران ہے، قرآن کے عددی معجزہ اور بھی ہیں لیکن یہ اس مضمون کا محل نہیں، قصیدۂ جنیہ میں الفاظ کی ترتیب سے یہ ترشح ہوتا ہے کہ اس میں بھی اسرار پوشیدہ ہیں، اگر کوئی صاحب فکر اس پر بھی توجہ فرمائیں تو نہ جانے کیا ہاتھ آجائے۔

فَتَعَدَّ وَدَعْ ذِكْرًا لَهُمْ ... بَلْ كَيْفَ وَاَنْتَ بِهِمْ نَصَبْ
وَرَحُلْ قُلُصًا يَقْدِمُ مَنْ عَلَّى ... رَؤُفٍ فَتَزَاحُ بِهِ الْكُرَبْ
فَالْخَلْقُ اِلَيْهِ جَمَاعَتُهُمْ ... تَحْدِي بِهِمْ فُسُحٌ نُجُبْ
نُذُرٌ نُغُرٌ نُشُزٌ نُهُدٌ ... جُمُزٌ حُضُرٌ ضُمُرٌ شُزُبْ
شُنُخٌ رُخُخٌ مُنُخٌ دُخُخٌ ... نُتُخٌ شُمُخٌ جُرُخٌ هُلُبْ
هُشُشٌ خُشُشٌ عُشُشٌ فُشُشٌ ... خُدُشٌ عُمُشٌ بُرُشٌ عُتُبْ
بُعُعٌ كُنُعٌ وُقُعٌ صُمُعٌ ... قُطُعٌ كُمُعٌ طُمُعٌ اُلُبْ
فَاَنِخْ بِنَبِيِّ اللّٰهِ الْخَلْقِ ... اَتَتْ بِفَضَائِلِهِ الْكُتُبْ
لِنَبِيٍّ هُدًى وَنَسِيجِ تُقًى ... فَبِذَالِكَ تَدِيْنُ لَهُ الْعَرَبْ
بِمَحَلِّهِ الْمَبْعُوثِ وَذِي الْخَيْرَاتِ ... مَنَازِلُهُ الرُّحُبْ
وَالْحَوْضُ لَهُ الرُّكْنُ مَعًا ... وَالْبَيْتُ وَمَكَّةُ وَالْحُجُبْ

marfat.com

نَصراً هَزَمَ الاَحزَابُ لَهٗ ۔۔۔ فَتَمَامُ صَنَائِعِہٖ الرُّغُبُ
فَهَدَيتَ فَاَنتَ جَلَوتَ عَمًا ۔۔۔ وَاَضَاءَ بِذَالِكَ لَنَا السَّبَبُ
وَاِلَيكَ مُحَمَّدُ انبَعَثَت ۔۔۔ جُونٌ بِاَخِشَّتِهَا تُبُبُوا
وَاِلَيكَ رَحَلتُ مَغَاقَ اُولِي ۔۔۔ كُتُبٍ وَّمَعَاشِرَ قَد ذَهَبُوا
لِتَجُودَ عَلَيَّ فَتُعطِينِي ۔۔۔ لِشَرَائِعَ لَيسَ لَهَا تُلُبُ
فَاللّٰهُ هَدَاكَ وَاَنتَ هَدَيتَ ۔۔۔ فَدَلَّ لِمِلَّتِكَ النُّصُبُ
فَصَلٰوةُ الٰهِ الخَلقِ عَلَيكَ ۔۔۔ وَحَبَاءَ فَمَلَّكَتِ التَّكَبُ

ترجمہ:۔ **پہلا شعر** — فَتَعَدَّ ۔ ”ہٹو اور اُونٹنیوں اور اُونٹنیوں والوں کا ذکر چھوڑ دو، اے دل تجھے کیا ہو گیا، تو کیوں ان کے مارے دُکھی ہے“۔

دُوسرا شعر — وارحَل ۔ ”تو اپنی اُونٹنیوں کو چ کے لئے ہانک تاکہ وہ اس دلبر و دلنواز کے قدموں میں جا پہنچیں وہ جس کے ذریعے سب دُکھ درد مِٹ جاتے ہیں“۔

تیسرا شعر — فَالخَلقُ ۔ ”تمام مخلوق کے لوگ گروہ گروہ جس کی طرف چلے جا رہے ہیں اور ایسی اُونٹنیوں کو حُدی پڑھتے ہوئے لئے جا رہے ہیں جو چوڑے سینے والی اور منتخب ہیں“۔

چوتھا شعر — لُزُزٌ ۔ ” وہ اُونٹنیاں جن کا سینہ گوشت سے بھرا ہوا ہے، جو ہے کے بلوں کے مانند پیچیدہ راستہ کو وہ بآسانی طے کر رہی ہیں فربہ اور قوی ہیں جوشِ رفتار میں گویا سینے کے بَل چلی جا رہی ہیں، بہت جلد جلد قدم اُٹھاتی ہیں مجسّم رفتار ہیں وہ اس پہاڑ کی مانند ہیں جو گرد و غبار سے صاف ہو تازہ شاخ کی مانند بارونق ہیں“۔

پانچواں شعر — تُنُخٌ ۔ ” قدآور ہیں مضبوط ہیں قوّت سے بھری ہوئی سیاہ اور بھوری ہیں، خشمناک ہیں بلند قد ہیں، سیلاب رواں ہیں، بڑے بڑے بال والی ہیں“

چھٹا شعر

مُشَشْشُ۔ "ہشاش بشاش ہیں نکیل اور خورجیوں والی ہیں، جلد باز ہیں، دودھ دوہی ہوئی ہیں۔ چلنے میں زمین کے اندر خراش پیدا کرنے والی ہیں۔ کسی سہارے کی محتاج نہیں ہیں، رنگا رنگ ہیں، سراپا ناز ہیں"۔

ساتواں شعر

بُعُعُ۔ "جہاز کے مانند سامان سے بھری ہوئی چلی جا رہی ہیں، ستارے کی طرح غروب ہوتی نظر آ رہی ہیں، جنگ آزمودہ ہیں، چھوٹے کان والی ہیں، جلد جلد مسافت طے کرنے والی ہیں۔ سفر کی بہت ہی شائق ہیں، ہمہ تن رفتار ہیں"۔

آٹھواں شعر

فَاَنِخ۔ "ٹھہر ٹھہر اے مسافر، ٹھہر قافلہ کے اونٹوں کو بٹھا دے اور پیغمبر خداوندِ عالم کی خدمت میں حاضر ہو جس کے فضائل میں بہت سی کتابیں آئی ہیں"۔

نواں شعر

لِلنَّبِیِّ۔ "وہ جو ہدایت کرنے والا نبی ہے، جس کا جامۂ وجود سراسر تقویٰ کے تاروں سے بُنا ہوا ہے، جبھی تو سارا عرب اس کے دہن کا جاں نثار اور اس کے نام کا فدا کار ہے"۔

دسواں شعر

مُحَمَّد۔ "وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو خدا کی طرف سے مبعوث ہے تمام خوبیوں کا مالک ہے جس کے مراتب و مدارج نہایت ہی بلند اور وسیع ہیں"۔

گیارھواں شعر

وَالْحَوْضُ۔ "حوضِ کوثر بھی اس کا ہے مکہ، رکن و مقام کعبہ اور اس کے پردے، ان سب کا وہی مالک ہے"۔ (غور طلب ہے) اختیاراتِ رسول اللہ۔

بارھواں شعر

نَصْرًا۔ "اس کی مدد کے لئے تمام قوموں کے جتھے پسپا کر دیئے گئے۔ اُس محبوب کے سارے کام پیارے ہیں"۔

تیرھواں شعر

فَهَدَيْتَ۔ "اے ہمارے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم! تو نے ہدایت کر کے اندھوں کی آنکھیں کھول دیں اسی لئے حقیقت اور کامیابی کے راستے روشن ہوئے۔ دروازے کھل گئے"۔

چودھواں شعر

وَاِلَیْکَ۔ "اے میرے پیارے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیری ہی خدمت میں اونٹنیاں مع اپنی نکیل اور خورجیوں کے با ادب بیٹھی ہوئی ہیں"۔

marfat.com

پندرھواں شعر	وَاِلَيْكَ رَحَلْتُ - "اے میرے آقا! میں بھی حاضر دربار ہوں، اے مولا! تو تمام گذشتہ کتب دہدایات والوں کا سرتاج ہے۔"
سولھواں شعر	لِتَجُوْدَ - "اے میرے داتا! میں حاضر خدمت ہوا ہوں کہ تو مجھے اپنی عنایت سے بے عیب شریعت عطا کر دے۔"
سترھواں شعر	فَاللّٰہُ - "خدا نے تجھے ہدایت دی ہے اور تو سب کا ہادی ہے۔ تیرے دین کے آگے تمام بُت سرنگوں ہو گئے ہیں۔"
اٹھارواں شعر	فَصَلٰوۃ - "تجھ پر خداوندِ عالم کا درود و سلام، اور تیرے روضۂ مبارک پر رحمتِ الٰہی کی موسلا دھار بارش ہو۔"

اجنّا کی نعت کے ضمن میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر جنّات کے نوحہ کا جو ذکر گذرا اسی واقعہ کے راویان سے ہم وہ نعت پیش کر رہے ہیں جسے حضرت بی بی آمنہ نے اپنی زبانِ مبارک سے اُس وقت ارشاد فرمائی جب آپ سخت علیل تھیں، اور اسی علالت میں ان کا وصال ہوا، ابونعیم نے زہری کے طریق سے اُمِ سماعۃ بنتِ ابی رہم سے روایت کی ہے کہ ام سماعۃ نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے کہ میں (والدہ ام سماعۃ) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا والدۂ ماجدۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس بیماری میں جس میں انھوں نے وفات پائی، حاضر ہوئی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس وقت پانچ برس کے لڑکے تھے اور اپنی والدہ محترمہ کے سر کے پاس تھے، آپؐ کی والدہ ماجدہ نے آپؐ کے چہرۂ مبارک کو دیکھا پھر یہ اشعار کہے ؎

بَارَكَ اللّٰہُ فِيكَ مِنْ غُلَامٍ	يَا ابْنَ الَّذِي مِنْ حَوْمَةِ الْحِمَامِ
اے لڑکے اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت دے	اے بیٹے اس شخص کے کہ وہ وفات پا چکا ہے
نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْمُنْعَامِ	فُودِيَ غَدَاةَ الضَّرْبِ بِالسِّهَامِ

"جس کا تو فرزند ہے اُس نے اللہ تعالیٰ کی اون سے نجات پائی تھی اور اُس کی دیت اس روز دی گئی جس روز قرعہ ڈالا گیا تھا"۔

بمائۃ من ابل سوام　　　ان صح ما ابصرت فی المنام

"اس کی اون سو اُونٹوں سے دیت دی گئی تھی کہ وہ چھوٹے ہوئے چرتے تھے جو شے میں نے خواب میں دیکھی تھی اگر وہ صحیح ہے"۔

فانت مبعوث الی الانام　　　من عند ذوالجلال والاکرام

تو مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے۔ ذی الجلال والاکرام کی طرف سے کہ وہ مخلوق کا خدا ہے۔

تبعث فی الحل وفی الحرام　　　تبعث بالتحقیق والاسلام

"تو حلال اور حرام شے کے باب میں بھیجا جائے گا۔ اور تحقیق حق اور اسلام کے ساتھ بھیجا جائیگا"۔

دین ابیک البر ابراھام　　　فاللہ انھاک عن الاصنام

"وہ حلال وحرام اور تحقیق اور اسلام تیرے نیکو کار باپ ابراہیم کا دین ہے اللہ تعالیٰ تجھ کو بتوں سے منع کرے گا۔ یعنی تو مخلوق کو دینِ ابراہیم جو خالص اُس کی ہدایت کریگا اور حلال اور حرام کی تعلیم کرے گا اور بتوں کی عبادت سے مخلوق کو باز رکھے گا"۔

ان لا توالیھا مع الاقوام

" اور اللہ تعالیٰ تجھ کو اس بات سے منع کرے گا کہ تو اقوام کے ساتھ بتوں کا والی نہ ہو اور ان سے دشمنی کرے گا۔ اور اُن کو دوست نہ بنائے گا"۔

(امام شیخ جلال الدین سیوطیؒ) خصائص کبریٰ

بر دفترِ جمالِ تو، توریت یک ورق
از مصحفِ کمالِ تو، انجیل یک رقم
(جامیؒ)

مختصر تاریخ صحائف :۔ زبور، توریت، انجیل

marfat.com

یہ وہ آسمانی صحیفے ہیں جن کا ذکر قرآنِ کریم میں بار بار آیا ہے، توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب کلیم اللہ تھا، قرآنِ کریم میں ان کے واقعات تفصیل سے آئے ہیں۔ توریت میں ایک ہزار سورتیں تھیں اور ہر سورۃ میں ایک ہزار آیات، اس کے کُل سات حصّے تھے جس میں سے چھ حصّے ناپید ہو گئے۔ صرف ایک حصّہ رہ گیا جس میں ضروری مسائل تھے،

خیال ہے کہ کل آسمانی صحائف ایک سو تین اُترے، پچاس حضرت شیث علیہ السلام پر، تین حضرت ادریس علیہ السلام پر، بیس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ان کے علاوہ توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، ان تمام صحیفوں میں جو مضامین ہیں وہ قرآنِ کریم میں جمع ہیں۔

(رُوح البیان)

قرآنِ کریم کی حفاظت کا وعدہ حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے فرمایا ہے، کُل آیات چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہیں۔ کاتبانِ وحی کی تعداد چالیس ہے، پہلی وحی "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ" (سورۂ علق) اور آخری وحی "وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ" (سورۂ بقرہ) تک کل مدتِ نزول بائیس ۲۲ سال اور پانچ مہینے ہے۔ قرآنِ کریم کے نہ صرف آیات پر بلکہ ایک ایک لفظ حتیٰ کہ حروف و اعراب پر جتنی تحقیق اور تفسیر کی گئی ہے اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی، صحائفِ سماوی پر محققین نے بہت کچھ لکھا ہے، ان صحائف میں حضورِ اکرم نورِ مجسّم رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں جن حسین کلمات میں پائی گئی ہیں وہ صحائف سماوی کی نعتیں ہیں۔

زبور میں نعت

حضرت داؤد علیہ السّلام نے فرمایا "فترت کے بعد کسی سنت قائم کرنے والے کو

marfat.com

مبعوث فرما"۔ الفاظ ہیں :۔

"اَللّٰھُمَّ ابْعَثْ مُقِیْمُ السُّنَّۃِ بعد انْفِطَرتْ"

(فطرت اس زمانہ کو کہتے ہیں جس میں کسی شریعت کا نفاذ نہ ہو) شواھد النبوت (جامیؒ)

بیہقی وہب ابن منبہ سے روایت کرتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے زبورِ مقدس میں وحی بھیجی

"اے داؤد عنقریب تیرے بعد وہ سچا نبی آئے گا جس کا نام احمدؐ اور محمدؐ ہے میں کبھی اس سے ناراض نہ ہوؤں گا، نہ وہ کبھی میری نافرمانی کرے گا اُس کی اُمت، اُمتِ مرحومہ ہے، میں نے اُنھیں وہ نوافل عطا کئے ہیں جو پیغمبروں کو دیئے اور ان پر وہ احکام ٹھہرائے جو انبیاء اور رُسل پر فرض تھے یہاں تک کہ وہ لوگ روزِ قیامت اس حال میں حاضر ہوں گے کہ اُن کا نُور مثل نُورِ انبیاء کے ہوگا۔ اے داؤد! میں نے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب سے افضل کیا اور اس کی امت کو تمام اُمتوں پر فضیلت بخشی"۔

(تجلی الیقین) (اعلیٰحضرت احمد رضا خاںؒ)

زہے پشت و پناہِ ہر دو عالم　　　سرو سالارِ فرزندانِ آدم
شبستانِ مقامت قاب قوسین　　　در درگاہِ تو بطحا و زمزم

(حضرت سنائی غزنویؒ)

توریت میں پہلی نعت

توریت حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر نازل ہوئی مگر اس کی آیات میں حضرت حبقوق علیہ السّلام کے نعتیہ الفاظ کی تصدیق کی جارہی ہے اسی طرح، جس طرح قرآنِ کریم میں انبیائے سابقین کے ذکر میں حضرت آدم علیہ السّلام کی نعت ہے۔

توریت کے الفاظ یوں ہیں :۔

marfat.com

"پروردگار فاران کی پہاڑیوں سے قوتِ بیان کے ساتھ آیا تو نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تسبیح سے آسمان معمور ہو گئے اور اس کی اُمت سمندروں پر تصرف ایسا ہی ہوگا جیسا خشکی پر وہ ایک نئی کتاب لے کر آئے گا جس کا تعارف بیت المقدس کی تقریب کے بعد ہوگا۔" (شواھد النبوت)

توریت کی دُوسری نعت

"احمد الضحوك القتال۔ یرکب البعیر ویلبس لشملة وتحتوی بالکسرات سفیه علی عاتقه" (شواہد النبوت)

ضَحِکَ (ہنسنا خوش ہونا) چمکنا، کھجور کا شگوفہ پھوٹنا، "ضَحِکَ الْاَرْضُ عَنِ النَّبَاتِ" یعنی زمین سے سبزی نکالی۔

ترجمہ:۔ ہمیشہ متبسم ہوں گے، کریم النفس ہوں گے، جو بھی سامنے آئے گا اُس سے طبیعت منقبض نہ ہوگی، جہاد پر حریص ہوں گے (دشمن خدا سے) تلوار بدوش ہوں گے (اپنی شجاعت کے باعث) اور اپنے نفس سے جہاد کریں گے۔" (مولانا جامیؒ)

تیغ، میدانِ شجاعت میں چمکتی بجلی
ہاتھ، گلزارِ سخاوت میں برستا بادل
(محسن کاکورویؒ)

توریت اور گیسوئے رسُولؐ

کعب الاحبار کہتے ہیں کہ میرے والد مجھے توریت کی تعلیم دیا کرتے تھے مگر توریت کے ایک حصے کو قفل لگا کر رکھتے، اپنے والد کی وفات کے بعد میں نے اسے نکالا، تو اس میں تحریر تھا:۔

marfat.com

"آخری زمانے میں ایک نبی آئے گا جس کی زلفیں ہوں گی، اپنے ہاتھ پاؤں دھوئے گا (وضو) کمر میں پٹکا باندھے گا، جائے پیدائش مکہ ہوگی، ہجرت گاہ مدینہ ہوگی، اس کی اُمت اللہ کی حمد بیان کرنے والی ہوگی، ہر حالت میں تسبیح و تحمید پروردگار کرے گی، ہر درجہ بلندی پر پہنچکر اللہ کی بڑائی بیان کرے گی اور جب اس کی امت کے افرادِ قیامت کے دن قبروں سے اٹھیں گے تو (وضو کے سبب) اُن کے ہاتھ پاؤں پُر نور اور روشن ہوں گے۔" (شواہد النبوت ص۳۸)

واعظ حدیثِ سایۂ طوبیٰ فرو گذار — کاینجا سخن زِ سروِ روانِ محمد است (صلی اللہ علیہ وسلم)

(غالبؔ)

کاش یہ آسمانی صحیفے بھی محفوظ ہوتے، دل چاہتا ہے کہ تاجدارِ حرم سید الکونینؐ کی مدحت کے نمونے عبرانی زبان میں لکھے ہوئے ہماری آنکھوں کی تشنگی کو دُور کرتے، قرآن کریم اور حدیثِ نبوی کی ہی طرح ہمیں ان آسمانی صحائف سے بھی رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن بیان کرنے کا شعور اور سلیقہ ملتا ہے جو بات ان صحائف میں جائز ہے، درست ہے وہ نمونہ ہے اس بات کا کہ ہم بھی سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے میں ایسے ہی جذبات، خیالات اور الفاظ کا اپنی زبان میں استعمال کریں - دیکھئے :-

"جن کے نام کی تسبیح سے آسمان معمور ہوگئے، بیت المقدس میں جن کی تقریب ہوئی، وہ نورِ مجسم ہمیشہ مُتبسم، کریم النفس، جہاد پر حریص، شمشیر بر دوش، اپنے نفس سے مصروفِ جہاد، مکہ پیدائش، مدینہ ہجرت، اُمتی کے اوصافِ حمیدہ، جو قبر سے اُٹھیں گے تو پُر نور ہوں گے روشن ہوں گے، ہر درجۂ بلندی پر پہنچیں گے، خشکی کی طرح جن کا تصرف سمندروں پر بھی ہوگا۔"

قربان جائیے اس ذاتِ اقدس کے کہ توریت میں صرف ان کے چشم و ابرو، جبین و

رُخ، ہاتھ اور پاؤں کا ہی ذکر نہیں ملتا بلکہ کمر میں باندھے جانے والے پٹکے کا بھی ذکر ہو رہا ہے ؎

ہم مدحِ تو بُود ذکرِ مُوسیٰؑ | ہم نعتِ تو بُود دُرودِ داؤدؑ
بازارِ محامدِ صفاتت | ہر نکتہ نمودہ درِ منفود
عقبہ کل النبیین یترب | ولا مرسل الا لاحمد تخطب
بتوراۃ موسیٰؑ نعتہ وصفاتہ | وانجیل عیسیٰؑ فی المدائح لطنب

یہ کچھ ہم نے تحریر کیا یہ اور ایسی ہزارہا نعتیں قدیم عبرانی اور سریانی زبانوں میں صحائفِ آسمانی میں جن کا ابتدائی حال اور اُن کی تباہی کی داستان ہم نے مقدمۂ کتاب میں پیش کی ہے۔ لیکن جو کچھ کہ دست و بردِ زمانہ سے بچ گیا اور محققین و مفسرین علماء اسلام و دانشورانِ علم و ادب کی کوششوں سے عربی میں منتقل ہو گیا وہ بھی اتنا ہے کہ اس پر کئی ضخیم جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں ہم نے چند ایک نمونے پیش کئے اور چند ایک نمونے عربی زبان کے ترجموں کے جو ذکرِ سرورِ کون و مکاں، مدحتِ راحتِ عاشقاں ہے پیش کرتے ہیں۔ جیسے ماہرانِ فنونِ تاریخ و سیر و احادیث و اخبار کے محققین نے مرتب کیا ہے۔

صحیفۂ حضرت آدمؑ سے

جب اللہ جلّ جلالہٗ نے اپنے محبوب کے کمالات، اوصاف اور حُسن و جمال کی نعت حضرت آدم علیہ السلام کو سُنائی جسے سُن کر حضرت آدم علیہ السلام نے جو نعت، وصفِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی اُس کا عربی زبان میں حال حضرت عبدالرحمٰن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے سنایا اس صحیفہ کا اقتباس عجمی زبان میں پیش کیا جا رہا ہے ؎

marfat.com

صلو علیہ ما طلع الشمس والقمر | صلو علیہ ما ظہر البدر والھلال
مقصود آفرینش و مخدوم کائنات | سر دفتر مودت و دیباچہ کمال
آں بادشاہ تحت العمر کہ ملک او | با ہیچ بادشاہ بند برفتہ انتقال
گیسوئے اوست آیت واللیل را سواد | رخسار اوست سورہ والشمس را مقال
از میں احمد ست کہ اعیاں پدید شد | دال است ہم بدیں الف و حا و میم و دال

صحیفۂ نوحؑ کی نعت

" اَمّا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فی صُحُفِ نُوح علیہ السلام عَبدٌ اَمین السماء جزیل العطاء دائم البکاء دائم الذکر رؤف القلب طویل الحزن عظیم الوجاء قلیل المن کثیر الحیاء کثیر الوفاء کاتم السر "

صحیفۂ ابراہیمؑ کی نعت

" امّا فی صحف ابراھیم علیہ السلام عبد کان الوفاء حکیماً رؤفاً قائماً فی اَمر اللہ کریماً مصادقاً موقنا بوعد اللہ مستمراً فی عبادۃ اللہ ملتمساً برضا اللہ درودا وافیا "

تورات کی نعت

" اَمّا فی التوراۃ عبدٌ قاطع الشھوات وغافر العشیراتِ وکاتم المصیبات صوام النھار خاشعاً منیباً قوام اللیل خاضعاً قریباً زاھداً فی السترِ بین اھلہ غریباً "

marfat.com

زبُور کی نعت

" اَمّا فی الزبور عبدٌ شریفُ الھِمّۃ حبیب الفقراء لطیفۃ العطیۃ طبیب الاغنیاء جمیل العشرۃ تقی الاتقیاء سھلاً عند المعاھدۃ عدلا عند القاسمۃ سباق عند المعاملۃ شجاعۃ عند المقاتلۃ یعظم الکبیر یعظم وقارہ یقرب الصغیر لشدۃ افتقارہ ولیشکر الیسیر لقلتہ اعتذارہ ویرحم الاسیر برؤیتہ اضطرارہ لیسام عن غیر امی غیر کاتب ولا قاری ومتواضع من غیر عجز متواصل الاحزان دائم الفکر من غیر حزن۔"

انجیل کی نعت

"اَمّا فی الانجیل عبدٌ باسط الکفین لطی الغضب بذلِ السّلام رزینِ العقل سخی النفس سریع الحلم شریف الضمیر صبیح الوجہ طیّب الکلام طویل الصمت طلق الوجہ صبیب الانام عظیم الخطر قلیل الضحک قلیل التغم قلیل الملام کثیر الفکر کثیر التبسم لطیف الطبع ملیح القول واسع الخلق صبور النظر۔"

فیضِ فضلِ خداست دایۂ اُو — فرِ پَرِ ہُمائے سایۂ او
اوست تقدیرِ خزانۂ جود — ہمہ عالم طفیلِ او مقصود

یُوحنا کی اِنجیل

برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی لاہور نے ۱۹۳۱ء میں جو انجیل چھاپی ہے

marfat.com

اس کے مطابق چند حوالے پیشِ خدمت ہیں :۔

" اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے "۔

(انجیل یوحنا۔ باب ۱۴۔ آیت ۱۶)

(لفظ مددگار پر حاشیہ بھی ہے جس میں اس کے معنی وکیل یا شفیع لکھے ہیں)

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد ایسا مددگار جو ابد تک قائم رہے صرف ذاتِ اقدس جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، اس آیت میں ایک حسین پہلو یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابد تک قائم رہنے والا بیان فرما کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے آپ کے حیات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کا اعلان آپ کی آمد سے کئی سو برس قبل فرما دیا تھا اور یہ کلام کسی عالم، کسی فقیہہ یا کسی مجتہد یا مفسّر کا نہیں ایک نبیؑ کا ارشاد ہے۔ یُوں تو جملہ انبیاء علیہ السّلام نے آپ کا ذکر فرمایا ہے لیکن "حیات النّبی" جیسے کچھ لوگوں نے بلاوجہ ایک متنازعہ مسئلہ بنا دیا ہے اُنھیں انجیلِ مقدس پر غور کرنا چاہیئے۔ عیسیٰ علیہ السّلام کا اُمتی تو حضور علیہ السّلام کو حیات النّبی تسلیم کرے اور حضورؐ کا امتی حیات النّبی تسلیم نہ کرے ایں چہ بوالعجبی الست۔ ایک اور آیت :۔

" اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہیں کروں گا کیونکہ دُنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں "۔

(انجیل یوُحنا۔ باب ۱۴۔ آیت ۲۹۔ اور ۳۰)

لطیف اشارے

لفظ "دنیا کا سرادار" سیدِ عالم کا ترجمہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب

marfat.com

کے آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ عجز، کمال عجز و انکساری ہے کہ "مجھ میں اُن کا کچھ نہیں" قابلِ غور ہے یہ جملہ کہ نبی ہو کر بھی اپنے عُلوم کا مقابلہ کس عجز سے کر رہے ہیں، اُمت کے دعویدارانِ علم کے لئے ایک روشن ہدایت ہے کہ اُن کی ذاتِ اقدس کو سمجھنا اور اُن کے علم سے بحث کرنا لبشر کے لئے ممکن نہیں اور اُمت کو یہ ہدایت کہ "جب ہو جائے تو تم یقین کرو" ایک لطیف اشارہ ہے حضورؐ کے علمِ غیب کی طرف، جس کا ذکر حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔ (حدیث)

" اَوحیٰ اللّٰہ تعالیٰ اِلیٰ عیسیٰؑ اٰن اٰ من بمحمدؐ ومر من ادرکہ من اُمتِك ان یومنو بہ"

ترجمہ :۔ " اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی اے عیسیٰؑ ایمان لا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور تیری امت سے جو لوگ ان کا زمانہ پائیں اُنھیں حکم کر کہ اُن پر ایمان لے آئیں"۔

ایک اور آیت :۔

" لیکن میں سچ کہتا ہوں میرا جانا تمہارے لئے (امت کیلئے) فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا"۔

(انجیل یوحنا۔ باب ۱۶۔ آیت ۷)

ایک اور آیت :۔

" لیکن جب وہ یعنی سچائی کی رُوح آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا"۔ (انجیل یوحنا۔ باب ۱۶۔ آیت ۱۳)

اِس نعتیہ آیت میں تین باتیں بالکل واضح ہیں یعنی ایک یہ کہ جب حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے تو دینِ حق کو مکمل فرمائیں گے جن کے بعد نبوت کے

marfat.com

تمام دعوے جھوٹے ہوں گے۔ دوئم (اللہ کے حکم سے) غیب کا وہ حال بھی بتائیں گے جو آئندہ کے لئے ہو گا یعنی ان کی نگاہ سے لوحِ محفوظ پوشیدہ نہیں ہو گی۔ اور جو کچھ ان کی زبان سے ارشاد ہو گا وہ سارا کلامِ ربی ہو گا جو خدا سے سنیں گے وہ تم تک پہنچائیں گے ان تینوں حصوں کو قرآنِ کریم کی روشنی میں بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

پہلی بات:۔ "مَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی" دوئم:۔ "وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ" اور سوئم:۔ "مَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ"۔

ہم بوت خوش ہم روت خوش ہم شیوہ ات ہم خوش لقا
ہم قہر تو خوش ہم غضب ہم مہر تو خوش ہم رضا
اے صورتِ عشقِ اَحد دے حُسنِ تو بیرون زخد
دے ماہ رُوئے سروقد' اے جانفزا ر دل کشا ر
اے خوانِ لطف انداختہ دے بایتیماں ساختہ
طوطی وکبک فاختہ گفتہ ترا مدح و ثنا ر
اے جانِ باغ ویاسمیں دے شمعِ افلاک وزمین
اے مُستغاثِ ماوَطین دے شہسوارِ ہَل اَتےٰ
باعاشقانت جفتِ من امشب نخواہم خفتِ من
خواہم دُعایم گفتِ من اے دوستا در تعت دُعا
اے خرداں دردیش تو سرہا نہادہ پیشِ تو
جُملہ وفا اندیش تو اے شاہِ خیل اصفیار
اے صبر بخشِ زاہداں اخلاص بخشِ عابداں
اے گُلستانِ عارفاں اے نورِ چشمِ انبیار

---

marfat.com

فارقلیط

انجیل کی ایک اور آیت :-

"میں تمہارے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں اور" فارقلیط" آئے گا جو میرے متعلق سچی شہادتیں دے گا جیسا کہ میں نے اس کے متعلق سچی شہادت دی اور" فارقلیط" وہ ہوگا جو ہر شے کے متعلق تفصیل سے بیان کرے گا"

یوحنا کی انجیل کے مطابق اس لفظ کے معنی" انسان کا قریب ترین دوست" اور عبرانی زبان میں اس کے معنی" بہت تعریف کیا گیا" ہیں۔ فارقلیط .PARACLET کا مُعرّب ہے۔

لفظِ فارقلیط کی بحث

مان ٹینی اور مینس :-

فارقلیط عبرانی زبان کا لفظ ہے اس لفظ پر عیسائیوں سے مسلمانوں کے بہت مناظرے ہوئے ہیں۔عیسائی علماء کا خیال تھا کہ لفظ فارقلیط سے مُراد ایک" حالتِ خاص ہے" جس سے ہر زبان بولنے کی طاقت ہوجاتی ہے اور یہ وعدہ" فارقلیط آئیگا" اسی حالت کا وعدہ ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا تھا۔مسلمان محققین اور اُن کے علاوہ دورِ گذشتہ کے اکثر عیسائی علماء بھی یہ کہتے ہیں فارقلیط سے مُراد" ایک حالتِ خاص" نہیں بلکہ" ایک شخص" ہے یعنی حضرت عیسٰیؑ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد ایک شخص آئیگا اس پیشین گوئی کے مطابق عیسائیوں کو انتظار تھا اس کا ثبوت ایک تو یہی ہے کہ دوسری صدی میں" مان ٹینی" ہوا جسے اس کے پیروکاروں نے وہی شخص موعود سمجھا۔اگر یہ کسی حالتِ خاص کا مفہوم ہوتا تو" مان ٹینی" کو موعود نہ سمجھا جاتا۔ دوئم مان ٹینی کے" مینس"

marfat.com

کو بھی شخصِ موعود سمجھا گیا اور یہ سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وُرودِ مسعود سے پہلے ہوا۔

ٹینی کاسٹ کا واقعہ! اس لفظ کے حقیقی مفہوم سے اختلاف رکھنے والے بعض عیسائی علماء کا یہ قول ہے کہ اِس لفظ کے معنی ایک خاص حالت کے ہیں۔ بعض رومن پادری اور پروٹسٹنٹ کہتے ہیں کہ اِس لفظ سے مُراد "بارہ زبانہ آتشیں" جسے ہر قسم کی زبان بولنے کی طاقت عطا ہوئی تھی، یہ واقعہ اِس طرح ہے کہ پینٹی کاسٹ نے ایک ضیافت کا اہتمام کیا تھا اس ضیافت میں "ایک زبانہ آتشی" نے ہر ایک حواری پر طاری ہو کر اسی لمحہ ان کو تمام زبانیں بولنے کی طاقت بخشی، لیکن اس واقعہ کی تاریخ وقوعہ سے خود اس بات کی تردید ہو جاتی ہے کہ فارقلیط کے معنی بارہ زبانہ آتشیں تھے۔ یوحنا کے باب ۲۰۔ آیت ۲۲ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ فیض حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے عہد اور موجودگی میں ہی عطا ہوا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ وعدہ ہے کہ "میرے بعد" آئے گا جیسا کہ ہم انجیل یوحنا کے ابواب اور آیات سے پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر فری ہگنس کا نظریہ! ڈاکٹر گاڈ فری ہگنس نے اِس لفظ پر جو بحث کی ہے وہ طویل ہے ہم اس کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔ یونانی مترجم نے عبرانی زبان کے اس لفظ کو (فارقلیط) "بری کلیطاس" بیان کیا ہے جس سے مُراد ایک شخص خاص ٹینی کاسٹ ہے اور مینس کے پیروکاروں نے دھوکہ کھایا تھا۔ مُسلم محققین کہتے ہیں کہ ایک سے مُرادِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ "بری کلیطاس" کے معنی تشفی دہندہ ہیں۔ مسلم محققین کا دعویٰ ہے کہ اصل عبارت بری کلیطاس نہیں بلکہ "بری کلیوطاس" ہے۔ (انجیل برناباس میں چونکہ بری کلیوطاس ہے اس لئے اس نظریہ کے مخالف مسیحی علماء انجیل برناباس کو مستند نہیں کہتے) مسٹر سیل نے برناباس کو مشکوک

marfat.com

قرار دیا ہے لفظ بری کلیوطاس کے معنی محمدؐ - احمدؐ اور ستودہ صفات ہیں اس لئے تحریف کی گئی اور کلیوطاس کو کلیطاس کیا گیا - سینٹ مرحوم نے لاطینی زبان میں جو نسخہ ترجمہ کیا ہے اسی طرح تحریف شدہ ہے - سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اصل مواد کو چھپانے کے لئے ان نورانی تحریرات قلمی کو غارت کر دیا گیا اور اس بات کا جواب بالصواب بہت مشکل ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکے گا -

(خلاصہ کلام ڈاکٹر فری گاڈ ہگنس "حمایت اسلام" انگریزی باب فارقلیط)

عبرانی رسم الخط

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی اور آپؑ یہودیوں پر ہی وعظ فرمایا کرتے تھے جو آپؑ کی قوم تھی اور اسرائیل کی بستیوں میں رہا کرتے تھے جہاں کی زبان عبرانی تھی اس لفظ کی دو قرأت ہیں جس کی مثال ملاحظہ فرمائیے۔

اوّل (عبرانی رسم الخط) پیرقلیط خواہ فیرقلیط -

دوم - " " فارقلیط

ہر قرأت میں یہ لفظ مرکب ہے۔ دو لفظوں سے پیرتلیط یا پارقلیط جسے فارقلیط بھی کہا ہے، فرق صرف "پیر" اور "فار" کا ہے۔ اس کا مادہ "پارا" ہے جسکے اصل معنی گرینیس نے تحریر کئے ہیں۔ بھاری بوجھ اٹھانا۔ اس مادہ سے دو لفظ بنے ہیں جن میں ایک پیر ہے جس کے معنی بوجھ اٹھانا ہے اور انبیاء کے طرز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی رسولؐ کے ہیں "وہ بھاری بوجھ اٹھاتے ہیں" قرآن کریم کے نزول کی مثال اس کا عظیم ثبوت ہے کہ جو بوجھ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیتا وہ بوجھ قلب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھالیا۔ دیگر یہ کہ رسالت سے بڑھ کر اور کسی چیز میں وزن نہیں۔ دوسرا مادہ فاریا پارہ ہے یہ کثیر الاستعمال ہے۔ اصل معنی اس کے

marfat.com

دو ہیں، پہلے معنی چمک اور مجازاً جمال و جلال، فخر و رونق و تہذیب اسی سے "پارہ" نکلا ہے۔ جس کے معنی جمیل و جلیل مفخر و مہذّب حمید و محمود و محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اسی سے زبانِ عربی میں "فاران" نکلا ہے۔ یعنی پرستش کی جگہ جو باعثِ رونق و فخر تجلیات ہے یعنی دونوں معنی میں رسول ہی ہوتا ہے، دوسرا جزو "قلیط" ہے، اس کا مادہ "قلط" ہے جس کے تین معنی ہیں ایک پناہ لینا (مقلاط بمعنی جائے پناہ) عرف میں "حرم" جہاں قتل و غارت کی ممانعت ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی چوتھی کتاب کی بارھویں آیت کے اصل متن سے بھی ثابت ہے اور یوشع بن نون کی کتاب میں بھی اسی طرح ثابت ہے۔ اونقلوس جو پہلا مترجم ہے اور بہت پہلا مترجم ہے عبرانی زبان کا اُس نے بھی مقلاط کا ترجمہ "حرم" کیا ہے، "جہاں خون بہانا جائز نہیں" لکھا ہے۔ پس اس مرکب لفظ دونوں جزو سے ایک ہی معنی نکلتے ہیں، ایک کے معنی ہوئے رسالت کا بوجھ اٹھانے والا یعنی رسولؐ اور دوسرا جُزو ہے حرم، جو مکّہ ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ رسولِ مکّہ صرف جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ یعنی پہلی قرأت سے پڑھیں "فرِقلیط" اس کے معنی ہوں گے رسولِ مکّہ اور اگر دوسری قرأت سے پڑھیں "فارقلیط" تو اس کے معنی ہوں گے ستودہ صفات محمد مکّہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اب فار کے ایک اور معنی ہیں وہ بھی لیں یعنی "فخر"، تو بھی فخرِ مکّہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے ہیں۔

فارقلیط اور ابوالقاسم

یہاں تک تو آپ نے عبرانی زبان کے الفاظ کی تشریح اور اس پر ایک مُدلّل بحث کا مطالعہ کیا لیکن اس بحث کے جہاں اور بھی بہت سے ثبوت مسلم محققین نے اخذ کئے ہیں ان میں حسابِ جمل بھی اپنی زبان سے کیا بتا رہا ہے ملاحظہ کیجئے۔ فارقلیط کے اعداد اور ابوالقاسم بن عبداللہ کے اعداد ایک ہیں۔

marfat.com

ف ا ر ق ل ی ط ہ

۸۰ ۱ ۲۰۰ ۱۰۰ ۳۰ ۱۰ ۹ ۵ = ۴۳۵

ا ب و ا ل ق ا س م ب ن ع ب د ا ل ہ

۱ ۲ ۶ ۱ ۳۰ ۱۰۰ ۱ ۶۰ ۴۰ ۲ ۵۰ ۷۰ ۲ ۴ ۱ ۳۰ ۵

= ۴۳۵

عبرانی زبان کے نمونے

لفظ فارقلیط کے علاوہ بھی آسمانی صحیفوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عبرانی زبان میں کس طرح مخاطب کیا گیا ہے۔ کیا کیا القابِ نعتیہ آئے ہیں ان کو اصل عبرانی تلفظ میں معنی کے ساتھ ملاحظہ کیجئے :۔

"شیلو" (سیّد السّلام) سلام مکہ کا نام ہے یعنی سیّدِ مکّی۔ "ہرشام لو" (یہ بھی اسی معنیٰ میں آتا ہے۔ سیّدِ مکّی) "بوعیص" (ہادی) "ایل" (قوی) "آساف" (فصیح بنی ھاشم) "دال" (مسکین) "یاتوم" (یتیم) "اِبیتیون" (غریب) "گبّور" (شجاع۔ بہادر)

اب ہم قارئین کے لئے عبرانی رسم الخط کا ایک نمونہ پیش کرتے ہیں جسے ہم نے بڑی کوشش سے حاصل کیا ہے۔ اس کے نیچے عربی زبان میں اس عبرانی آیت کا تلفظ ادا کیا گیا ہے اور اس کے نیچے اُردو ترجمہ بھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی پانچویں کتاب اٹھارواں باب پندرھویں آیت :۔

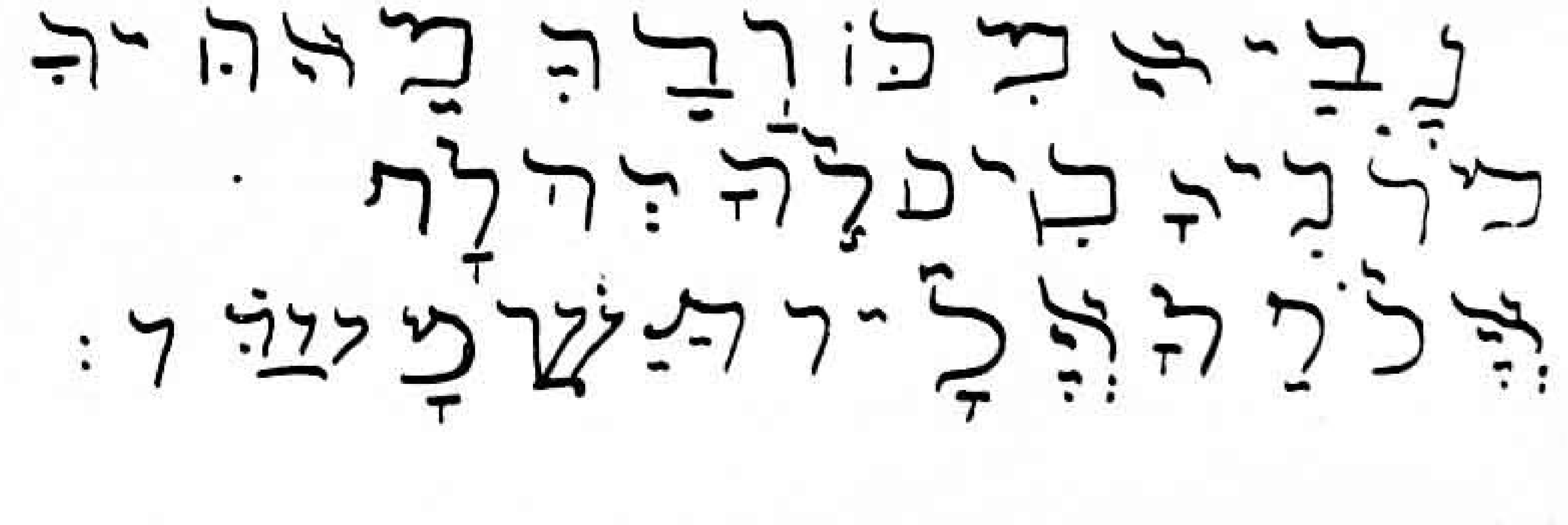

عبرانی تلفظ "زابِی مقِّر بخا ماآحِیخا کامُونِی ماقیم لخایہُودا اِلوُ ہیخا اِلاَ وُتشماعوُن"۔

اُردو ترجمہ:۔ "نبی تم میں سے، تمہارے بھائیوں میں سے میرا سا قائم کرے گا تیرے لئے اللہ اُس پر ایمان لانا"۔

عبرانی زبان میں توریت انجیل اور زبور کے بہت سے حوالے ہیں چونکہ ہمارا مقصد مسیحی علماء سے مناظرہ نہیں ہے ہمیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء تلاش کر کے آپ کے سامنے لانا مقصود تھا وہ ہم نے پیش کر دیا۔ بعض کج فہموں نے اپنی عقل کے مطابق مغربی مستشرقین کی کتابوں کے مطالعہ سے مرعوب ہو کر یہ سمجھ لیا کہ توریت، زبور اور انجیل سے جو حوالے دیئے جاتے ہیں ان کی سند کوئی نہیں اس لئے ہم نے اصل عبرانی زبان کے ترجموں اور عربی سے اُردو ترجموں میں تلاش کیا اور عبرانی زبان کے نمونے تلاش کر کے پیش کر دیئے ورنہ ایسی بے شمار عبرانی تحریر معہ تلفظ اور ترجمے کے بحث میں شامل کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ آغاز میں کہہ دیا گیا کہ مقصود صرف نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرنا ہے، اس ضمن میں ہمارے قارئین کو جس قدر مفید معلومات اس کتاب کے ذریعے پہنچائی جا سکتی ہے ہر ہر سطر میں اس کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔ اب ہم عبرانی زبان کا ایک اہم حوالہ اصل عبرانی رسم الخط میں معہ اس کے تلفظ کے جو عربی رسم الخط میں ہے اُردو ترجمہ کے ساتھ پیش کر رہے ہیں اور ایک ایک لفظ کی نعت بھی ساتھ ہی ہے۔

عبرانی کا تلفظ مِزمُور لِآساف ایل اِلوُہیم ہیُوا دبّیر دیقرا اَرِضُ مِمزرح شِمس عد مِبُو مِصیُّون مخلَل یُوفی اِلوُہیم ہوفیَعَ یابُوا اِلوِ ہینُو وال یحرِش البش تقانا وتوخیل وسبیبا ونسعرا مِئود: یقرا اِل ہَشامائم معال وِاِل ہا آرِص لِادین عَمُّو! اِسفُولِی حیسیدا دکورتی بریبی عَلی زبحُ وَیگیدُ وشامایم

صدقو کی اِلُو ہیم شوفیط ہو سلا :

الفاظ کا ترجمہ					
مزمور	بھجن	یقّرار	کہیں گے (اقرا سے)	مخل	کامل
آساف	ناظم، عامل، نیز فصیح وبلیغ	أرضُ	زمین	یوفی	جلال تجلی چمکنا
		ممزرح (مزارح)	مشرق	یابو	آئے گا
ایل	قوی	شمس	آفتاب	الو	ملک۔ قاضی وسلطان
الوہیم	حاکم	عد	تا۔ تک	یحرش	گنگ ہونا۔ چپ ہونا
یہوا	اسم ذات	مبو	غروب	نسعرا	تھرتھرانا۔ کانپنا
دبیر	کہا	صیتون	خشک		
		(جب ارض کیساتھ "صیتون" استعمال ہو (ارض صیّہ) بمعنی ریگستان)			

ترجمہ :۔ یہ زبور حاشر (قوم کو اکٹھا کرنے والا) کے بارے میں ہے، قوی حاکم (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے خدا نے کہا۔ اور زمین مشرق سے مغرب تک کھیلے گا (مشرق سے مغرب تک دعوتِ اسلام دے گا۔ ایسی دعوت عام مشرق تا مغرب سوائے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور نے نہیں دی) خشک پہاڑ (مکہ) سے کامل الجلال حاکم متجلی ہو گا (کامل جلال ترجمہ ہے مخلل یوفی کا مخلل بمعنی کامل یوفی بمعنی جلال وجمال ومطلق خوبی، جس کے معنی ہوئے کامل الجلال وکامل المحمدۃ، مخل یوفی سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور پر منطبق نہیں ہوتا) جب وہ آئے گا (حضورؐ) تو بادشاہِ ممدوح چپ نہ رہے گا بلکہ آگ کفار کو جلائے گی (یعنی وہ جہاد کرے گا) اس کے گرد اگرد زلزلہ پڑ جائے گا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ آپ کی ولادت پر بھی فارس، شام اور افریقہ میں

marfat.com

کفر کی حکومتیں متزلزل ہو گئی تھیں اور مثل عمارتوں کے گر پڑی تھیں) پھر جب آسمان اس کے صدق کی گواہی دیں گے (یعنی معجزہ ظاہر ہوں گے)

ان آیاتِ زبور کے بعد وعظ و نصیحت ہیں۔ توریت میں کلی حمدہ، جواہرات کو کہتے ہیں۔ حمدہ کا مادہ حامد ہے بمعنی ستائش پھر نفاست، حامود بھی عبرانی ہے جس کے معنی محمود ہیں محمّاد یعنی ستودہ بمعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عبرانی میں دیکھئے:

حامود حامد

محمّاد

توریت میں شق القمر اور آفتاب کے ٹھہرانے کی پیش گوئی موجود ہے۔

حضرت یوشع بن نون کے باب ۳ آیت ۴ بیان یوئیل

"ہَشیمش یہافیخ لحوشیخ دِ ہیّا ریحؔ لِدام لفنی بُویوم یہوا ہگّادُول دھنّورا"

ترجمہ :- "سورج ہو جائے گا تیرہ اور قمر منشق خدا کے بڑے اور بھیانک دن (قیامت) کے آنے سے پہلے"۔

(صاف ظاہر ہے کہ قیامت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے درمیان کوئی اور نبی نہیں آئے گا جو یہ معجزہ دکھائے)

اسی کو زیادہ وضاحت کے ساتھ۔ کتاب یوشع باب ۱۰ آیت ۱۲ و ۱۳ میں دیکھئے۔

" ویّومر لِعینی لیسرائیل شمش لغبعون دوم ویارحَ یعمق آیالون وَ یدّوم مشمش وَیارِیح عامد عد یقوم گوا ذیبا دھلوہی کتوُ باعل سفر ہیّا شار دیعمود ہشمش بحصی ہشا مایم ولوآص لابو کیوم تا میم"۔

ترجمہ :- "کہا یوشع نے بنی اسرائیل کے سامنے شمس مقام گبعون یعنی جنت میں ٹھہر جا اور قمر وادی آیالون میں" جیا ٹھہر جائے گا سورج اور لوٹ جائے گا

چاند" یہاں تک کہ سزا دے قوم اپنے دشمن کو۔ کیا یہ لوحِ محفوظ پر نہیں لکھا ہے۔ تب ٹھہر گیا سورج نصف سما پر اور جنبش نہ کیا غروب کے لئے قریب دن بھر کے۔"

اِن آیات کے ترجمے میں دو لطیف اشارے ہیں۔ ایک یہ کہ جو لوگ واقعۂ شق القمر کی عجب طرح کی تاویل کرتے ہیں اور سورج کے ایک مقام پر ٹھہر جانے پر بھی یقین نہیں رکھتے، ان آیات میں نہ صرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشن گوئی کی ہے بلکہ یہ آیاتِ توریت آپ کے معجزات کی بھی پیشن گوئیاں کر رہی ہیں۔ دوسرا لطیف اشارہ یہ بھی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب اور برگزیدہ بندوں نبیؑ اور رسولؐ کو علمِ غیب عطا فرماتے ہیں اور وہ لوحِ محفوظ کو پڑھتے ہیں۔ اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے وہ بتا سکتے ہیں اور بتاتے ہیں۔ یوشعؑ فرما رہے ہیں۔ " جیسا ٹھہر جائے گا سورج اور ٹوٹ جائے گا چاند" پھر اپنی، لوحِ محفوظ پر نظر ہونے کا اظہار بھی فرمایا ہے، اور اختیاراتِ نبوت کا یعنی معجزہ بھی دکھا رہے ہیں کہ سورج کو حیت میں ٹھہر جانے کا اور قمر کو ایالون میں حکم دے رہے ہیں۔ سب سے لطیف پہلو یہ ہے کہ حضرت یوشعؑ نے بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کیا ہے" آفتاب و ماہتاب کو حکم دے رہے ہیں ٹھہر جانے کا اور اپنے اس علمِ غیب دانی سے جو خاص عطائے رب ہے انبیاء کے لئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مراتب اور معجزۂ شق القمر اور آفتاب کے پلٹ آنے اور ٹھہرے رہنے، ادائے نمازِ حضرتِ علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ تک کے واقعہ یعنی وسیلے کو اختیار فرما رہے ہیں۔ سبحان اللہ!

زہے طفلے کہ عالم شد طفیلش خلیل از سفرہ اندازانِ خیلش
مُرادِ کُن فکاں مقصودِ کونین کماں ابروئے بزمِ قابِ قوسین

حضورؐ کے عاشق ظہورؐ سے پہلے

اب تک ہم نے منتخب حوالے صحائفِ سماوی سے پیش کئے، حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام حوالے آسمانی صحیفوں میں ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل ایسے ہیں جیسے دریا کے مقابل ایک قطرہ، اب ہم بے شمار واقعات میں سے صرف دو واقعے پیش کرتے ہیں کہ صاحبِ قابَ قوسین محبوبِ ربُّ المشرقین وربّ المغربین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے اور نزولِ قرآن سے قبل توریت اور انجیل میں ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر اُن کے عاشقوں پر کیا گزرتی تھی ان واقعات میں کیا لطیف اشارے ہیں اس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔

عَلَا نَالکَ حَالِیَ لَا سِتْرِی بِمُسْتَتِرٍ عَنِ الوَشَاۃِ وَلَا بِمُنْحَسِمِہٖ

ترجمہ:۔ " اب میں سخت چینوں سے اس راز کو نہیں چھپا سکتا کہ مجھے عشقِ رسولؐ ہے)

اگر تجھ پر فاش ہو بھی گیا تو کیا۔ اب یہ درد جانے والا نہیں"۔

حضرت ابُونعیم کی روایت

حضرت ابونعیمؒ نے حلیہ میں وہب سے روایت کی ہے جیسے حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص الکبریٰ میں پیش کیا ہے:۔

" بنی اسرائیل کا ایک شخص جس نے دو سو برس تک گناہ کئے تھے وفات پا گیا تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے پر قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے احتجاج کیا آپ کلیم اللہ تھے اپنے رب سے عرض کی اے رب! بنی اسرائیل نے گواہی دی ہے کہ اس نے دو سو برس تک تیری نافرمانی کی ہے، اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی۔ توریت میں اس وحی کے الفاظ اس طرح ہیں:۔

" اے موسیٰ! وہ ایسا ہی تھا مگر جب وہ تورات کھولتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

marfat.com

کے نام کو دیکھتا تو اُسے بوسہ دیتا، اپنی آنکھوں پر رکھتا اور اُن پر درود بھیجتا تھا میں نے اُس کے اس فعل کا شکر کیا اور اُس کے گناہ بخش دیئے، اور اس کی تزویج ستر رُوحوں کے ساتھ کر دی"۔

بُوالعجبی

اب آپ غور فرمائیے کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکرِ جمیل تو صحائف میں ہوتا اور اس ذکر پر قربان ہونے والے نہ ہوتے تو یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے محبوب کا ذکر فرمایا اپنے حبیب کے پروانے اور دیوانے بھی اس دور میں پیدا فرمائے ان دیوانوں کے حالات سُن کر اور پڑھ کر بہت سے اہم نکات سامنے آتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس درجہ محبت ہو گی اُس کا انجام بھی اتنا ہی بہتر ہو گا۔ اگر کسی شخص کے دل میں جگہ پا جائے کہ بغیر حُسنِ عمل کے جنّت صرف عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت کیوں کر حاصل ہو سکتی تو وہ اس واقعہ سے پہلے یا اس واقعہ پر بغیر نظر ڈالے تو اس غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے لیکن اس واقعے کے مطالعے کے بعد اُسے اللہ کے رحیم و کریم اور اپنے محبوب کے سچے نام لیواؤں پر انعام و اکرام کرنے والا ہونے پر بلا دلیل سرِ تسلیم خم کرنا چاہیئے۔ تیسری بات یہ ہے کہ کیا حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام کو واقعی اس کرمی پر تعجب ہوا تھا، ایسا نہیں ہو گا، عشق کی روشنی میں اس واقعہ کو دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ جس نبی کو غیب کا یہ علم عطا کیا گیا ہو کہ وہ معراج شریف میں رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مخاطب ہوں کہ آپ کی اُمت (اتنی نمازیں نہ پڑھ سکے گی آپ ربِ کریم سے اس میں کمی کروائیے۔ اس نبی کو اپنی اُمت کا حال معلوم نہ ہو بلکہ اس میں مصلحت خُدا وندی یہی تھی کہ اگر اس طرح حضرتِ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے اس کی بخشش کا اعلان امت تک نہ پہنچاتے تو ایک اس عاشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نجات اور بخشی گا"

marfat.com

کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ دوئم حضرت موسٰی علیہ السّلام کو اپنی اُمت کے احوال سے بے خبر ہونے کا الزام عائد ہوتا جب کہ نبی کو اُمتی کے مقابلے میں نمازِ جنازہ کے معاملے میں باخبر نہ ہونے کا تصور کرنا نبی کی توہین ہے اور انکارِ عظمتِ نبوّت ہے۔ اگر کوئی صاحب یہ کہیں کہ یہ کیسا عشق ہے کہ باوجود عشقِ نبی کے دوسو برس تک گناہ سرزد ہوتے رہے جب کہ عشق تو معشوق کے احکام کی تعمیل اور اشاروں پر سرِتسلیم خم کرنا سکھاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو اس واقعہ میں یہ ذکر کہیں نہیں ہے کہ وہ دوسو برس سے مسلسل توریت کا بھی مطالعہ کرتا تھا، تلاوت کرتا تھا، ہوسکتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی کے آخری ایّام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ مبارک پر نظر ڈالی ہو اور شیدا ہوگیا۔ چنانچہ اُس نے اس نام سے محبّت کا تعلق قائم کرنے کے بعد اپنے افعال سے توبہ کرلی ہو۔ کیونکہ اس نام کی برکتوں سے کوئی منکر نہیں ہوسکتا۔ لیکن ایک اور لطیف پہلو اس سوال سے خود بخود نکل آیا ہے کہ اگر وہ ہمارے خیال کے مطابق عاشق اور معترض کے خیال کے مطابق غیر عاشق تھا تو یہ کتنی عجیب اور کتنی عظیم بات ہوگئی اس نام کی برکت اور اُس ذات کی رحمت کی کہ جس کے اعمال صالح نہ تھے بلکہ گناہگار تھا اور گناہ کی مدت بھی کم نہیں دوسو برس تھی صرف حضورِ اقدسؐ کے نامِ نامی واسمِ گرامی کو بوسہ دینے اور اس پر دُرود بھیجنے کی بدولت نہ صرف بخش دیا بلکہ ستّر حوروں کے ساتھ جنّت میں تزویج کردی گئی۔ مزید برآں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ مبارک کو بوسہ دینے اور آنکھوں سے لگانا بدعت نہیں رضائے خدا کا سبب ہے، قدرت نے اس ایک واقعہ کے ذریعے جو بظاہر چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے اہل فکر و نظر اور اہلِ تصوّف کے لئے بے شمار اسرار و رموز پہ سے پردے اٹھائے ہیں طوالت کے خوف سے ہم اسی پہ اکتفا کرتے ہیں ورنہ اس واقعے میں عجیب و غریب لطائف ہیں اور انکشافات کا ایک تانتا لگ سکتا ہے۔ اور ہر انکشاف پہ زبان پکار اٹھے کہ ایں چہ بوالعجبیست ہے

marfat.com

رُبُود عقل و دلم را جمالِ آں عربی
بزیرِ ہر خم زلفش ہزار بوالعجبی
ہزار علم و ادب داشتم من اے خواجہ
کنونکہ مست خرابم صلائے بے ادبی

مندرجہ بالا واقعہ کو بیان کرنے والے ہیں محدث حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران الاصبہانی الصوفی الشافعی جن کی وفات اصبہان میں ۴۳۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی بے شمار تصانیف ہیں جس میں مستخرج ابی نعیم کو بہت شہرت ہے، آپ کا شمار بھی صحیحین یا ان میں سے کسی ایک پر تخریج کرنے والے مؤلفین میں ہوتا ہے۔ محدثین کی زبان میں مستخرج اُس تالیف کو کہا جاتا ہے کہ محدث کسی سابقہ کتاب کو سامنے رکھ کر اس کی احادیث کو اپنی سند سے ذکر کرتا چلا جائے اور سابقہ کتاب کے مصنف کے اُستاد یا اس سے بھی اوپر والے راویانِ حدیث میں شریک ہو اور استخراج کی شرط یہ ہے کہ بعید تر شیخ سے سند نہ ملائے جب تک کہ قریب ترین شیخ سے سند ملانا ممکن ہو سوائے کسی عذر کے جس کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔

سہل مولیٰ کا عشق

دوسرا واقعہ سہل مولیٰ کا ہے۔ سہل مولیٰ غثیمہ نامی ایک شخص اپنے چچا کو انجیل پڑھتے دیکھتا ایک روز سہل مولیٰ نے بھی انجیل کھولی تو اُس نے چند صفحوں کو آپس میں اس طرح بند پایا کہ اسے کوئی کھول کر نہ دیکھے۔ اس بات کو دیکھ کر سہل مولیٰ کا اشتیاق بڑھ گیا۔ اور اُس نے وہ عبارت دیکھ لی جسے پوشیدہ رکھا گیا تھا۔ سہل اس نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر چوری چھپے تلاوت کیا کرتا تھا۔ ایک دن سہل مولیٰ کے چچا نے اسے نعت کی تلاوت کرتے دیکھ لیا اور اس جرم میں بھتیجے کو بہت مارا۔ اس روایت کو

marfat.com

سہل مولیٰ غثیمہ نے خود یعقوب الزمعی سے بیان کیا اور یعقوب الزمعی سے ابنِ سعد اور عساکر نے سُنی۔ (خصائص الکبریٰ)

تلاوتِ نعت

ایک عاشقِ نامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نعت کی زیارت اور تلاوت کے صلے میں اذیت اٹھائی اور زدوکوب کیا گیا وہ انجیلِ مقدس کی یہ نعت ہے :۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ کوتاہ قد ہیں اور نہ دراز قد، گورا رنگ ہے، آپ کے بالوں کی دو مینڈیاں ہوں گی آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مُہر ہوگی، احتبا کی حالت میں بیٹھیں گے، اور صدقہ قبول نہ کریں گے، اور گدھے اور اُونٹ پر سوار ہوں گے اور بکری کو دوہیں گے اور کُرتہ پیوندوں کا پہنیں گے، اور جو شخص ایسے معمولی کام کرے گا وہ کبر سے بَری ہوگا، اور آپ یہ سب کام کریں گے۔ اور آپ اسمٰعیلؑ کی ذریت سے ہوں گے، آپ کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا"۔ (خصائص الکبریٰ ص۳۳)

توریت کہ بر موسیٰؑ وانجیل بر عیسیٰؑ
شد محو بیک نقطۂ فرقانِ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :ے

اے کہ نامت را خُدائے ذوالجلال
زد رقم بر جُبّۂ عرشِ بریں

اور مولانا ظفر علی خاں یوں ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہیں ے

عرش بریں سے فرشِ زمیں تک فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک
غلغلہ برپا ہے یہی پیہم صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

صحائفِ سماوی اور ذکرِ مدینہ

صحائفِ سماوی میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تفصیل سے بیان ہوا جب کہ یہ تفصیل عشرِ عشیر بھی نہیں کسی ایک صحیفہ کا اسی ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے شیدائیوں کا ذکر بھی تلاش و جستجو نے پایا۔ آخر میں ہم آپ کی نظروں کے سامنے اس مقام کا ذکر بھی توریت سے پیش کریں جس کے لئے کہا جاتا ہے۔

"اے خنک شہرے کہ در دلے دلبر است"

زبیر بن بکار نے "اخبار المدینہ" میں کعب سے روایت نقل کی ہے، کعب فرماتے ہیں:۔

"حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کتاب نازل ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ نے مدینہ سے یوں خطاب فرمایا"۔

"یا طیبہ یا طابہ یا سکینہ۔ تو خزانوں کو قبول نہ کیجو، میں تیرے سطحوں کو قریوں کے سطحوں پر بلندی دوں گا"۔

یہی زبیر بن بکار، قاسم بن محمد سے یوں بھی روایت ہے:۔

"مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ توریت میں مدینہ کے چالیس نام ہیں"۔

شہرِ مدینہ

شہر بنی ہے شہرِ نگاراں قدم قدم
بکھری ہوئی ہے دولتِ ایماں قدم قدم

نسبت سے جس کی خاک کے ذرّے ہیں آفتاب
صدقے ہیں جس کے، شب ہے شبستاں قدم قدم

نورِ نظر کے واسطے جلوے، جگہ جگہ
زورِ قلم کے واسطے عنواں، قدم قدم

ملتے ہیں بیکسوں کو مہرباں، جگہ جگہ
ہے غم زدوں کے درد کا درماں قدم قدم

marfat.com

بادِ صبا ہے کیسر و عنبر کا امتزاج
صرصر کی موج مشک بداماں قدم قدم

کیا ہوگی اُنؐ کے روضۂ پُر نور کی ضیا
گلیاں ہوں جن کی نُور بداماں قدم قدم

یہ صاحب الجمالؐ کی آمد کا فیض ہے
گلشن قدم قدم ہے گُلستاں قدم قدم

پاسِ ادب سے پاسِ جنوں بھی نہ کر سکا
پھرتا وگرنہ چاک گریباں قدم قدم

مت پوچھیئے ادیب کا عالم وہاں جو تھا
رقصاں قدم قدم تھا، ثنا خواں قدم قدم

(ادیب)

تشبیہاتِ سُلیمانؑ

در نعتِ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم)

"تعریفِ پیمبر ہے پیمبرؑ کی زباں سے"

حضرتِ سلیمان علیہ السّلام نے تاجدارِ حرم شاہِ اُمم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اس طرح بیان فرمائی ہے کہ تشبیہات نہایت سادہ اور خوبصورت ہیں اور یہ بشارت اس طرح ہے جیسے کہ آپؐ زیارت فرما رہے ہیں اور حلیۂ مبارک بیان فرماتے جا رہے ہیں۔ ہم سب سے پہلے عبرانی عبارت کو عربی حروف میں پیش کرتے ہیں:۔

" دودی صح وادوم دغول مربابہ روشو کتشم پاز قصوتاؤ تسلتلسیم
شحوروث کعودیب عناؤ کیونیم عل افیقی مایم رحصوت بحالا ب
یوشبوث عل ملسیث : لحاباؤ کعروغت ھبوم معدلوث
مرقاخیم سفتوتاؤ شوشنیم نطافوث مودعوبیر یاداو گیلی
زاھاب معلا ئیم لبز سیشش معاؤ عشت شین معلفت سپیریم
شوقاؤ عمودی شیشش میسادیم علی ادنی پاز مریھو کلبا نون

باحوركا دأزيم: حكو ممنقيم وخنو محمديم زه دود دى وزه رعى بوت يروشلايم۔

(غزل الغزلات - باب ۵ - آیت ۱۰ لغایت ۱۲) تورات

عبرانی کا عربی ترجمہ

" حبيبي صح ادمان سيد الا لاف قصته منتلنه حالك كالغراب رأسه لا معة الالماس عيونه كحمامة على عين السماء مغسوله بالحليب قائمة الختام عذاه صلاية الطيب كمعرج البشام شفتاه ورد تقطر مرا بطنه صحيفة العاج مرصص بالدر وبداه مصوغتان عن الذهب مملوتان بالجوهر سيقانه اعمدة الرخام موسسة على قواعل اللئالى صوره تمراء شاب كالصنوبر حنكة حلو وكله محمديم هذا خيلى وذا حبيبى اورشليم "

اصلی عبارتِ نعت کا اُردو ترجمہ

میرا دوست نورانی گندم گوں ہزاروں میں سردار ہے۔ اُن کا بدن ہیرے کی مانند چمکدار ہے۔ اُن کی زلفیں مسلسل (رنگ کی سیاہی میں) مثل کوّے (کے رنگ سیاہ کے) کے کالی ہیں۔ ان کی چشمانِ مبارک ہیں جیسے پانی کے کنڈل پر کبوتر دودھ میں دُھلی ہوئی نگینہ کی مانند جڑی ہیں۔ اُن کے مبارک رخسارے ایسے ہیں جیسے (بانس کی قمچیوں کی بنی ہوئی جالی) جا نری، پر خوشبودار بیل چھائی ہوئی، کشادہ چہرۂ مبارک پر خوشبو رگڑی ہوئی، اُن کے لب پھُول کی پنکھڑیاں ایسی جن سے خوشبو ٹپکتی ہے، اُن کے دستِ (اقدس) ہیں سونے کے ڈھلے ہوئے اور جواہر سے جڑے ہوئے، ان کا شکم (مبارک) جیسے ہاتھی دانت کی تختی جواہر سے پسی ہوئی (نورانی چمک) ان کی ساق (مبارک) ہیں جیسے سنگِ مرمر کے ستون، سونے کی

marfat.com

بیٹھکی پر جڑے ہوئے، اُن کا رُخِ انور مانند مہتاب کے، جواں مانند صنوبر کے، ان کا حلق (مبارک) نہایت شیریں اور وہ بالکل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی تعریف کئے گئے۔ ہیں یہ ہیں میرے پیارے اور میرے محبوب، اے بیٹیو، یرو شلم کی۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت بھی فرمائی ہے۔ اور آپ کے حُلیۂ مبارک کی شاعرانہ تعریف فرماتے ہوئے نادر تشبیہات بیان فرمائی ہیں ؎ "تعریفِ پیمبرؐ ہے پیمبرؑ کی زباں سے"

ایک نکتہ قابلِ غور یہ ہے کہ لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جگہ یہاں اصل عبرانی زبان میں لفظ محمدیم (صلی اللہ علیہ وسلم) آیا ہے اس پر کسی کو اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہ وہ اسم نہیں جو مسلمانوں کا منشا ر و مدعا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے چلیں کہ عبرانی زبان میں "ی" اور "میم" (جس کا اضافہ حضور علیہ السلام کے اصل اسمِ مبارک میں عبرانی زبان میں آیا ہے) جمع کی علامت) جب کوئی ہستی بڑی قدر کی ہوتی ہے تو اس کے اسم کو بھی جمع بنا لیتے ہیں جیسا کہ عبرانی میں خدا کا نام "الوہ" ہے اس کی جمع "الوہیم" بنالی ہے۔ اس کی ایک مثال اور ہے۔ عبرانی میں ایک بُت کا نام بعل تھا جسے وہ بہت عظیم تصور کرتے تھے۔ چنانچہ ی اور میم کے اضافہ سے اس کی جمع بعلیم بنالی گئی تھی۔ اسی طرح ایک اور بت جس کا نام استروث تھا۔ دو حرفی اضافے سے استروشیم بنایا گیا (ہمارے یہاں بھی اُردو میں ادب واحترام میں آیا کی جگہ آئے اور لایا کی جگہ لائے۔ نیز ہر واحد کو ادب واحترام میں جمع کر دیتے ہیں)

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے (غالب)

ایک تو حضرت سلیمان علیہ السلام، اللہ کے پیغمبر کی زبان اور پھر محبوبِ رب کا بیان۔ یہ تاثیر تو لازم تھی۔ الفاظ جسم ہیں اور مضمون رُوح، اگر رُوح کمزور ہو تو

marfat.com

جسم کتنا ہی حسین ہو بے عیب نہیں اور رُوح زندہ ہو مگر الفاظ میں نقص تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی اپاہج کے جسم میں رُوح ، کتاب العمدہ میں باب فی اللفظ والمعانی میں الفاظ و معانی کے باہمی ربط پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں رُوح و جسم کا باہمی ربط کی اس سے (نعت شریف) بہتر مثال کوئی اور کیا ہو سکتی ہے۔

حضرت امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

اعیی الوریٰ فہم معناہ فلیس یریٰ　　للقرب والبعد فیہ غیر منفحم

ترجمہ: "آپ کے پورے کمالات کو انسان کیا سمجھ سکتا ہے ، نہیں سمجھ سکتا۔ وہ قریب کے ہوں (صحابہؓ) یا دُور کے انسان"۔

پھر یہ تشبیہ دی ہے ؎

کالشمس تظھر للعینین من بعد　　صغیرۃ وتکل الطرف من امم

ترجمہ:۔ "آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس آفتاب کی مانند ہیں جو دُور سے چھوٹا نظر آئے اور اگر نزدیک سے دیکھیں تو نظر تھک جائے"۔

کالزھر فی ترف والبدر فی شرف　　والبحر فی کرم والدھر فی ھمم

ترجمہ:۔ "تازگی میں غنچۂ نو ہیں اور اوج میں ماہِ کمال ہیں۔ دریائے کرم ہیں۔ آپ کی ہمت عالی ، زمانہ میں مثالی ہے"۔

حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے

چو اے بر تخت سبحان الذی اسریٰ شدہ سلطان
زمیم آمنوا گوی تو وزن و القلم چوگان
ترا خانہ بلند از قاب توسین ودنیٰ یا مش
زطٰہٰ روشنائی داں ویٰسٓ کنگرہ ایوان

marfat.com

چہ پوشی رخنۂ خود را بکنج مسکنت ایں جا
کہ شد از مقصد صد قت بران موصد نرار اوطان

کرم باخاکیاں داری وگرنہ کے بگل خسپد
تنی زاں گو نہ کش اعلائے اوادنی ست خان ومان

فلک بیضہ است در دی گوی خور چوں زردئی بیضہ
تو کردستی پس اے شہباز ازیں بیضہ بروں طیران

تماشائے عجب کردی درونِ گلشنِ واجب
دلے تنہا خرامیدی بروں از حجرۂ امکان

نمازِ قرب اکردی وسلام دوست بشنیدی
چو بر خواندی تحیات ودعا در قعدۂ ایقان

چوں تنہا خود نبودی ریختی بر صالحاں جرعہ
ازاں بادہ کہ دادت ساقیِ وجد از خم وجدان

بشوی از کحل مازاغ البصر آں چشم مست آخر
کہ خونِ جملہ حوراں آب گشت وزہرۂ غلمان

نعت شجر نعت حجر

عالم علوی میں چاند نے دو ٹکڑے ہو کر اور آفتاب نے انگلی کے اشارے پر واپس آکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا ترانہ اپنی بے زبانی سے سُنایا۔ اگر زبان ہوتی تو وہ بھی آپ کی مدح وثنا میں شعر کہتے، زبان کا کام اشارے بھی کرتے ہیں، حرکات وسکنات سے بھی زبان کا کام لیا جاتا ہے، بے زبانی کی بے شمار مثالیں آج بھی موجود ہیں مثلاً غم کا اظہار کرنے کے لئے لب پر مُہرِ سکوت

marfat.com

ہوتی ہے تو آنسو زبان سے زیادہ اس کا اظہار کرتے ہیں اور بعض اوقات تو زبان وہ اظہار نہیں کر سکتی جو اشکوں کی روانی سے ہوتا ہے۔ انسان چونکہ مخلوق میں افضل ترین ہے اس لئے اسے ہر طرح کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو زبان سے اظہارِ مسرت و شادمانی اور غم و اندوہ کرے۔ چاہے اشاروں سے ظاہر کرے اور چاہے اشکوں سے، خموشی اور چہرے کے تاثرات بھی اس کے معاون و مددگار ہوتے ہیں۔ لیکن غیر انسان کے لئے جو ذرائع اظہار ہیں ان میں کچھ ایسے بھی ہیں۔ جو متحرک ہیں اور کچھ ایسے جو جامد ہیں غیر متحرک ہیں، جیسے شجر اور حجر عالم علوی میں ثوابت و سیارگان نے جب ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بے زبانی کے باوجود تعلیم ارشاد کر کے حق ادا کر دیا تو عالمِ سفلی میں انسان کا قرب پا کر اور انسان کو حبیبِ خدا کا دیوانہ و پروانہ دیکھ کر اپنا حق کیوں نہ ادا کرتا۔ جب زمین کو اس بات پر ناز تھا اور ہے کہ وجہہ وجودِ کائینات کا مسکن اس کا سینہ شہر مدینہ ہے تو اِس زمین پر رہنے والی مخلوق کا عالم علوی مخلوق سے زیادہ ہے اگر علوی میں شمس و قمر اور الجنم و سیارگان نے ان فرشتوں کو ذکرِ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمہ دم مصروف پایا ہے جو اس خدمت پر معمور ہیں تو عالم میں سفلی میں شجر و حجر کو بھی ان مومن اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کی صحبت نصیب ہے جو عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتے ہیں۔ پھر زمین پر جو شجر و حجر ہیں انھیں یہ بھی خبر ہو چکی ہے کہ جنت میں پتہ پتہ پر حضور علیہ السلام کا اسمِ مبارک نقش ہے۔ جب کہ حضورؐ نے وہاں کی سیر فرمائی ہے اور ادھر جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے ہمہ وقت تشریف فرما ہیں تو وہ اُن کی مدح و ثنا کیوں نہ کرتے۔ رہ گیا زبان کا مسئلہ تو پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ بے زبانی بھی زبان کا کام دیتی ہے۔ نباتات میں تو آج کی ترقی یافتہ سائنس نے یہاں تک ثابت کر دیا ہے کہ پودوں کی نشو و نما اور بالیدگی میں خوش الحانی اور موسیقی

marfat.com

سے انقلابی تبدیلیاں آتی ہیں اور پودے خوشی اور رنج کا اظہار کرتے ہیں۔ اس پر مغربی محققین نے آج کتابیں لکھی ہیں اور اپنے تجربات کو سپردِ قلم کیا ہے (اس کا کچھ تذکرہ اس کتاب کے آخری حصہ " لحن اور نعت" کے عنوان کے تحت آنے والا ہے) لیکن آج سے چودہ سو برس قبل اللہ کے حبیب نورِ مجسّم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف مظلوموں کو ظلم کے خلاف آواز اُٹھانے کی حوصلہ مند زبان دی، بدخلقی کے خلاف اخلاق حمیدہ کی حمایت میں زبان دی بلکہ کفارِ مکہ کو اپنی نبوّت کا یقین دلانے کے لئے شجر اور حجر سے گواہی دلوائی۔ اس کا ایک حسین پہلو یہ بھی تھا کہ اے کافر اگرچہ تو کافر ہے لیکن انسان تو ہے اور پھر اس پتھر اور درخت کے مقابل تجھ میں عقل و شعور بھی ہے، زبان بھی ہے، دماغ بھی ہے، جب ان بے زبانوں اور غیر شعوری مخلوق کو میرے نبی ہونے کا یقین ہے تو تجھے انسان ہو کر بھی میری نبوت کا یقین نہیں اور اس کا دُوسرا نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ اگر انسان ہو کر بھی حضور علیہ السلام کو نہ پہچانے، ان کے مقام و مراتب کو نہ پہچانے اور ان کی تعظیم و تکریم نہ کرے تو وہ درخت پتھر سے بھی بدتر ہے۔ اور درخت و پتھر اس سے بدرجہا بہتر ہیں۔ اب یہ بات کیسے ثابت ہو کہ واقعی ایسے انسانوں سے جو حضور علیہ السلام کی تعظیم و توقیر نہ کریں وہ پتھر بلند مرتبہ اور وہ درخت افضل ہیں جب کہ کسی نے ان کو مدح و ثنا کرتے سُنا ہی نہ ہو تو یہ تو محض ایک شاعرانہ خیال ہی ہو سکتا ہے یا جوشِ محبّت کی بات کہ جس طرح مجنوں کو لیلیٰ کی محبّت میں ہر شے میں لیلیٰ کا چہرہ اور ہر گفتگو میں لیلیٰ کا ذکر محسوس ہوتا تھا۔ اسی طرح صحابۂ کرامؓ میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم شجر و حجر میں بھی یہی عکس دکھاتا ہوگا۔ چنانچہ خود ذاتِ اقدس جنابِ رسولِ ہاشمی و مطلبی اُمّی لقبیؐ نے شجر و حجر کو زبان عطا فرمائی اور وہ انسانوں کی طرح کلام کرنے لگے۔ یہاں یہ بات کس قدر قابلِ غور ہے کہ جس پتّھر کو

marfat.com

اور جس درخت کو زندگی میں یعنی اُس کی تمام عمر میں اگر صرف ایکبار زبان ملی اور گفتگو کرنے کا موقعہ ملا اس نے قلیل تر لمحۂ لب کشائی میں خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا رہی کی اور پھر خاموش ہوگیا کہ جس زبان سے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کر چکے اب اس سے کوئی اور کلمہ نہیں نکلے گا۔ اور ایک انسان ہے کہ جسے ان کے اُمتی ہونے کا شرف حاصل ہوا، ایمان نصیب ہوا، وہ دُنیا اور دُنیا کی تمام سیاست پر شب و روز مصروفِ گفتگو رہیگا لیکن اللہ کے حبیب اور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو پسِ پشت ڈال دے گا، طرح طرح کی تاویلیں اور حجت بازی کرے گا، اس منظر کو دیکھ کر اگر مدّاحانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی اور نعت کی محافل پر نظر ڈالی جائے تو ان کی خوش بختی پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے۔

پتھروں کا سلام

حضرت برّہ بنت ابی تجراۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

فَلَا یَمُرُّ بِحَجَرٍ وَّلَا شَجَرٍ اِلَّا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
فَکَانَ یَلْتَفِتُ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَشِمَالِہٖ وَخَلْفِہٖ فَلَا یَرٰی اَحَدً
(وَفِیْ رِوَایَۃٍ) کَانَ یَرُدُّ عَلَیْھِمْ وَعَلَیْکَ السَّلَامُ۔

ترجمہ:۔ ”تو (حضور علیہ السلام) جس پتھر جس درخت کے پاس سے گزرتے تو وہ کہتا السّلام علیک یا رسول اللہ، آپؐ سلام کا جواب دیتے اور دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتے تو سوائے پتھروں اور درختوں کے کوئی چیز نظر نہ آتی“۔

(بحوالہ:۔ سیرت ابنِ ہشام جلد اوّل صفحہ ۲۵، طبقاتِ ابن سعد جلد اوّل صفحہ ۱۰۲، خصائص الکبریٰ جلد اوّل صفحہ ۹۵، زرقانی علی المواھب صفحہ ۲۱۹)

marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر نذرانۂ صلوٰۃ وسلام بھیجنے کی اس ارفع واعلیٰ مثال پر اگر کسی کا دل مطمئن نہ ہو اور وہ ان تمام کتابوں کے راویان کو غیر مستند قرار دے دے اور کہے کہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت پیش کرو تو عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم عقل کے غلام کو یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیش کر دیجئے۔ فرمایا رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اِنِّی لَاَ عرِفُ حَجَرًا بِمَکَّۃَ کَانَ یُسَلِّمُ عَلیَّ قَبلَ اَن اُبعَثَ اِنِّی لَاَعرِفُہُ الاٰن۔ (مُسلم۔ کتاب الفضائل)

ترجمہ: " بلاشبہ میں اِس وقت بھی اُس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مکہ معظمہ میں قبل از بعثت مجھ کو سلام کیا کرتا تھا "

سلام من ثنوی در لحد خبر شود ت
کہ ہیچ وقت نبودی ز چشم من مستور

(شیخ رومیؒ)

درخت نے ذکرِ نبی کیا

امام ابو محمد حسین بن حنبل الفراء البغوی یہ واقعہ مشکوٰۃ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

" حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا۔ تو اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے۔ اعرابی نے عرض کی، اور کون یہ گواہی دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ درخت، اور اُس درخت کو بُلایا، حضور علیہ السلام وادی کے کنارے پر تھے وہ درخت زمین چیرتا ہوا حاضر ہوا اور آقا کے حضور کھڑا ہو گیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت سے تین مرتبہ گواہی دلوائی اور اس درخت نے تین مرتبہ گواہی دی۔ " حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بالکل صحیح ہے۔ اللہ وحدہٗ

marfat.com

لا شریک ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں" یہ کہہ کر درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ الفاظ یوں ہیں:۔

"قَالَ هٰذِهِ السَّلَمَةُ فَدَعَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِشَاطِئِ وَادٍ فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلٰثًا فَشَهِدَتْ ثَلٰثًا اَنَّهُ كَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَنْبَتِهَا"۔

(مشکوٰۃ شریف ص۵۴)

شجر کو حجر کو زباں دینے والے — پیاسوں کو خوں کی اماں دینے والے
سخاوت کا دریا ہو بحرِ سخا تم — یہاں دینے والے وہاں دینے والے
سلامٌ علیکم ۔ سلامٌ علیکم

(ادیب)

ورقہ بن نوفل کی نعت

قرآن میں نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نعتِ رسول بزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بسیار امثال سے چند ایک نمونے پیش کئے۔ ملائکہ اور احبار نیز قرآن کے علاوہ آسمانی صحائف اور انبیاء کی نعتوں کے حوالوں کے بعد اب ہم ورقہ بن نوفل کی ایک نعت پیش کرتے ہیں۔

سیرت کی ابتدائی کتابوں میں دو کتابوں کو خاصی شہرت حاصل ہوئی پہلی ابنِ اسحاق نے مرتب کی، دوسری ابنِ ہشام نے عربی زبان میں، انہی دو کتابوں کو اعلیٰ درجہ حاصل ہوا ہے۔ ابنِ اسحاق کی کتاب اب ناپید ہے اور ابنِ ہشام ہی اس کی یادگار رہ گئی ہے، جس میں ابنِ اسحاق کی پوری سیرت آگئی ہے۔ ابنِ اسحاق کی سیرت کو اتنی مقبولیت ہوئی کہ وہ نظم کر دی گئی۔ چار کتابیں منظوم ہوئیں جن میں سے ایک "فتح الغریب فی سیرت

marfat.com

الحبیب" ہے۔ اس کے مصنف فتح الدین محمد بن ابراہیم معروف بہ ابن الشہید تھا۔ اس میں تقریباً دس ہزار شعر تھے۔ ابنِ اسحاق کا اصل نام محمد تھا جو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے تھے۔

۸۵ھ میں پیدا ہوئے اور وفات ۱۵۱ھ ہے اور بغداد میں خیزران کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

ابنِ ہشام بصرہ میں پیدا ہوئے لیکن عمر کا بڑا حصّہ مصر میں گزرا۔ تاریخ پیدائش مستند نہیں، وفات ۲۱۳ھ اور ۲۱۸ھ ہے فسطاط میں دفن ہوئے جو آج کل قاہرہ (مصر) کا ایک حصّہ ہے۔ ہم نے یہ نعت اسی ممتاز تاریخ ابن ہشام سے لی ہے۔ جس کا اُردو ترجمہ مولانا غلام رسول مہر نے کیا ہے۔

ورقہ بن نوفل اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچیرے بھائی تھے جنھوں نے نصرانی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ کتب بینی میں زمانہ گزارا تھا اور ان واقعات کو بھی جانتے تھے جو حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ نے اپنے چشم دید حالات اور راہب کی باتیں بیان کی تھیں کہ فرشتے آپؐ پر سایہ فگن رہا کرتے تھے۔ ورقہ بن نوفل نے کہا: "اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس اُمت کے نبی ہیں۔ ورقہ نے آپ کی تصدیق اور تعریف اشعار میں اس طرح کی ہے۔

نعتِ رسول بزبانِ ورقہ بن نوفل

(۱) لَجِجْتَ وَكُنْتَ فِي الذِّكْرَىٰ لَجُوجًا ... لِهَمٍّ طَالَمَا بَعَثَ النَّشِيجَا

"میں نے ایک ایسے معاملے کا بہت کچھ انتظار کیا، جس نے رو رو کر گلو گرفتہ ہو کر بیٹھ جانے والے کو بھی مستعد بنا دیا سچ تو یہ ہے کہ بند و نصیحت کا ہمیشہ سے منتظر ہی رہا ہوں۔"

marfat.com

(۲) وَوَصفٍ مِن خَدِیجَۃَ بَعدَ وَصفٍ — فَقَد طَالَ انتِظَارِی یَا خَدِیجَا

"خدیجہؓ سے میں نے ایک کے بعد ایک وصف سُنا۔ اے خدیجہؓ میرا انتظار بہت دراز ہو گیا ہے"۔

(۳) بِبَطنِ المَکَّتَینِ عَلیٰ رَجَائِیٔ — حَدِیثَکَ أَن أَرَی مِنہُ خُرُوجَا

" اے خدیجہؓ میں سمجھتا ہوں اور اُمید رکھتا ہوں کہ تمہاری بات کا ظہور مکّہ کے دونوں بطنوں کے درمیان ہو گا"۔

(۴) بِمَا خَبَّرتِنَا مِن قَولِ قَسٍّ — مِنَ الرُّھبَانِ أَکرَہُ أَن یَعُوجَا

" میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ بات، جس کی تم نے ہمیں خبر دی ٹیڑھی یا غلط ہو جائے"۔

(۵) بِأَنَّ مُحَمَّدًا سَیَسُودُ فِینَا — وَیَخصِمُ مَن یَکُونُ لَہٗ حَجِیجَا

" کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں عنقریب سردار ہو جائیں گے اور اُن کی جانب سے جو شخص کسی سے بحث کرے گا وہی غالب رہے گا"۔

(۶) وَیَظھَرُ فِی البِلَادِ ضِیَاءُ نُورٍ — یُقِیمُ بِہِ البَرِیَّۃَ أَن تَمُوجَا

" اور تمام شہروں میں اُس نور کی روشنی پھیل جائے گی جو خلقِ خدا کو سیدھا چلائے گی اور منتشر ہونے سے بچائے گی"۔

(۷) فَیَلقَیٰ مَن یُحَارِبُہٗ خَسَارًا — وَیَلقَیٰ مَن یُسَالِمُہٗ فُلُوجَا

" اس کے بعد جو آپؐ سے جنگ کرے گا نقصان اُٹھائے گا اور جو آپؐ سے مصالحت کر کے فتحمند رہے گا"۔

(۸) فَیَا لَیتِی إِذَا مَا کَانَ ذَاکُم — شَھِدتُ وَکُنتُ أَکثَرَھُم وُلُوجَا

" کاش میں بھی اُس وقت رہوں جب تمہارے سامنے ان واقعات کا ظہور ہو اور کاش اس میں داخل ہونے والوں میں سب سے زیادہ حصّہ دار رہوں"۔

marfat.com

(۹) وَلُوجاً فِی الَّذِی کَرِھَت قُرَیشٌ   وَلَو عَجَّت بِمَکَّتِھَا عَجِیجاً

" اس دین میں داخل ہو جاؤں جس سے قریش کو کراہت رہے گی۔ اگرچہ وہ اپنے مکہ میں بہت کچھ چیخ و پکار کریں۔"

(۱۰) اُرَجِّی بِالَّذِی کَرِھُو جَمِیعاً   اِلٰی ذِی العَرشِ اِن سَفَلُوا عُرُوجاً

"جس چیز سے قریش کو یقیناً کراہت ہو گی میں اسی چیز سے مالکِ عرش کے پاس سے سرفرازی کا اُمید وار رہوں، جب ان کو ذلّت ہو گی۔"

(۱۱) وَھَلَّ اَمرُ السَّفَالَۃِ غَیرُ کُفرٍ   بِمَن یَختَارُ مِن سَمکِ البُرُوجَا

" جسے بلندی کو بُرجوں کے لئے منتخب فرمایا ہے اس سے انکار و کفر کے سوا کیا کوئی اور بھی ذلّت ہے۔"

(۱۲) فَاِن یَلقُوا اَو اَبقَ تَکُن اُمُورٌ   یَضِجُّ الکَافِرُونَ لَھَا ضَجِیجاً

" اگر وہ بھی رہیں اور میں بھی رہوں تو وہ دیکھ لیں گے ایسے واقعات رُونما ہوں گے کہ کافران پر سخت آہ وزاری کریں گے۔"

(۱۳) وَاِن اَھلِک فَکُلُّ فَتًی سَیَلقٰی   مِنَ الاَقدَارِ مَتلَفَۃً خُرُوجاً

" اور اگر میں مر جاؤں تو ہر جواں مرد قضا و قدر کے فیصلے کے بموجب ہلاک ہونے اور اس دُنیا سے نکل جانے والا ہے۔"

حضرت ابُوطالب کے اشعار نعتِ رسولؐ

حضرت ابُوطالب نے یہ اشعار اس وقت کہے جب قریش کے گروہ اسلام لانے والوں پر مظالم کرنے لگے تو آپ نے بنو ہاشم کو جمع کیا اور وہ سب متحد اور یکجا ہو گئے جب ابوطالب نے یہ دیکھا تو اُنھیں بڑی مسرت ہوئی کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کی سعی اور کوشش میں سب شریک ہیں تو آپ (حضرت ابوطالبؓ) نے اُن کی

marfat.com

مدح وستائش کی اور انھیں پُرانے واقعات یاد دلائے اور ان میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مرتبہ تھا وہ بھی واضح کیا:

إِذَا اجْتَمَعَتْ يَوْمًا قُرَيْشٌ لِمَفْخَرٍ — فَعَبْدُ مَنَافٍ سِرُّهَا وَصَمِيمُهَا

"جب کبھی قریش کسی قابلِ فخر کام کے لئے مستعد ہوئے تو ان میں (بنی) عبدِ مناف اُن کی جان اُن کی رُوح رواں رہے۔"

فَإِنْ حُصِّلَتْ أَشْرَافُ عَبْدِ مَنَافِهَا — فَفِي هَاشِمٍ أَشْرَافُهَا وَقَدِيمُهَا

"پھر جب اُن میں سے (بنی) عبد مناف کے شریفوں کا شمار کیا گیا تو ان میں سے بڑے مرتبے والے اور آگے بڑھائے جانے کے قابل بنی ہاشم ہی کے لوگ نکلے۔"

وَإِنْ فَخَرَتْ يَوْمًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا — هُوَ الْمُصْطَفَى مِنْ سِرِّهَا وَكَرِيمُهَا

"اور جب کبھی بنی ہاشم نے فخر کیا تو اُن میں سے محمدؐ ہی منتخب اس قبیلے کی جان اور ان میں بڑے مرتبے والے نکلے۔"

اس میں اور بھی اشعار ہیں جو سیرتِ ابنِ ہشام اُردو ترجمے کے "پیروانِ دینِ حق کے مصائب" کے چالیسویں باب میں صفحہ ۲۵۳ پر درج ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبّت کرنے والے اشعار کو اگر نعت کہا جاتا ہے اور نعت کے لئے خلوص اور جذبہ کا ہونا ضروری ہے کہ جو کچھ اس میں شاعر کہہ رہا ہے وہ اسی جذبۂ پُرخلوص پر گامزن بھی ہو، عمل کا حوصلہ بھی رکھتا ہو اس کے تیور بھی یہ بتاتے ہوں کہ نعت گو شاعر صرف زبانی جمع خرچ نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ جہاں رسول اللہ سے سچائی اور حق پرستی کے سبب اپنی نسبت قائم کر کے اُن کی صفاتِ اولیٰ اور اُن کے نورِ نبوّت کا بیان کر رہا ہے وہیں وہ اُن کی مخالفت کرنے والوں، اُن سے بغض وکینہ اور عداوت رکھنے والوں اور اُن کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو یا تو تہہ تیغ کر دے گا یا شہادت کا جام نوش کرتے ہوئے اپنی جانِ جہاں آرا کو اُن پر قربان کر دے گا۔ ایسی صفات کا حامل

marfat.com

اگر کوئی قصیدہ ہمیں نظر آیا تو وہ بھی حضرت ابوطالبؑ کا ہی ہے۔ ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری المعافری نے اپنی اسی مشہور عالم سیرت النبی کامل ابنِ ہشام میں رقم کیا ہے۔

حضرت ابُوطالِبؑ کا قصیدہ درکتابِ سیرتُ النّبی کامل مرتبہ ابنِ ہشام

ترجمہ:۔ غلام رسول مِہر، و مولانا عبدالجلیل صدیقی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گرفتار رہنے والے اور ان کی خاطر عرب کے مختلف قبیلوں کے سرداروں سے بلاخوف حُجت کرنے والے دلیر اور جری ابُوطالبؑ کو جب یہ احساس ہوا کہ عرب کے عام قبائل اور ان کے سرداران، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اُن کی حفاظت اور اُن کی خاطر شدید اختلاف مول لینے کے سبب، پیچھے نہ پڑجائیں اور حالات کہیں قابُو سے باہر نہ ہوجائیں، اُنھوں نے ایک قصیدہ کہا جو بہت مشہور ہوا۔ اور تاریخ میں اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس قصیدے کو مشہور مؤرخ ابنِ ہشام نے اپنی تصنیف سیرت النبی کامل کے پینتالیسویں باب میں نقل کیا ہے جس میں قصیدے کے چورانوے شعر ہیں۔ ان اشعار میں آپ نے اللہ سے پھر حرم سے اور حرم کے تمام مقدس حصّوں کے ذکر سے پناہ طلب کی ہے۔ پھر تمام مقاماتِ مقدّسہ کی پناہ طلب کر کے قوم میں اپنے رتبۂ بلند کا ذکر کیا ہے، جو انھیں وہاں کی سکونت کے سبب حاصل تھا۔ پھر اہلِ عرب اور مختلف قبائل پر اپنی محبت جتائی ہے۔ اور گزرے ہوئے واقعات کے اِشارے دیئے ہیں۔ پھر جو لوگ اُن پر الزام تراشی کر رہے تھے ایک ایک کا نام لے کر اُن پر نہایت سخت الفاظ میں شعر کہے ہیں۔ پھر لوگوں کے کمینہ پن دوغلے پن اور بُزدلی پر طنز سے بھرپُور شعر کہے ہیں۔ پھر اپنی شجاعت اور بہادری کا بھی مختصر سا ذکر ہے۔ پھر اپنے بلند حوصلے اور عزم و ارادہ کی پُختگی کے پُرجوش اشعار کہے ہیں اور اسی میں رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت اور عشق کا حال بیان ہوا ہے اُن کے مراتب بیان ہوئے ہیں۔

marfat.com

ان کے معجزے کا ذکر ہے۔ اُن کی حمایت میں تلوار اُٹھانے، لڑنے اور اُن پر جان قربان کر دینے کے اعلان پر قصیدہ ختم ہوا ہے۔ چونکہ قصیدہ بہت طویل ہے جس کے کُل چورانوے[۹۴] شعر ہیں ہم ان میں سے یہاں صرف وہ اشعار نقل کر رہے ہیں جس میں سرکارِ مدینہ کا ذکر ہے۔ اور ان کی تعداد بھی اکیس ہے۔ اصل مکمل قصیدہ مندرجہ بالا کتاب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

قصیدہ کا آغاز اس طرح ہوا ہے ؎

وَلَمَّا رَأَیْتُ الْقَوْمَ لَا وُدَّ فِیْهِمُ　　وَقَدْ قَطَعُوْا کُلَّ الْعُرٰی وَالْوَسَائِلِ

"جب میں نے قوم کو دیکھا کہ ان میں محبت نہیں رہی اور انھوں نے تمام تعلقوں اور رشتوں کو توڑ دیا ہے۔" (کئی شعر ہیں)

پناہ میں اس طرح کے اشعار کہے ہیں۔ جن کی تعداد اٹھارہ ہے۔ بطور نمونہ ؎

اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مِنْ کُلِّ طَاعِنٍ　　عَلَیْنَا بِسُوْءٍ اَوْ مُلِحٍّ بِبَاطِلِ

"میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر اُس شخص سے جو ہم پر بُرائی کے الزامات لگانے والا اور ناحق پر اصرار کرنے والا ہے۔"

وَثَوْرٍ وَمَنْ اَرْسٰی ثَبِیْرًا مَکَانَهٗ　　وَرَاقٍ لِیَرْقٰی فِیْ حِرَاءٍ وَنَازِلِ

"اور جبلِ ثور اور اُس ذات کی پناہ جس نے کوہِ ثبیر کو اُس کی جگہ گاڑ دیا۔ چڑھنے اور اُترنے والے کی پناہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) (جو ثبیر کے لئے اُترتا ہے) تاکہ کوہِ حرا پر چڑھ جائے۔"

ایک ایک کر کے مناسکِ حج کے تمام مقامات کا ذکر کیا ہے اور آخری شعر اس طرح کہا ہے ؎

فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا مِنْ مَعَاذٍ لِعَائِذٍ　　وَهَلْ مِنْ مُعِیْذٍ یَتَّقِی اللّٰهَ عَادِلِ

"کیا پناہ لینے والے کے لئے ان پناہ گاہوں کے سوا اور بھی پناہ گاہ ہے؟ اور کیا کوئی عدل و انصاف کرنے والا۔ اللہ سے ڈر کر پناہ دینے والا بھی ہے؟"

marfat.com

لبعض اشعار میں انتہائی غیظ و غضب میں ہو کر اپنے مخالفین کو خطاب کیا ہے۔

ایک دو مثالیں ؎

وَسِہْمٌ وَمَخْزُومٌ تَمَالَوُا وَاُلِّبُوْا — عَلَيْنَا الْعِدَا مِنْ كُلِّ طِمْلٍ وَخَامِلِ

"بنی و بنی مخزوم نے کمینوں اور احمقوں کو اُکسا کر ہمارے خلاف فتنہ و فساد بپا کیا ہے"۔

ایک اور جگہ کہا ہے ؎

وَرَهْطُ نُفَيْلٍ شَرُّ مَنْ وَطِئَ الْحَصٰى — وَاَلْاَمُ حَافٍ مِنْ مَعَدٍّ وَنَاعِلِ

"بنی نفیل کی جماعت روئے زمین پر چلنے والوں میں بدترین ہے اور بنی معد کے جوتے پہننے والوں اور ننگے پاؤں پھرنے والوں میں سب سے زیادہ کمینے ہیں"۔

بَنِي اَمَةٍ مَحْبُوبَةٍ هِنْدِكِيَّةٍ — بَنِي جُمَحٍ عُبَيْدِ قَيْسِ بْنِ عَاقِلِ

"اے ہندی محبوبہ چھوکری کے بچو! اے بنی جمح عبید۔ قیس بن عاقل"۔

اور اسی کے مقابل اپنی اور خاندانی عظمت کے اوپر بھی شعر کہے ہیں۔ مثال

وَلٰكِنَّنَا نَسْلٌ كِرَامٌ لِسَادَةٍ — بِهِمْ نُعِيَ الْاَقْوَامُ عِنْدَ الْبَوَاطِلِ

"لیکن ہم تو شریف سرداروں کی اولاد میں سے ہیں جن کے ذریعہ سے غلط کاری کے وقت لوگوں کو موت کا پیغام دیا جاتا ہے"۔

شَبَابٌ مِنَ الْمُطَيَّبِيْنَ وَهَاشِمٍ — كَبِيْضِ السُّيُوْفِ بَيْنَ اَيْدِي الصَّيَاقِلِ

"ہم میں کے وہ نوجوان جنھوں نے عطر میں ہاتھ ڈال معاہدہ کیا۔ اور بنی ہاشم میں کے جوان ایسے ہیں گویا صیقل گروں کے ہاتھ میں چمکتی ہوئی تلواریں"۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شانِ مبارک اور اپنی محبت کے اظہار کے اشعار ؎

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللهِ نَتْرُكُ مَكَّةً — وَنَظْعَنُ اِلَّا اَمْرُكُمْ فِي بَلَابِلِ

"بیت اللہ کی قسم، تم نے جھوٹ کہا۔ یعنی یہ خیال غلط ہے کہ ہم مکہ چھوڑ دیں گے۔

marfat.com

اور یہاں سے سفر کر جائیں گے یہ صرف تمہارے خیالی وسوسے ہیں"۔

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ نُبْزَى مُحَمَّدًا　　وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهٗ وَنُنَاضِلِ

" بیت اللہ کی قسم، تم نے غلط خیال کیا کہ ہم محمدؐ کے متعلق مغلوب ہو جائیں گے۔

حالانکہ ہم نے ابھی تک اُن کے بچاؤ کے لئے نہ نیزہ زنی کی ہے، نہ تیر اندازی"۔

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ　　وَنُذْهَلَ أَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

" تم نے غلط خیال کیا کہ ہم اُنھیں تمہارے حوالے کر دیں گے، ہرگز نہیں حتیٰ کہ

ہم ان کے اطراف میں بچھڑ جائیں گے (اور اپنی بیوی بچوں کو بھول جائیں گے"۔

(حضورؐ کو اپنی جان و مال اور اپنی آل سے زیادہ محبوب جانتے تھے)

وَيَنْهَضُ قَوْمٌ بِالْحَدِيْدِ إِلَيْكُمْ　　نُهُوْضَ الرَّوَايَا تَحْتَ ذَاتِ الصَّلَاصِلِ

" تمہارے مقابلے کے لئے ہتھیار بند لوگ ایسے اُٹھیں گے جیسے پانی پلانے والی اُونٹنیاں

آواز کرنے والی پکھالوں کے نیچے سے اُنھیں لے کر اُٹھتی ہیں"۔

وَحَتّٰى نَرَى ذَا الضِّغْنِ يَرْكَبُ رَدْعَهٗ　　مِنَ الطَّعْنِ فِعْلَ الْأَنْكَبِ الْمُتَحَامِلِ

" اور یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں، کینہ پرور برچھی کا زخم کھا کر ایک جانب جھوک

دے کر مشکل سے چلنے والے کی طرح خون میں نہا کر مُنہ کے بل گر رہا ہے"۔

وَإِنَّا لَعَمْرُ اللّٰهِ إِنْ جَدَّ مَا أَرَى　　لَتَلْتَبِسَنْ أَسْيَافُنَا بِالْأَمَاثِلِ

" اللہ تعالیٰ کی بقا کی قسم، جن واقعات کا میں خیال کرتا ہوں کہ سچ مچ وہی واقع

ہوئے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنی پڑی) تو ہماری تلواریں بڑے بڑے

لوگوں کو پہن لیں گی یا بڑے بڑے لوگوں کے ہاتھوں میں ہوں گی"۔

بِكَفَّيْ فَتًى مِثْلِ الشِّهَابِ سَمَيْدَعٍ　　أَخِيْ ثِقَةٍ حَامِي الْحَقِيْقَةِ بَاسِلِ

" ایسے جوانمرد کے ہاتھوں میں ہوں گی جو شہاب کا سا (روشن چہرے والا یا بے دھڑک

گھس پڑنے والا) سردار، بھروسے کے قابل، صداقت کی حمایت کرنے والا، بہادر ہو"۔

marfat.com

عَلَيْنَا وَتَأْتِيْ حِجَّةٌ بَعْدَ قَابِلِ　　شُهُوْرًا وَأَيَّامًا وَحَوْلًا مُجَرَّمًا

"اسی حالت میں ہم پر کئی دن، کئی مہینے، کئی پورے سال گزر جائیں گے۔ اور آنے والے حج کے بعد اور حج آئیں گے۔"

يَحُوْطُ الذِّمَارَ غَيْرَ ذَرْبٍ مُوَاكِلِ　　وَمَا تَرْكُ قَوْمٍ - لَا أَبَا لَكَ - سَيِّدًا

"تیرا باپ مرجائے۔ ایسے سردار کو چھوڑ دینا کیسی (بدترین) بات ہے، جو حمایت کے قابل چیزوں کی نگرانی کرتا ہے، نہ فسادی ہے اور نہ اپنے کام کو دوسروں پر چھوڑنے والا ہے۔"

ثِمَالَ الْيَتَامٰى عِصْمَةً لِلْأَرَامِلِ　　وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ

"جو ایسے روشن چہرے والا ہے کہ اُس کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے یتیموں کی سرپرستی کرنے والا اور بیواؤں کی پناہ۔"

فَهُمْ عِنْدَهُ فِيْ رَحْمَةٍ وَفَوَاضِلِ　　يَلُوْذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ

"بنی ہاشم کے مفلس اُس کے یہاں پناہ لیتے ہیں۔ اور وہ اس کے پاس نازونعم میں اور اعلیٰ مراتب پر ہیں۔"

درمیان میں پھران لوگوں کے متعلق اشعار ہیں جن کی طرف سے خطرہ ہے کہ یہ کچھ کر بیٹھیں گے۔ ان اشعار کے بعد۔

وَإِخْوَتِهِ دَأْبَ الْمُحِبِّ الْمُوَاصِلِ　　لَعَمْرِيْ لَقَدْ كُلِّفْتُ وَجْدًا بِأَحْمَدٍ

"اپنی عمر کی قسم! جس طرح دائمی محبت کرنے والوں کی حالت ہوتی ہے، میں بھی احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے بھائیوں کے عشق میں مُبتلا کیا گیا ہوں۔"

وَزَيْنًا لِمَنْ وَالَاهُ رَبُّ الْمَشَاكِلِ　　فَلَا زَالَ فِي الدُّنْيَا جَمَالًا لِأَهْلِهَا

"ایک دوسرے سے مشابہ شکلیں بنانے والا پروردگار احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے بھائیوں سے تعلق رکھنے والوں کے لئے جمالِ دنیوی ہمیشہ رکھے۔ اور

marfat.com

جن لوگوں کی اُس نے سرپرستی کی ہے۔ ان کی زینت کو دوام عطا فرمائے۔"

فَمَنْ مِثْلُهُ فِي النَّاسِ أَيُّ مُؤَمَّلٍ　　إِذَا قَاسَهُ الْحُكَّامُ عِنْدَ التَّفَاضُلِ

"احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سا لوگوں میں ہے کون؟ فیصلہ کرنے والوں نے جب فضائل کا مقابلہ کرنے کے لئے اُس (کے مرتبہ) کا اندازہ کیا تو اس کے لئے ان لوگوں میں، جن سے اُمیدیں وابستہ کی جاتی ہیں عجیب قسم کی برتری پائی۔"

حَلِيمٌ رَشِيدٌ عَادِلٌ غَيْرُ طَائِشٍ　　يُوَالِي إِلٰهًا لَيْسَ عَنْهُ بِغَافِلِ

"وہ بُردبار سیدھی راہ پر چلنے والا، مُنصف ہے، جلدباز نہیں، ایسے معبُود سے تعلق رکھنے والا ہے جو اس سے غافل نہیں۔

لَقَدْ عَلِمُوا أَنَّ ابْنَنَا لَا مُكَذَّبٌ　　لَدَيْنَا وَلَا يُعْنَى بِقَوْلِ الْأَبَاطِلِ

"سب لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے بیٹے پر جھوٹے کا الزام لگانے والا ہم میں کوئی نہیں اور جھوٹے الزامات لگانے والوں کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں کی جاسکتی۔"

فَأَصْبَحَ فِينَا أَحْمَدُ فِي أَرُومَةٍ　　تُقَصِّرُ عَنْهُ سَوْرَةُ الْمُتَطَاوِلِ

"ہم میں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسی جڑوں سے ظہور کیا ہے (ایسے ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں) کہ دست درازی کرنے والوں کی سختیاں اُنھیں ضرر پہنچانے یا اُن کا رتبہ اور منزلت حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔"

حَدِبْتُ بِنَفْسِي دُونَهُ وَحَمَيْتُهُ　　وَدَافَعْتُ عَنْهُ بِالذُّرَا وَالْكَلَاكِلِ

"اُن کی مدافعت کی خاطر میں نے اپنی جان خطرے میں ڈال دی۔ اپنی پیٹھ کی انتہائی بلندی اور سینہ کے بڑے حصّہ سے اُن کی حفاظت کی (اعضاء و جوارح سے)"

فَأَيَّدَهُ رَبُّ الْعِبَادِ بِنَصْرِهِ　　وَأَظْهَرَ دِينًا حَقُّهُ غَيْرُ بَاطِلِ

"پس بندوں کے پالنے والی ذات نے اُن کی امداد اور اپنے سچے دین کو، جو جھوٹا نہیں، غلبہ دیا۔"

marfat.com

رِجَالٌ كِرَامٌ غَيرُ مِيلٍ نَمَاهُمُ   إِلَى الخَيرِ آبَاءٌ كِرَامُ المَحَاصِلِ

"یہ لوگ شریف ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد نے، جن کے مقاصد اعلیٰ تھے، انھیں نیکی کی طرف متوجہ رہنے کی تربیت دی۔"

فَإِن تَكُ كَعبٌ مِن لُؤَيٍّ صَقِيبَةً   فَلَا بُدَّ يَومًا مَرَّةً مِن تَزَايُلِ

"اگر بنی کعب کو بنی لوی سے قریب کا رشتہ ہے تو اس رشتہ کا ٹوٹنا بھی ممکن ہے، اور کسی نہ کسی دن اور کبھی نہ کبھی اُن کے جتھے کا منتشر ہونا بھی ضروری ہے۔"

یہ ایک تاریخی اور مشہور قصیدہ ہے جسے ابن ہشام نے نہایت تفصیل سے تحریر کیا ہے، پھر اس میں جن جن کا ذکر آیا ہے اُن کا نسب بھی تحریر کیا ہے اور اُن کے خاندانوں کا بھی ذکر ہے۔ کسی کسی کا خاص کر حال بھی بیان کیا ہے۔ اس قصیدے کے شعری محاسن سے قطع نظر قصیدہ کے ایک تعتیہ شعر کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراتے ہوئے تاریخ کے ایک اور اہم واقعہ کی طرف لئے چلتے ہیں ؎

وَأَبيَضَ يُستَسقَى الغَمَامُ بِوَجهِهِ

ترجمہ:۔ "جو ایسے روشن چہرے والا ہے کہ اس کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے۔"

یہ شعر اُس زمانے میں کہا گیا ہے جب کفارِ مکہ نبوت کے اعلان سے خوفزدہ بھی ہیں برہم بھی ہیں اور یہ ابتدائی زمانہ ہے اسلام کے ظہور کا۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ مسلمانوں کا مرکز بن گیا ہے، ابوطالب اس دنیا سے سفر کر چکے ہیں۔ ایکمرتبہ مدینہ والوں پر قحط کی بلا نازل ہوتی ہے تو اہلِ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر بارش کی دُعا کے لئے اللہ کے حبیبؐ سے عرض کرتے ہیں۔ اللہ کے حبیبؐ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جاکر بارش کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ خالقِ کائنات اپنے محبوبؐ کی دُعا کو شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے اور آن کی آن میں گھرے بادل اُمنڈ آتے ہیں اور اس قدر بارش ہوتی ہے کہ اطراف کے لوگ اپنے ڈوب جانے کے خوف سے ایکمرتبہ پھر بارگاہِ رسالت پناہ میں پناہ کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ مدینہ کا تاجدار دُعا کے

marfat.com

لئے اپنے دستِ رحمت بڑھا کر اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا

"یا اللہ ہمارے اطراف میں پانی برسا ہم پر نہ برسا۔"

اور فوراً ہی شہر مدینہ کے اُفق سے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ اور دائرے کی تشکل بنا لیتے ہیں کہ درمیان میں بارش بند ہو جاتی ہے۔ اس دعا کی قبولیت پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے چچا حضرت ابو طالب کی یاد آتی ہے اور آپ اس منظر کو دیکھ کر محبت سے فرماتے ہیں۔

لَوْ دُرِکَ اَبُوْ طَالِبٍ ھٰذَا الْیَوْمَ لَسَرَّہٗ۔

ترجمہ:- "آج اگر ابو طالب ہوتے تو انھیں اس سے خوشی ہوتی۔"

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بعض صحابہؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) گویا آپؐ اُن کے (ابو طالب کے) اس شعر کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں ؎

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ ہاں۔

قصیدۂ تائیۃ الکبریٰ

یہ قصیدہ بہت کم لوگوں کی نظر سے گزرا ہے سوائے اہلِ تحقیق کے اس لئے اس کی علمی، ادبی اور مذہبی حیثیت سے بھی کم ہی لوگ واقف ہیں۔ حُسنِ بیان، روانی، سادگی، جذبات، عقیدت اور دیگر محاسنِ کلام کے علاوہ اس کی تاریخی اور تحقیقی حیثیت بھی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ قصیدہ حضرت عمر بن فارض رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے۔ آپ کا وصال ۶۳۲ھ میں ہوا ہے۔ اس مقدس قصیدہ کی شرح شیخ عبد الرزاق کاشانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔ حضرت عمر بن فارضؒ کا دور تحقیقِ علم کا دور تھا۔ آپ کے دور میں جلیلُ القدر

marfat.com

محدثین گزرے ہیں جن کے عہد میں حدیث پر محققانہ کام ہوئے ہیں۔ اُن کے عہد میں یہ ناممکن تھا کہ کوئی شخص جذباتِ عشق و محبت سے مغلوب ہو کر جو چاہے لکھ جائے۔ اور وہ مقراضِ تنقید کی زد میں نہ آجائے۔ ضیاء الدین ابُوعبداللہ محمد بن عبدالواحد احمد بن عبدالرحمٰن السعدی المقدسی الصالحی الحنبلی اسی عہد کے حافظ، ثقہ اور زہد و تقویٰ کے پہاڑ تھے۔ جن کا وصال حضرت عمر بن فارض رضی اللہ عنہ (مصنفِ قصیدہ) کے تیرہ سال بعد ہوا یعنی ۶۴۳ھ میں ان کی تالیف "کتاب المقدسی" مسانید کی مانند ہے۔ جس کی صحت کا یہ عالم ہے کہ امام ابن تیمیہ اور زرکشی جیسے عالموں نے یہ کہا ہے کہ موصوف کی صحت قرار دینے کا مرتبہ "حاکم" کی تصحیح سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ اشتراط الساعۃ (علاماتِ قیامت) کے مصنف ابو محمد عبدالغنی بن عبدالواحد بن سرور المقدسی جنھیں محدثِ اسلام اور تقی الدین کا بھی لقب تھا اسی عہد کی شخصیت ہیں۔ آپ ہی کے عہد میں امام المحققین، صدر الاولیاء و العارفین، محی الدین ابو عبداللہ محمد بن علی بن محمد عربی الحاتمی رحمہ اللہ بھی گزرے ہیں ۶۳۸ھ میں وصال ہوا جنھوں نے ایک سو احادیثِ قدسیہ اپنی تصنیف میں جمع کی ہیں۔ جواہر المفصلات فی الاحادیث المُسلسلات کے مؤلف ابن الطیلسان حافظ الحدیث "المسند الغریب" کے مؤلف ابوبکر جمال الدین ابن مسدی، ان کے علاوہ مشہور کتب "نہایہ" اور "جامع الاصول" کے مصنف کے بھائی عزالدین ابُوالحسن علی بن محمد جو ابن الاثیر الجزری کے نام سے مشہور ہیں یہ اور ایسے ہی علمائے فضل و کمال کا یہ عہد تھا۔ (حوالہ جات از الرسالۃ المستطرفۃ مؤلف علامہ محمد جعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت علامہ امام یوسف بن اسمٰعیل بنہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصیدہ کو اپنی مشہور تصنیف "جواہر البحار فی فضائل النبی المختار" میں نقل فرمایا ہے۔ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول جامعہ رضویہ فیصل آباد اور محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری مظہری کے مشترکہ ترجمہ کے ساتھ جسے ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

marfat.com

حضرت فارض رضی اللہ عنہ نے اس قصیدہ میں انبیاء علیہ السّلام کا ذکر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ جملہ معجزات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو حاصل تھے۔ ہر نبیؑ آپ کا مطیع ہو کر آیا ہے۔ کچھ اشعار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں یعنی اُن کی جانب سے خطاب کی صورت میں فرمائے ہیں۔ جس میں حقیقتِ محمدؐیہ کو ہی حقیقتِ آدم بتایا ہے، حقیقت میں صراطِ مستقیم پر چلنے والے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ باقی سب ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام قطبِ وجود ہیں۔ اصلِ شہود ہیں اور ماخذ العہود ہیں۔ اس کے علاوہ بھی نکات اور اسرارِ خفی ظاہر کئے گئے ہیں، یہ قصیدہ شاعری کی خوبیوں اور زبان کے حُسن کے ساتھ ساتھ تصورات اور عشق کی معراج کا نادر تاریخی نمونہ ہے۔ قصیدہ کے اشعار کا حُسن اپنی جگہ ہے لیکن شیخ عبدالرزاق کاشانی کی شرح بھی ادب کا شہ پارہ ہے۔

قصیدۂ تائیۃ الکبریٰ مع شرح

حضرت عمر بن فارض رضی اللہ عنہ (المتوفی ۶۳۲ھ) اپنے قصیدۂ تائیۃ الکبریٰ میں حضرات مرسلین عظام علیہم السلام کے بعض معجزات کا ذکر کرکے اور بتایا ہے کہ یہ جملہ معجزاتِ فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والاصفات کو حاصل تھے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں ؎

بذالك علا الطوفانِ نوح وقد نجا به من نجا من قومه فی السفینۃ	۱	آپ کے سبب نوحؑ علیہ السّلام طوفان پر غالب رہے اور کشتی میں جو اُن کے ساتھ رہا اُسی نے نجات پائی
وغاض له ما فاض عنه استجادۃ وجدا الی الجودیّ بها فاستقرّت	۲	اور وہ کثرت سے بہنے والا پانی اُن کے لئے خشک ہوگیا۔ وہ کشتی کو جُودی پہاڑ کی جانب لے گئے جہاں وہ ٹھہر گئی۔
وسار ومتن الریح تحت بساطه	۳	حضرت سلیمان علیہ السّلام نے دونوں لشکروں سمیت فضا کی

سُلیمان بالجیشین فوق بسیطة

کی سیر کی اور ان کا بستر ہوا کی پشت پر ہوتا تھا۔

۴ وقبل ارتداد الطرف احضر من سبا
لہ عرش بلقیس بغیر مشقة

اُن کے حضور بلقیس کا تخت، سبا کے قبیلے سے بغیر کسی مشقت چشم زدن میں حاضر کر دیا گیا۔

۵ وأخمد ابراهیم نار عدوّة
وعن نوره عادت لہ روض جنّة

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے دشمن کی آگ کو بجھا دیا اور آپ کے نور سے وہ اُن کے لئے جنّت کا باغیچہ بن گئی۔

۶ ولمّا دعا الاطیار من کل شاھق
وقد ذبحت جاءتہ غیر عصیّة

جب انھوں نے مذبوح پرندوں کو پہاڑ کی چوٹی سے بُلایا تو وہ نافرمانی کئے بغیر حاضر ہو گئے۔

۷ ومن یدہ موسیٰ عصاہ تلقفت
من السحر اھوا علی النفس شقت

اور آپ کے ہاتھ سے عصائے موسیٰ نے جادو کے ان سانپوں کو نگل لیا جو جان پر بنا دینے والے تھے۔

۸ ومن حجر اجری عیونا بضربة
بہا دیمًا سقّت وللبحر شقّت

ایک ضرب کے ساتھ پتھر سے پانی کے چشمے بہہ نکلے گویا وہ سیراب کرنے والی بارش تھی اور اُن کیلئے سمندر پھٹ گیا

۹ ویوسف اذ ألقی البشیر قمیصہ
علیٰ وجہ یعقوب الیہ بأوبة

اور بشارت دینے والے نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر پلٹ کر ڈالی۔

۱۰ رأ بعین قبل مقدمہ بکی
علیہ بہا شوقاً الیہ فکفّت

انھوں نے آنے سے پہلے اُسے دیکھ لیا تھا، شوق ملاقات میں روتے رہے کہ آنکھ رُک گئی۔

۱۱ وفی آل اسرائیل مائدة من
السماء لعیسیٰ انزلت ثمّ مدّت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خاطر آلِ اسرائیل میں آسمان سے دسترخوان نازل ہوا اور وہ بچھایا گیا۔

۱۲ ومن اکمہ أبری ومن وضح عدا
شفی واعاد الطین طیراً بنفخة

پیدائشی نابینائی سے نجات دی اور بڑھنے والے مرض (کوڑھ) سے شفا دی اور مٹی کے پرندے کو پھونک مار کر اُڑا دیئے

۱۳ وسرّ انفعالات الظواھر باطنًا
عن الاذن ما القت باذنك صیغت

ان ظاہری معجزات کا باطنی بھید آپ (سید المرسلین) ہیں، جو بھی صورت آپ کے کان میں ڈالی گئی ہو۔

marfat.com

وجاء باسوار الجميع مفيضها ؎	آپ (سارے انبیائے کرام کے) تمام اسرار لے کر تشریف لائے
علينا لهم ختماً على حين فترة	اور اس وقت ہمیں مستفیض فرمایا جبکہ انبیاء کی آمد کا سلسلہ منقطع تھا

ان اشعار کے شارح شیخ عبدالرزاق کاشانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ معجزات اور ان کے مثل اور دوسرے بے شمار جو دیگر انبیائے کرام سے ظاہر ہوئے۔ وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سارے پائے جاتے ہیں جیسا کہ شیخ عمر بن فارض رحمتہ اللہ علیہ نے آخری شعر میں فرمایا ہے کہ: "دجاء با سرار الجميع مفيضها" یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انفعالات کے اسرار لے کر سریر آرائے گیتی ہوئے اور وہ انفعالات ہی ان معجزات کے آثار ہیں جو انبیائے کرام کو حاصل تھے۔ ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ خاتم ہونے کے سبب آپ نے یہ واضح فرما دیا کہ آپ نے انبیائے کرام کے اُن تمام اسرار کو جمع کر لیا ہے جو آثار کے اور انفعالات ہیں۔ کیونکہ :۔

جميع القرآن هو صورة تفاصيل	سارا قرآن کریم ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
احواله واخلاقه صلى الله عليه وسلم	کے حالات و کمالات کی تفصیلی صورت ہے، جیسا کہ
كما قالت عائشة رضى الله عنها	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا
حين سئلت عن خلق رسول الله	جبکہ اُن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
صلى الله عليه وسلم كان خلقه	کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا۔ انھوں نے
القرآن فجميع الانبياء مظاهر	فرمایا قرآن ان کا خلق تھا۔ پس سارے
تفاصيل احواله واخلاقه	انبیائے کرام آپ کے حالات و کمالات کے تفصیلی
عليه الصلوٰة والسلام	مظاہر ہیں۔ علاوہ بریں ہر نبی اور رسول آپ کے
قد بدا الخلق فى صورة كل نبي	اسرار میں سے کسی ایک سِر کے ساتھ مخلوق کے لئے
ومرسل سر من اسراره صلى الله	جلوہ گر ہوا (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) اور ہر

marfat.com

علیہ وسلم وکان ای ذٰلك	نبی جو اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بُلانے کے لئے
النبیّ داعیًا الی اللہ تعالیٰ قومہ بذٰلك	دنیا میں تشریف لایا وہ اسی بھید کے باعث محمد
السرّ بتبعیۃ الرسول علیہ الصلوٰۃ	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ماتحتی میں اپنا
والسّلام کما قال ای ابن فارض	فرض ادا کرتا رہا، جیساکہ ابن فارض رضی اللہ تعالیٰ
رضی اللہ عنہ (ص۱۸۲)	عنہ نے فرمایا ہے کہ :

وَمَا مِنْهُمْ اِلَّا وَقَدْ كَانَ دَاعِيًا

بِهٖ قَوْمَهٗ لِلْحَقِّ عَنْ تَبْعِيَّتِهٖ

یعنی کوئی نبی دُنیا میں ایسا نہیں آیا جس نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا ہو مگر وہ آپ کا متبع ہو کر آیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جس طرح باقی انبیائے کرام آپ کے تفصیلی اسرار کے باعث اپنی اپنی قوم کی طرف رسول بن کر آئے تھے اسی طرح فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اُمت کے علمائے کرام اس بات میں پہلے انبیائے کرام کی طرح ہیں کہ یہ بھی آپ کے اتباع میں مخلوقِ خدا کو حق کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ان حضرات نے سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسرار واحوال واخلاق کی تفاصیل سے علیٰ قدرِ مراتب حصّہ پالیا ہے۔ لیکن انھیں نبی ہرگز نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو جانے کے بعد پیدا ہوئے جبکہ باقی انبیائے کرام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔ امام ابنِ فارض رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان میں فرمایا ہے۔

وَاَهْلُ تَلَقِّی الرُّوْحِ بِاسْمِیْ دَعَوْا اِلٰی

سَبِیْلِیْ وَحَجُّوا الْمُلْحِدِیْنَ بِحُجَّتِیْ

اس کے شارح امام کاشانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تلقّی سے مُراد پکڑنا اور تلقّی الرُّوح سے انبیائے کرام مراد ہیں۔ رُوح سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اور

سبیل سے مراد طریق توحید، اسم سے مراد اسمائے الٰہیہ ہیں جو ہر ایک شے پر غالب ہیں۔ جس کے ساتھ ہر ایک نبی نے اپنی قوم کو دعوتِ حق دی اور اس نبی کا اعجاز اسی اسم کا نتیجہ ہوتا ہے، جیسے اسم مُحْیِیْ ہے جس کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے مُردوں کو زندہ کیا۔ اور اپنی قوم کو اس معجزے کی مثل لانے سے عاجز کر دیا، جو ان کی نبوت و صداقت کی دلیل ہوا، اور اس کے باعث منکرین پر غلبہ پایا اور حجت کے ساتھ غالب رہے۔ مُلحِدْ وہ لوگ ہیں جو سیدھی راہ اور دینِ مستقیم سے پھرے ہوئے ہوں۔

انبیائے کرام علیہم السلام نے جبرئیل علیہ السلام سے وحی حاصل کر کے مخلوق خدا کو راہِ توحید کی جانب دعوت دی، جن اسمائے الٰہیّہ کی خصوصیت انھیں مرحمت فرمائی گئی ہو، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم کو اسم الٰہی خالق، محیی اور مبرئی کے ذریعے قوم کو دعوت دی جیسا کہ یہ ارشاد الٰہی اس بات پر دلالت کرتا ہے۔

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ۔ [۱] اور جب تو مٹی سے بناتا ہے۔

اور وہ میری حجت کے ساتھ منکرین پر غالب آئے اور عیسیٰ علیہ السلام نے اُن سے مطالبہ کیا کہ ان معجزات کی مثل پیش کریں۔ وہ سعی بسیار کے باوجود اُن کی مثل لانے پر قادر نہ ہوئے۔ انبیائے کرام نے حجتوں کو صدر کے لحاظ سے اپنی جانب منسوب کیا اور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے فرمایا ہے:

وَکُلُّھُمْ عَنْ سَبْقِ مَعْنَایَ دَائِرٌ

بِدَائِرَتِیْ اَوْ وَارِدٌ مِّنْ شَرِیْعَتِیْ

شارح علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ کُلُّھُمْ سے دیگر سارے انبیائے کرام اور مَعْنَایَ سے حقیقتِ محمدیہ مراد ہے جو تمام انبیائے کرام کی روحوں سے مقدم ہے اور بِدَائِرَتِیْ سے مراد

---

[۱] پ ۷، سورۂ المائدہ، آیت ۱۱۰

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ہے۔ امام ابنِ فارض رحمۃ اللہ علیہ نے فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باقی تمام انبیائے کرام سے مقدم ہونا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے یُوں بیان کیا ہے:

وَاِنِّیْ وَاِنْ کُنْتُ ابْنَ اٰدَمَ صُوْرَۃً

فَلِیْ فِیْہِ مَعْنًی شَاھِدٌ بِاُبُوَّتِیْ

امام کاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح میں فرمایا ہے کہ: میں (سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضرت آدم علیہ السلام کی اصل اور اُن کا معنوی باپ ہوں، اگرچہ ظاہر صورت میں اُن کی فرع اور بیٹا ہوں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ حقیقتِ محمدیہ اور آپ کی معنویت وہ رُوحِ اضافی ہے جس سے آدم علیہ السلام میں رُوح پھُونکی گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی رُوح اور معنویت یہی ہے۔ پس حقیقتِ محمدیہ ہی حقیقتِ آدم کی اصل ہے۔ اس کے بعد امام ابنِ فارض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے: ۱۹

۱۹ وَنفسی عن حجر التحلی برشدھا
وَتخلت وفی حجر التجلی تربت

میرا نفس ہدایت یافتہ ہونے کے باعث زیبا و زینت کی قید سے آزاد ہے اور تجلّی کے گھیرے میں متواضع ہے

۲۰ وفی المھد حزبی الانبیاء وفی عنا
صری لوحی المحفوظ والفتح سورتی

گہوارے میں بھی میری جماعت انبیائے کرام پر مشتمل تھی، اور میرے عناصر میں میری لوحِ محفوظ اور سورۂ فتح ہے

۲۱ وقبل فصالی دون تکلیف ظاھری
ختمت لشرعی الموضحی کل شرعۃ

دُودھ چھوڑنے اور تکلیفِ ظاہری سے قبل میں نے اپنی شریعت کو ختم کر دیا تھا۔

۲۲ فھم والاُلٰی قالوا بقولھم علی
صراطی لم یعدوا مواطیٔ مشیتی

پس وہ اور جنھوں نے ان جیسی بات کی (یعنی اولیاء) وہ میری راہ پہ ہیں اور میرے قدموں کے نشانات سے آگے نہیں بڑھتے۔

لہ اسی لئے امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ؎

ظاہر میں میری نخل حقیقت میں میری اصل
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابُو البشر کی ہے

marfat.com

امام کاشانی رحمتہ اللہ علیہ نے شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جن انبیائے کرام نے شریعتوں کو واضح طور پر بیان کیا اور جن حضرات نے ان کی نشرو اشاعت کی اور اپنے نبی کی شریعت سے تمسک کیا، ایسے لوگ اولیاء اللہ اور میرے سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔ ایسے لوگوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ میرے نقوشِ قدم سے ذرا بھی اِدھر اُدھر نہیں ہوتے، یہ اس وجہ سے ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے اندر میں ایک معین وصف اور اسم کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہوں۔ میں ان کے ذریعے اپنے اوصاف اور اسماء کا مظاہرہ کرتا رہتا ہوں۔ پس حقیقتاً میں صراطِ مستقیم پر چلنے والا ہوں اور باقی سب میرے قدموں کے نشانات کی پیروی کرنے والے ہیں۔ جب فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات جو انبیائے کرام اور اولیائے عظام میں منقسم ہو کر متفرق ہو چکے تھے آپ کی ذات میں علیٰ وجہ الکمال جمع ہوئے۔ تو وہ تمام حضرات آپ کے زیرِ تصرف آ گئے۔ (کیونکہ ان میں سے ہر ایک آپ کی فرع ہے اور ہر کوئی اسی آسمانِ کمال کے مہرِ درخشاں سے منور ہو کر اپنی تابانی دکھا رہا ہے) اسی لئے امام ابنِ فارض رحمتہ اللہ علیہ نے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان میں فرمایا ہے:

فیُمن الدعاۃ السابقین علیّ فی ۲۳ مجھ سے پہلے اللہ کی طرف بلانے والوں کی برکت میرے دائیں

یمینی ولیسر اللاحقین بیسر تی ہاتھ میں ہے اور بعد والوں کی آسانی میرے بائیں ہاتھ میں ہے

فلو تحسبن الامر عنی خارجًا ۲۴ حکم کو مجھ سے خارج شمار مت کرو، کیونکہ کوئی اس وقت

فما ساد الا داخل فی عبودتی تک سردار نہیں ہو سکتا جب تک میری تابعداری نہ کرے۔

امام کاشانی رحمتہ اللہ علیہ نے اِن کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ دعوت و تکمیل کے کام کو مجھ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے باہر گمان نہ کرنا کیونکہ جب تک کوئی میرا اطاعت گزار اور پیروکار نہیں بن جاتا اس وقت تک کسی قوم کا سردار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میں قطبِ وجود، اصلِ شہود اور ماخذ العہود ہوں۔ جیسا کہ امام فارض رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

marfat.com

فَلَوْلَایَ لَمْ یُوْجَدْ وُجُوْدٌ وَّلَمْ یَکُنْ
شُهُوْدٌ وَّلَمْ تَعْهَدْ عُهُوْدٌ بِذِمَّةٍ

شارح علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ موجودات کے ہر وجود کی اصل محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود ہے کیونکہ آپ ساری کائینات کے لئے رُوحِ اعظم کی صورت میں ہیں۔ اور آپ ہی رابطۂ ایجاد ہیں۔ مکاشفہ والوں کو شہود کی نعمتِ عظمیٰ آپ ہی کے سبب ملتی ہے، کیونکہ شہود روح کی صفت اور فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ مقدس تمام روحوں کی اصل ہے، اسی طرح معاہدوں کی رعایت اور ذمہ داری کا پُورا کرنا بھی آپ کے باعث ہے، کیونکہ پہلے آپ کے لئے ہی روزِ میثاق میں وعدہ لیا گیا تھا، جو بعد میں پُورا ہوا۔ پس یہ ہر عہد کرنے والے نے اپنے اُس عہد کو پُورا کیا جو روزِ اول اُس سے عہد لیا گیا تھا۔ یہ عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد سے مستفاد ہے۔ پھر امام ابنِ فارض رحمۃ اللہ علیہ نے اس اجمال کی تفصیل پیش کرنے کی خاطر شرح و بسط سے لکھا ہے۔ چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے فرماتے ہیں:

فلا حي الا عن حياتي حياته وطوع مرادي كل نفس مريدة	۲۶	کوئی زندہ نہیں مگر وہ میری حیات سے زندہ ہے اور ہر ایک صاحبِ ارادہ میرے ہی مقصد کی پیروی کرتا ہے۔
ولا قائل الا بلفظي محدث ولا ناظر الا بناظر مقلتي	۲۷	کوئی بولنے والا نہیں مگر وہ میرے لفظوں سے بولتا ہے اور کوئی دیکھنے والا نہیں مگر میری آنکھ سے دیکھتا ہے۔
ولا منصت الا بسمعي سامع ولا باطش الا بأزلي وشدتي	۲۸	ہر خاموشی سے سُننے والا میرے ہی کان سے سنتا ہے اور ہر پکڑنے والا میرے ہی حکم سے پکڑتا ہے۔
ولا ناطق غيري ولا ناظر ولا سميع سوائي من جميع الخليقة	۲۹	میرے سوا نہ کوئی بولنے والا ہے اور نہ دیکھنے والا اور نہ ساری مخلوق میں میرے سوا کوئی سُننے والا ہے۔

marfat.com

شارح علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ کا وجود پاک عالم شہادت، عالم غیب، عالم ملکوت اور عالم جبروت سب کو شامل ہے اور آپ کے ظہور کے عموم کو امام موصوف نے یوں بیان فرمایا ہے:

وفی عالم الترکیب وفی کل صورۃ	۳۰	عالم ترکیب (عالم شہادت) کے اندر میں ہر صورت میں
ظہرت بمعنی عنہ بالحسن زینت		اس انداز سے ظہور پذیر ہوا کہ میرے حسن نے سب کو مزین کر رکھا ہے
وفی کل معنی لم تبنہ مظاہری	۳۱	میں ہر اس معنی میں جلوہ گر اور متصور ہوں جو میرے مظاہر
تصورت لا فی ہیئۃ ہیکلیۃ		ظاہر کرتے ہیں لیکن جسمانی ہیکل میں نہیں۔
وفیما تراہ الروح کشف فراسۃ	۳۲	اور روح جنھیں فراست کے کشف سے دیکھتی ہے میں
خفیت عن المعنی المعنی بدقۃ		لطیف ہونے کے باعث ان میں معانی کی طرح چھپا ہوا ہوں

امام کاشانی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ اشعار کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گویا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوں فرما رہے ہیں کہ میں عالم شہادت کے اندر، جو ترکیب اور صورتوں کی دنیا ہے، ہر صورت میں اپنا حسن و جمال دکھا رہا ہوں، جس سے صورتیں مزین ہیں اور عالم غیب جو عالم شہادت کا باطن ہے، اس میں ہر معنی کا مقصود ہوں۔ ظاہری وجود جو میرے مظاہر ہیں وہ مقصود کو ظاہر نہیں کر سکتے کیونکہ وہاں میں معنوی شکل سے متصور ہوں جسمانی ہیکل میں نہیں اور عالم ملکوت و عالم جبروت جو باطن کا اور غیب کا غیب ہے وہاں فکری صورت سے اپنی لطافت کے باعث اسماء و صفات کی صورت میں چھپا ہوا ہوں، جس کو کشف، فراست اور بداہت کے طور پر روح دیکھتی ہے، جو محتاج فکر و نظر نہیں، یعنی میں وہ ذات ہوں جو حس کے لئے صورت حسیہ میں، عقل کے لئے صورت عقلیہ میں اور روح کے روحانی صورت میں موجود ہوں لیکن روحانی صورت میں عقل سے مخفی ہوں جو معانی مطلوبہ کا ادراک کرتی ہے جیسے صورت عقلیہ میں حواس سے پوشیدہ ہوں جو صورتوں کا ادراک کرتے ہیں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد وعلیٰ آلہ و صحبہ اجمعین۔

marfat.com

گرنتھ

بابا نانک

اور

نعت

marfat.com

گرنتھ اور نعت

سکھ فرقے کے بانی بابا نانک صاحب تھے جن کا مذہب صُلحِ کُل تھا اور اُن کی تعلیمات خالص توحید کی تھیں انھوں نے اپنی زندگی میں جو مذہبی نظمیں کہیں اور مناجات لکھیں اسی مجموعہ کو گرنتھ کہتے ہیں۔ اِس پر اب تک بہت کچھ تحقیقی کام ہو چکا ہے۔ جس کی تفصیل میں جانا ہمارا مقصد نہیں لیکن بابا صاحب کے متعلق اپنے قارئین کو اختصار کے ساتھ جو معلومات بہم پہنچا رہے ہیں اُس کے علم میں آجانے کے بعد نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف لذت و سُرور میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ نعت شریف کے اعجاز و کمال اور عشقِ رسولؐ کی کرامات و کمالات بھی نمایاں ہو کر دل و دماغ کو روشنی اور جِلاء عطا کرتے ہیں۔

گرنتھ کی کہانی

"بابا نانک صاحب نے اپنے فرقہ کے لئے مذہبی نظمیں اور مُناجاتیں چھوڑی تھیں سکھوں نے اسے بڑی احتیاط سے محفوظ رکھا۔ بابا صاحب کے بعد دُوسرے گُرو نے گورمُکھی رسم الخط ایجاد کیا، پانچویں گُرو نے ان سب کو جمع کیا اور ایک کتابِ مقدس کی شکل دے دی، جس میں کبیر اور پندرہ اور نمادُں کے اقوال اور گیت شامل ہیں یہی گرنتھ "آدی گرنتھ" یا اصلی گرنتھ کہلاتی ہے۔ دسویں گُرو نے اس میں بھی بہت سا اضافہ کیا، جس کا نتیجہ یہ موجودہ گرنتھ یا مقدس کتاب ہے۔

مرنے سے پہلے دسویں گرو نے سکھوں سے کہا کہ اب وہ نیا گُرو مقرر نہ کریں۔ بلکہ گرنتھ کو اپنا گُرو قرار دیں، وہ دن ہے اور آج کا دن کہ یہ مقدس کتاب (گرنتھ صاحب) سکھ فرقے کا مرکز اور روحانیت کا سرچشمہ ہے۔"

marfat.com

(بحوالہ: MODERN RELIGION MOVEMENT IN INDIA PAGE 337)

بابا نانک صاحب کے حالات بھی عجیب وغریب ہیں جن کے کلام میں تصوف کی چاشنی ہے، جن کے اقوال میں توحید کا درس ہے، جن میں بت پرستی کا فقدان ہے اور ظاہر صورت میں بُت پرستی سے انکار پایا جاتا ہے۔ ان کی تعلیمات کی ایک مخصوص علامت کسی ایک نام کا وِرد (بار بار دُہرانا) ہے۔ آپ کا (بابا صاحب کا) حضرت بابا شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضر ہونا اور اُن کے مُریدِ خاص حضرت شیخ ابراہیم سے فیض حاصل کرنا اور پھر کعبۃ اللہ کی زیارت کو جانا اسلام سے آپ کا قُرب ظاہر کرتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے درسِ توحید میں اور بُت پرستی کے خلاف اپنے مشن کے لئے برصغیر کے چپّہ چپّہ کا سفر کیا۔ جہاں آپ نے ہندوؤں کے بڑے بڑے مراکز مثلاً کاشی، متھرا، بنارس اور جگنا تھ پوری وغیرہ جاکر بتوں کی پرستش سے واضح لفظوں میں ممانعت کی، اور توحید کا سبق دیا۔ جہاں یہ سب ہوتا رہا وہاں مسلمان صوفیاء اور اولیاء کی خدمت میں بھی حاضری دیتے رہے اُن کا دیدار بھی کیا۔ اور جو خود بابا صاحب کے مشتاقِ دید تھے۔ ان کو اپنا بھی دیدار کرایا۔ چنانچہ سکندر لودھی کے مُرشد سید احمد میر تقی (ملتان) میر سید صاحبؒ (کنڈے کردن) حضرت شیخ داؤد کرامانیؒ اور سید حامد گنج بخشؒ (چونیاں) کے علاوہ شاہ غوثؒ (سیالکوٹ) بھلو فقیر جنگمؒ (مہیڑ۔ جیلپور) حضرت شیخ شمس الدینؒ اور جلال الدین تھانیسریؒ نیز شاہ ابوچشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ (کرنال) خواجہ شمس الدینؒ اور خواجہ علاؤالدینؒ (اجمیر شریف)، میر سید یعقوبؒ وحضرت جلال الدینؒ (حیدرآباد دکن کے شہر بدر میں) حضرت بہاؤالحق رحمۃ اللہ علیہ وحضرت شاہ شرفؒ وحضرت خواجہ مومن دین سدا سُہاگنؒ سے ملتان میں سخی سرور سے بھی ملاقات کی۔ ان بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کی صحبت، ملاقات اور عظیم ہندوستان کا سفر اُن کی رُوحانیت اور معرفت کا مظہر ہے۔ بابا صاحب بیت اللہ شریف (مکہ معظمہ) اور سرکار دوجہاں کے روضۂ اقدس (مدینۂ منورہ) کے علاوہ حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کے

marfat.com

مزارِ مقدس پر بھی حاضری دے چکے ہیں۔ سرسہ اور ملتان شریف میں مزاراتِ مقدسہ پر چِلّہ کشی بھی فرمائی ہے۔ (ماخوذ۔ از تذکرہ جناب بابا نانک صاحب) مصنّف غلام قاسم۔

سر گوکل چند نارنگ نے بابا صاحب کے متعلق اپنی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اُس سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کون تھے اور کیا تھے۔ لکھتے ہیں:

"یوگیوں سے اپنی کامیاب گفتگو کے بعد گُرو نے مکّہ معظمہ کی زیارت کا فیصلہ کیا جو مُسلمانوں کا کعبہ ہے۔ اُنھوں (بابا صاحب) نے مُسلمان حاجیوں کا آسمانی لباس پہنا، فقیر کا عصا، اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنی مناجاتوں کے مجموعے کو اپنی بغل میں دبایا، اُنھوں (بابا صاحب) نے اپنے ساتھ مسلمان متقی کے انداز میں ایک لوٹا اور نماز کے لئے مصلّیٰ لیا جس پر وہ نماز ادا کرسکیں اور جب وقت ہوا تو انھوں (بابا صاحب) نے دیگر کٹر مسلمانوں کی طرح جو پیغمبر عربیؐ کے پیرو ہیں نماز کے لئے اذان کہی"۔

(بحوالہ INTRODUCTION TO SIKHISM PAGE 114 سر گوکل چند نارنگ)

تذکرہ جناب بابا نانک صاحب کے مصنّف جناب غلام قاسم لکھتے ہیں کہ بابا صاحب ۱۵۷۵ بکرمی میں جب مکّہ میں احرام باندھ کر گئے تو معترضین جو ہر زمانہ میں ہوتے ہیں۔ اور ظاہر حال کو دیکھ کر سوال کرتے ہیں۔ بابا صاحب سے دریافت کیا کہ "تم ہندو ہو یا مُسلمان" بابا صاحب نے اس کا جواب اس طرح دیا:

" ہندو کہاں تا ماریاں مُسلماں بھی ناں نہور پانچہ تت کا پُتلا غیبی کھیلے مانہہ"۔
(ہندو کہوں تو مارا جاؤں اور مُسلمان اس لئے نہیں کہ مُسلمان ہونا بہت مُشکل ہے)

بابا صاحب جب مدینۂ منوّرہ پہنچے۔ رحمت اللعالمین کی بارگاہ میں حاضری دی اور روضۂ اطہر پر آپ نے بھجن گائے اور نہایت سوز کے ساتھ سُناتے رہے۔ یہاں بھی عُلماء وقت نے آپ سے ردّ وکد کی۔ آپ (بابا صاحب) نے مدینے کی زیارت

marfat.com

سے مشرف ہو کر بغداد شریف کا رُخ کیا۔ اور حضرت غوث الاعظمؓ کے مزارِ مبارک پر حاضری دی اور یہاں بھی آپ نے اپنی عقیدت اور محبت کا نذرانہ، بڑے سوز کے ساتھ پیش کیا۔ حاکم بغداد سخت گیر بھی تھے اور دولت جمع کرنے کی خواہش بھی بہت تھی۔ بابا صاحب کا حال سُنا تو مزار شریف پر آئے، بابا صاحب نے حاکم کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو پتھروں کے ڈھیر لگالئے، حاکم سمجھ نہ سکا، پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ "جب تیری جمع کردہ دولت آخرت میں جا سکتی ہے تو یہ پتھر بھی ہمارے ساتھ جا سکتے ہیں"۔ اس ایک جملہ میں دُنیا کی بے ثباتی، آخرت کے لئے زادِ سفر، حرص و طمع کا انجام، دولت کا پتھر سے موازنہ گویا معرفت کا دریا تھا جسے سُن کر حاکم بغداد نے عبرت حاصل کی، اور اپنے ارادے سے باز آیا۔ چلتے وقت بابا صاحب کی خدمت میں ایک "چولا" پیش کیا جس پر آیاتِ قرآنی منقش تھیں۔ آپ نے اُسے قبول کیا اور ہمیشہ اس "چولے" کو حرزِ جاں بنائے رکھا حتیٰ کہ آخر وقت اس پیرہن کی تعظیم کا اہتمام بھی کر گئے۔ یہ چولا اب تک ڈیرہ بابا نانک صاحب میں موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ "چولا صاحب" ایک سو سے زائد ریشمی اور سُوتی غلافوں میں ملفوف ہے۔

گرنتھ سے نعت شریف کا نمونہ پیش کرنے کے لئے اس قدر تفصیل میں جانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ لفظ گرنتھ سے جو تصور قائم ہوتا ہے وہ ہمیں بابا صاحب کی معرفت اور اُن کی اندرونی کیفیات پر پردہ ڈال دیتا ہے اور یہ پردہ اُسی وقت اٹھتا ہے جب بابا صاحب کی زندگی کے حالات کا مختصر سا خاکہ سامنے آجائے۔ اس کے بعد بابا صاحب کی نعت کی لذت دوبالا ہو جاتی ہے۔ اکثر یہ بھی سوال کیا جاتا ہے کہ بابا صاحب کو جب اللہ کی معرفت حاصل تھی تو وہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیوں نہیں کرتے تھے۔ اس پر حافظ شیراز کا یہ شعر سامنے آجاتا ہے ؎

حافظا گر وصل خواہی صلح کُن با خاص و عام
با مُسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

فقیر اور مقامِ فنا

یعنی جب فقیر اللہ کے ذکر میں غرق ہو جائے اور مقامِ فنا تک پہنچ جائے تو ظاہری قیود سے آزاد ہو جاتا ہے اور اُسے جب عرفانِ حقیقی میسر آجاتا ہے تو اُس کا دل روشن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سلطان الاولیاء حضرت سُلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ایہہ تن رب سچے دا حجرہ وِچ پا فقیرا جھاتی ہو
نہ کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آبِ حیاتی ہو
شوق دا دیوا بال انہیرے متاں لبھے وست کھڑاتی ہو
مرن تھیں مر رہے اگے باہو، جناں حق دی رمز پچھاتی ہو

"یعنی فقیر کا وجود اللہ تعالیٰ کا مقام اور مکان ہے، منتِ خضر کی ضرورت نہیں ہے۔ تیرے اپنے اندر چشمۂ آبِ حیات ہے، محبتِ الٰہی کا چراغ روشن کر، جو چیز دنیا کی گندگی سے کم ہوگئی ہے وہ محبتِ الٰہی کی روشنی سے پھر مل جائے گی، تلاشِ حق میں قبل از موت فنا ہو جا۔ یہی ایک راستہ ہے، اس سے بڑھ کر نسخۂ کیمیا نہیں"۔

حجِ بیت اللہ میں آپ (بابا صاحب) نے جو کچھ فرمایا تھا اس کے علاوہ ایک اور جگہ بھی آپ نے مُسلمان کی تعریف یوں کی ہے:

"مسلمان کہاؤں مشکل جاں ہووے تاں مسلمان کہاوے اوّل اوّل دین کر مٹھا مسلماناں مال مساوے ہووے مُسلم دین مہانے مرن جیون کا بھر چکاوے رب کی رضا رمنے، سر اُپتر کرنا منے آپ گنوا وے تو نانک سرب جیاں مہر مت ہو تت مُسلمان کہاوے"۔

یعنی مسلمان کہلانا بہت مشکل ہے۔ اگر مُسلمان ہو تو بے شک اپنے تئیں اولیا کے طریق کو اچھا سمجھو، غرور چھوڑ دو، خدا کے نام پر خیرات کرو، اس طرح مذہب پر قائم رہو

marfat.com

مرنے جینے کا تسک مٹا دو، اپنی کاریگری اور تدبّر کا خیال چھوڑ کر خدا کی رضا پر شا کر رہو، سب مخلوق پر رحم کرو، تب مسلمان کہلاؤ"۔

بابا صاحب کے سوانح نگاروں نے ایک یادگار واقعہ بابا صاحب کی معرفت کے سلسلے میں نہایت تحقیق سے لکھا ہے جس کا تذکرہ یہاں بیجا نہ ہوگا۔

"بابا صاحب نواب دولت خان کی ملازمت میں تھے، جیسے جیسے آپ کا حال تبدیل ہوتا گیا آپ دُنیا سے بے نیاز ہوتے گئے یہاں تک کہ ایک روز جب بابا صاحب کو نواب صاحب نے حاضر نہ ہونے پر بُلا بھیجا تو آپ نے جواب بھجوایا کہ میں اب نواب صاحب کا ملازم نہیں خدا کا مُلازم ہوں۔ نواب صاحب نے باوا صاحب کو پھر خبر بھیجی کہ اگر خدا کا ملازم ہے تو مسجد میں آکر نماز پڑھے۔ بابا صاحب یہ سُن کر مسجد میں تشریف لے آئے، نواب صاحب اور اُن کے رفیق قاضی صاحب نے نماز ادا کی لیکن بابا صاحب دیکھتے رہے۔ نماز سے فارغ ہوکر نواب صاحب نے پوچھا نماز میں شریک کیوں نہیں ہوئے۔ بابا صاحب نے جواب دیا: اے نواب تیرا دل نماز میں حاضر نہیں تھا بلکہ کابل میں گھوڑوں کی خریداری میں مصروف تھا۔ میں کس طرح نماز میں شامل ہوتا"۔ نواب صاحب کو اپنی اس کمزوری کا اعتراف کرنا ہی پڑا، مگر بولے کہ قاضی صاحب کے ساتھ شامل ہوجاتے؟ بابا صاحب نے فرمایا کہ "اِن کی توجہ اُس گھوڑی کے بچّے کی طرف تھی جسے یہ کھُلا چھوڑ آئے تھے۔ اور ان کو نماز میں یہ فکر دامن گیر تھی کہ کہیں وہ بچّہ کنوئیں میں نہ گر جائے"۔ قاضی صاحب بابا صاحب سے یہ سُن کر ششدر رہ گئے۔ باباجی اب فرماتے ہیں ؎

پنج نمازاں پنج وقت پنجاں پنجے ناؤں — پہلا سچ، حلال دوجی، تیجی خیر خدا
چوتھی نیت راس، پنجویں صفت ثنا — کرنی کلمہ آکھ کے تاں مُسلماں سدا
ناں نک جینے کوڑیا کوڑے کوڑی پا

marfat.com

ترجمہ: "پانچ نمازوں کے پانچ وقت ہیں اور پانچ ہی اُس کے نام، اوّل سچ بولنا دوئم حلال کھانا، سوئم خدا کے نام پر خیرات کرنا، چہارم نیّت کو صاف رکھنا، پنجم خدا کی صفت بیان کرنا۔ نیک اعمال کا کلمہ پڑھ کر انسان مُسلمان کہلا سکتا ہے باقی سب جھوٹا ہے"۔

یہ تھا باباجی کا وہ طرزِ زندگی جس کے سبب مُسلمان اُنھیں مُسلمان ہی کہتے تھے اور اُن کی وفات پر تجہیز و تکفین کے مسئلے نے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان تنازعہ کی صورت اختیار کرلی تھی۔

بُت پرستی کی مخالفت

ممکن ہے یہاں یہ خیال ہو کہ دوسری قوموں کے اچھے بزرگوں نے اچھی باتیں ہمیشہ کی ہیں اُنہی کی طرح باباصاحب نے بھی پاکیزہ خیالات اور وحدانیت کا تصور پیش کیا ہے جیساکہ ہندوؤں کے مذہب میں کرشن جی نے وحدانیت کی تعلیم دی، اِس لئے ہم باباجی کا وہ رُخ بھی دکھلاتے چلیں جو ہمیں بُت پرستی کی ضد ہے۔ جس میں کفر سے دُوری اور بیزاری کے واقعے کثرت سے ہیں۔ جن میں سے ایک دو اہم تاریخی واقعات ملاحظہ ہوں۔

ہندوؤں میں ایک رسم ہوتی ہے " جنیؤ" کی، جب پروہتوں نے اپنے دھرم کے کے مطابق آپ کو جنیؤ پہنانے کی کوشش کی تو آپ نے صاف اِنکار کردیا۔ اور فرمایا:

" دَیا کپاہ سنتو کھ سُوت، جت گنڈی ست وٹ

ایہو جنیوا کا ہئی تاں پانڈے گھت تاں اینہہ ٹوٹے نال ٹل لگے نا ایہو جنیو

تا جائے دھن سو مانس نانکا جو گل چلے پائیے"۔

ترجمہ:۔" مہربانی کی کپاس سے صبر کا سُوت کات کر اس میں راست گوئی کی مروڑی اور

marfat.com

پرہیزگاری کی گانٹھ لگا کر جنیؤ بناؤ جو سچا جنیؤ تمہاری رُوح کا ہے ایسا جنیؤ نہ میلا ہوتا ہے نہ ٹوٹتا ہے۔ اگر ایسا جنیؤ تمہارے پاس ہے تو پہنو اور پہناؤ"۔

یعنی بُت پرستی کی اس رسم کے کس قدر مخالف تھے کہ آپ نے پروہتوں کو لاجواب کر دیا۔ آخر یہ اندر کون بول رہا تھا۔ ہندوؤں کی ایک مشہور عبادت گاہ جگنا تھ پوری ہے۔ جب بابا صاحب کو جگنا تھ پوری کے بڑے بڑے پنڈتوں نے مشہور مندر جگنا تھ سوامی کی آرتی اُتارنے کے لئے زور لگایا تو بابا صاحب نے وہاں بھی اس طرح فرمایا:

"تمہاری آرتی جھوٹی ہے اور داخلِ بُت پرستی ہے۔ یہ چراغ جو تم جلاتے ہو ہوا کے خفیف جھونکے انھیں بُجھا دیں گے"۔

اس تفصیل کا مدعا یہ تھا کہ جس کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات کو گرنتھ کہتے ہیں اس کے بیان کرنے والے کا مقام کیا تھا جس کے ایک ایک جملے میں توحید کا رس گھلا ہوا تھا۔ بُت پرستی سے بیزاری نمایاں تھی، اخلاق کا درس، انسانیت کی اصلاح، عشق و محبت، اولیاء اللہ کی صحبت کا فیضان اور اُن کی نگاہِ کرم بار کی مہربانیاں زبان پر حضور علیہ السلام کی نعت لے آئیں، سیدالکونین والثقلین کا ذکر بابا صاحب نے کس مقام سے کیا ہوگا، کتنا پاکیزہ تصور ہوگا اور کتنا بلند پیغام دے رہا ہوگا۔ ملاحظہ فرمائیں:

بابا صاحب کی نعت

باجد محمد بھگت آجائیں	یعنی بغیر مطابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(بغیر) (نبیؐ) (عبادت) (ضائع)	کے عبادت ضائع ہونا ہے۔ (گرنتھ)

پھر یہ بھی فرماتے ہیں:

"پہلا نام خدا دا دُوجا نام رسولؐ تیجا کلمہ پڑھ لے نانکا بودرگہ پویں قبول"۔ (گرنتھ)

marfat.com

(تاکہ درگہ میں پڑے قبول) (بحوالہ احمد اللہ المسدودی "مذاہب عالم")

بابا صاحب نے اپنی زندگی کشف و مُراقبہ اور اولیاء اللہ کی صحبت میں گزاری، زندگی بھر بُت پرستی کے خلاف جہاد کرتے رہے توحید کا پرچم اُٹھائے شہر شہر اور چپّہ چپّہ سرگرداں رہے اور نتیجہ آخر کار اُنھوں نے بھی یہی نکالا کہ ذکرِ رحمۃ اللعالمین اور فکرِ رحمۃ اللعالمین کے بغیر لاکھ عبادت کر سب ضائع کرنا ہے۔

اس نام پہ درود عبادت کا جُزو ہے
اس نام کے بغیر عبادت حرام ہے (ادیب)

وفات کا واقعہ

"جس طرح بابا نانک صاحب کی زندگی پاکیزہ، منوّر، سراپا عشق و محبت اور مجسّم پیغامِ امن و سلامتی اور بھلائی سے آراستہ تھی اسی طرح اُن کی وفات بھی ہوئی، آپ کی وفات کا واقعہ نہایت عجیب و غریب ہے، آپ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کی وفات ۱۵۳۸ء اور بعض کے نزدیک ۱۵۳۹ء میں ہوئی، تجہیز و تکفین پر ہندوؤں اور مسلمانوں میں نزاع پیدا ہو گیا کہ وہ ہندو تھے یا مسلمان، اس نزاع کو دُور کرنے کے لئے جب آپ کی میت پر سے چادر اُٹھائی گئی تو صرف پھولوں کا ڈھیر تھا جو مہک رہا تھا"۔

(بحوالہ: "مذاہب عالم" المسدودی)

بابا صاحب کے حالات پر ENCYCLOPIDIA OF RELIGIONS & ETHICS.

اور اس کے علاوہ MODERN RELIGION MOVEMENTS IN INDIA.

نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ان کے علاوہ خواجہ حسن نظامیؒ نے اپنی تصنیف "سکھ قوم اور اس کے بانی کی نسبت" میں اور جناب غلام قاسم نے اپنی تصنیف "تذکرہ جناب بابا صاحب" میں، ان کے علاوہ دیا رام عاگف نے اپنی کتاب "گرو نانک دیو جی مہاراج کی سوانح عمری"

marfat.com

یں اور" سری گرو نانک دیو" مطبوعہ شمالی کتب خانہ لاہور میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔

سکھ مذہب کے بانی کے حالات کا مطالعہ بھی تصوف کی ایک کڑی ہے۔ اور اہلِ تصوف میں اُن کی ہستی کا مطالعہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے لئے ہماری نظر سے مندرجہ ذیل کتابوں کے نام گزرے ہیں جن میں سے ہم نے بقدر تلاشِ نعتِ رسولؐ کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔

سوانح عمری گورو نانک دیوجی مہاراج ——— دیارام عاکف سوہنگ دھاری

نانک بابا ——— منشی خلیل خلیل انصاری ناشر خواجہ حسن نظامی

تذکرہ جناب بابا نانک ——— غلام قاسم نقشبندی رسول نگری

وقائع بابا نانک ——— کسٹ، رابرٹ نیدھم۔ مترجم سورج بھان اجودھیا پرشاد

بادا نانک کی سوانح عمری ——— محمد یوسف شیخ، اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور

گرو بلاس ——— نانک بابا (مترجم، گووند سُہائے)

گورو نانک ——— نذیر ترمذی سید، گیلانی الیکٹرک پریس لاہور۔

سری گورو نانک ——— مطبع تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور

سوانح عمری گرو گوبند سنگھ ——— لالہ دولت رائے، آریہ اسٹیم پریس لاہور

سکھ مسلم تاریخ، حقیقت کے آئینے میں ——— ابوالامان امرتسری، ناشر ادارہ ثقافتِ اسلامیہ پاکستان لاہور

سکھ عہدِ اسلامی میں ——— عبداللہ گیانی۔ ناشر کتاب منزل لاہور

ان کے علاوہ بھی اور کتابیں ہیں جن کی فہرست طویل ہے جن میں" عطر رُوحانی، سکھ مت کی تعلیم کا سلسلہ"، تاریخ دربار صاحب، اختصار گرنتھ صاحب، سری گرو گرنتھ صاحب، سرور روحانی، سچا بلی دان، سکھوں کا روحانی انقلاب، پوتھی راہِ راست، دھرم بچار، قابل ذکر ہیں۔ ہمیں تو نعتِ رسولؐ کی آرزو اور جستجو نے اس تفصیل کے ساتھ بابا نانک صاحب سے بھی متعارف کرادیا۔

marfat.com

چینی زبان میں نعت

دُنیا کی قدیم تہذیب اور زبان میں چین کا ایک تاریخی مقام ہے اور علم کی جستجو اور حصول کے لئے ملک عرب سے چین کے دور دراز کا سفر کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی موجود ہے۔ حضورؐ کے اِس ارشادِ مُبارک کی تعمیل میں مُسلمان چین تک کسی نہ کسی طرح پہنچے اور اسلام کا پرچم سرزمینِ چین میں بھی لہرایا۔ جہاں اِسلام کا پرچم لہرائے وہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف و مدح و ستائش کے گہرے نقوش نہ ہوں یہ ناممکن ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم نے اس کی تلاش و جستجو خود ہی نہ کی ہو، میں آپ کو چین کی تاریخ کے پس منظر میں رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کے دو ایسے نمونے پیش کرتا ہوں جو چینی ادب کی بے نظیر مثال ہیں۔ جادو بیانی کا اعلیٰ نمونہ ہیں اور فن کا انتہائی کمال ہیں۔

ایک تاریخی حوالہ

حضرتِ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ اسلام کا پرچم لے کر اسلامی حکومت کے سفیر کی حیثیت سے چین کے دربار میں تشریف لے گئے تھے، آپ کنتن میں بھی قیام فرما چکے ہیں۔ آپؓ نے بادشاہِ وقت کی اجازت سے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی جس کا نام آپ نے "یادگارِ نبیؐ" رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ مُلک چین کے مُسلمان باشندے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو بہت احترام سے یاد کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں مسجد تعمیر کرانا اور اس یادگار کا نام بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب کرنا سُنتِ صحابہؓ ہے۔ یہ حوالہ ہم نے تعلیق "حیاۃ محمدؐ" المیوتشی چینی سے لیا ہے جو مطبوعہ بیکن ہے اور اگست ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کا ایک ترجمہ

marfat.com

انجمن ترقی اُردو کے کتب خانۂ عام میں موجود ہے۔

پس منظر

چین کا ایک شہر "ٹسن چاؤ" ہے۔ جہاں سنہ ۱۹۳۰ء کے مطابق مسلمانوں کی آبادی شہر اور شہر کے مشرقی علاقے میں ۳/۴ اور دوسرے مقامات پر ۱/۴ ہے۔ یہاں کے بازار مسلمانوں سے بھرے ہوئے تھے۔ جن کے مشہور نام "نانون کائی" "جنفو کائی" اور "وی کائی" ہیں (چینی زبان میں بازار کو کائی کہتے ہیں) یہ شہر صوبۂ شانتانگ میں واقع ہے، یہ شہر بہت خوبصورت اور قدرتی مناظر سے بھرپور ہے۔ اس شہر میں چار مسجدیں ہیں (آج سے پچاس سال قبل) سب سے مشہور مسجد مشرقی علاقے میں ہے۔ اس مسجد کی عمر غالباً چھ سو برس سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ ان مساجد کی دیواروں پر آج تک کتبے لگے ہوئے ہیں (سنہ ۱۹۳۵ء تک کا ذکر ہے) ان کتبوں سے ان کی تعمیر کی تاریخ کے علاوہ اسلام کی عظمت کا پتہ چلتا ہے، یہ دونوں کتبے کسی غیر معروف شخصیت کے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ بلکہ ایک کتبہ شاہی خاندان "مینگ" کے پہلے فرماں روا، شہنشاہ ٹائی چو (TAI CHU) کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، اس کتبہ میں وہ نعت شریف ہے جو "نعتِ صد حروف" کے نام سے مشہور ہے۔ یعنی اس نعتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں چینی زبان میں یکصد حروف ہیں۔ اور اس کی عبارت چار چار حروف کی مسجعات میں لکھی گئی ہے جو اپنے فن کا انتہائی کمال ہے، (ہمیں افسوس ہے کہ باوجود اپنی تگ و دو کے اصل چینی زبان کے کتبہ کا عکسِ جمیل حاصل نہ کر سکے) مگر یہ بھی مقامِ شکر ہے کہ نعتِ صد حروف کا لفظ بہ لفظ ترجمہ ہمیں میسّر آگیا۔ ایک بزرگ چینی محقق جن کا نام بدرالدین چینی تھا۔ اور جو ایک عرصہ تک دارالعلوم ندوہ کے مدرس بھی رہ چکے ہیں وہی اس کے مترجم تھے۔ اس نعتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بادشاہِ وقت نے لکھا اور اپنی حیات میں خانۂ خدا میں کتبہ پر لکھوا کر لگوایا گیا ہے۔ اس سے آپ چین کے قدیم مسلمانوں کی

marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت اور عقیدت کا اندازہ کر سکتے ہیں، فنی نقطۂ نگاہ سے بھی نعت کا چار چار حروف کے مسجعات میں ہونا اور ایسے یکصد حروف میں تکمیل پانا از خود شاعرانہ فن کا کمال اور ادب کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ عجیب بات بھی ہے کہ اسی دور میں جب کہ ادب کا یہ مرقع فن کے کمال کا مظہر ہے۔ چینی مسلمانوں کی ثقافتی اور علمی سرگرمیوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اس وقت حصولِ علم سے بیزاری، ذوقِ علم تو کجا، علم سے گریزاں ہیں ان حالات میں علم و فن کا ایسا چراغ جلنا، قرینِ قیاس نہیں جب تک اس میں رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کا فیض اور کرم شامل حال نہ ہو، کیوں نہیں جن کا کرم گونگوں کو زبان، سنگ ریزوں کو قوتِ کلام، فقیروں کو تاجِ سلطانی اور ڈاکوؤں کو مقام و منصبِ نگہبانی عطا کر سکتا ہے وہ ایک عقیدت مند چینی مسلمان بادشاہ کو وہ کمال بھی عطا کرتا ہے جو اسے تاریخ میں بھی ایک خاص مقام بخشتا ہے اور عقبیٰ کی دولت سے بھی سرفراز فرماتا ہے، چین کے اس تاریخی شہر ٹسن چاؤ میں عیدین کے علاوہ "یوم النبیؐ" بھی نہایت احترام سے منایا جاتا ہے، اس کے علاوہ "یومِ فاطمہؓ" اور "یوم السلام" بھی مناتے ہیں۔ (یوم السلام چینی مسلمانوں کی خاص تقریب ہے جس کا مقصد خدا سے امن اور سلامتی طلب کرنا ہے) چینی زبان میں مولوی کو "آہون" کہتے ہیں۔ اور مسجد کے متولّی کو "شیان لو" کہتے ہیں

ترجمہ: "نعتِ صد حروف"

" زمین و آسمان کے ظہور سے پہلے آپ کا نام مبارک عرش پر لکھا تھا۔ بلادِ عرب میں پیغمبرِ اسلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور آپ کو قرآنِ پاک عطا ہوا، اس کے ذریعہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام مسلمانوں کو

marfat.com

ظلمت سے نکالا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں انسانوں کے استاد اور ہادی، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں تمام نبیوں کے سردار، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں خدا کے محبوب اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہیں تمام اُمتوں کے رہبر، پانچ وقت کی عبادت انسان کی نجات کا ذریعہ ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دل خدا سے ہمکلام ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رحمت و محبت شکستہ دلوں کی مسانہ ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) آلام و تکالیف سے نہیں ڈرتے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تاریک اور اندھیرے دلوں کو روشن کرتے ہیں۔ تمام رُوحیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آتی ہیں اور شفاعت چاہتی ہیں۔ دنیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکات سے معمور ہے، زمانے کی خباثت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سعادت سے دُور ہوگئی ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ظہور نے باطل کا سایہ مٹایا، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وجود نے حق کا جھنڈا لہرایا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین اسلام ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا نام ہے، پیغمبر اعظم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہیں، وَاِنَّکَ خُلُقٍ عَظِیْمٍ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ہی ہے۔"

اس گرانقدر جواہر پارے کے بعد اب ایک اور چینی نعت ملاحظہ فرمائیے۔ اس میں بھی چار چار حروف کا ایک ایک جملہ ہے جو نہایت پُر زور مسجع ہے، یہ نعت شریف نہ صرف عام چینی مُسلمانوں کے لئے بلکہ چینی ادیبوں کے لئے ایک نادر تحفہ ہے، چینی ادب کی اس سے بہتر عکاسی قدیم چین کے علمی خزانہ میں شاید ہی کسی اور کلام سے ہو سکے، حاجی محمد یوسف یونانی مرحوم نے چینی زبان میں ایک کتاب تصنیف کی جسے اُن کے ایک دوست "مالیان یوان" نے شائع کرائی ہے۔ "مالیان یوان" جب ہندوستان کی سیاحت کو نکلے تو شہر کانپور پہنچ کر ان کا اسی شہر میں انتقال ہوگیا اور یہیں ان کا مقبرہ تعمیر ہوا۔ یہ کتاب عقائد سے متعلق ہے اور حاجی محمد یوسف یونانی کی جادو بیانی کا اعلیٰ نمونہ

marfat.com

ہے، بالخصوص اس کتاب کا وہ حصہ جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے لکھا گیا ہے وہ نثر میں ایسا قصیدہ ہے کہ چینی زبان میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ جس کا اُردو ترجمہ اتنا حسین ہو اس کا اصل متن کس قدر پُر انوار ہو گا۔ اس نثری قصیدہ کا عنوان ہے۔ "خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم"۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ کائنات میں انسان ہی اشرف المخلوقات ہے۔
انسانوں میں انبیاء ہیں، حکماء ہیں، علماء ہیں، جہلاء ہیں۔
نبیوں میں انبیاء مطلق ہیں، مرسلین ہیں، اُولوالعزم ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں۔
خاتم الانبیاء ہی افضل الانبیاء ہیں۔
نبیوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر ہیں۔
وہ سب نبیوں سے افضل ہیں، وہ سیدالانبیاء اور خاتم الانبیاء ہیں۔

۲۔ تقسیم عالم سے قبل ارواح نو درجوں میں تقسیم کی گئیں۔
خاتم الانبیاء کی رُوح کا درجہ سب سے اُوپر ہے۔
مشتِ خاک سے تعلق پیدا کرنے کے بعد انسان کا ملکہ نو درجوں میں تقسیم کیا گیا۔
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ملکہ سب سے مکمل ہے
عالمِ ملکوت میں وہ سب سے اعلیٰ ہیں، عالمِ اجسام میں وہ سب سے اُونچے ہیں۔
اس لئے وہ خاتم الانبیاء ہیں۔

۳۔ آسمان نو ہیں، زمین سات جو مخلوقات اور کائنات کا مسکن اور مکان ہے۔

marfat.com

آسمان زمین سے افضل ہے اور عرش آسمان سے۔
عرش آپ کی رُوحِ مبارک کا مسکن ہے۔
جو فضیلت میں تمام مساکن سے بڑھ کر ہے

۴۔ کرۂ ارض پر ہفت اقلیم ہیں۔
جن میں اقلیمِ عربستان سب سے افضل ہے۔
آپ عرب ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)
عربستان میں حرمین شریفین ہیں جو تمام مقامات سے افضل ہیں۔
مکہ میں آپؐ کی پیدائش اور مدینہ میں آپؐ کی وفات ہے۔
دنیا کی تمام فضیلتیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہیں۔

۵۔ عرب کے قبائل میں قریش سب سے افضل ہے۔
آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) قریشی ہیں۔
آپ نے تمام ادیان کو اسلام میں مُدغم کیا۔
اور تمام احکامِ خدائی کو قرآنِ مجید کے اندر جمع کر دیا۔
دینِ اسلام دنیا کا بہترین دین ہے۔
یہ سُکّانِ عالم کے لئے ھادی ہے اور مسافرینِ زمانہ کے لئے رہبر ہے۔
یہ ہے آپ کی فضیلت کا نشان۔

۶۔ ہر بشر کے اسلاف مسلسل دس پشتوں یا کئی پُشتوں (دس پشتوں) تک اشراف نہ تھے۔
اور نہ خدا کے نیک بندے ہو سکتے تھے۔

marfat.com

آپ کے والدِ ماجد سے لے کر ابو البشر تک
جتنی پُشتیں ہوئی ہیں سب اشراف اور صاحبِ جلال تھے۔
یا تو وہ نبی ہوئے یا بادشاہ ہوئے۔
ہر عہد میں اُن کو اعزاز ملے، ہر زمانہ میں وہ صاحب الکرام رہے۔
یہ ہے آپؐ کی فضیلت کی دلیل۔

۷۔ دو طریقے انسان چلتے ہیں، سیدھے اور ٹیڑھے۔
سیدھے سے مشرق اور ٹیڑھے سے مغرب۔
آپ سیدھے کو پسند فرماتے ہیں۔
کیونکہ جنّت سیدھے ہاتھ میں ہے۔
راستے تین ہیں، دائیں بائیں اور درمیانی۔
بائیں معصیت۔ دائیں میں عصبیت اور درمیانی میں اطاعت۔
یہی بہترین راہ ہے جو آپؐ نے اختیار فرمائی ہے۔
یہ ہے آپؐ کی افضلیت کی بُرہان

۸۔ عالَم کی تخلیق اگر درخت جیسی ہے۔
تو آپؐ ہی اُس کا ثمر ہیں۔
اگر زینت مکان کے جیسی ہے۔
تو آپؐ ہیں نگار۔
اگر حکومت کے جیسی ہے۔
تو آپؐ ہیں ــ بادشاہِ دربار

marfat.com

اگر فوجی نظام کے جیسی ہے

تو آپؐ ہیں سپہ سالار۔

۹۔ آپ کا نام مبارک عرش پر مکتوب ہے۔

آسمان کے دروازے پر منقوش ہے۔

قدیم کتابوں میں مذکور ہے۔

انس وجن کی زبان پر محفوظ ہے۔

آپ کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اور آپ کی ذات محبوب ہے۔

آپ ہی سید الکونین والثقلین ہیں۔

آپ ہی ہادیٔ اوّلین وآخرین ہیں۔

آپ کے دستِ مبارک میں کتابِ مبین ہے جو لوگوں کے لئے سراجِ منیر ہے۔

انسان کی نجات آپؐ کی ہدایت سے ہے۔

اور اُمّت کی حیات آپؐ کی اطاعت سے ہے"۔

(ماخوذ از "چینی مسلمان" (بدرالدین چینی بی اے)

اندازہ کیجئے چینی مسلمانوں کی نسبت، عقیدت، ارادتمندی، محبت، جوش، ولولہ اور انہی اوصاف نے ان ادیبوں میں وہ صلاحیتیں اُجاگر کردیں کہ اُن کا کلام بے مثل، ان کی تحریر بے نظیر اور سب سے بڑھ کر مقبولِ بارگاہ ہوگئی۔ ہمیں یقین ہے کہ چینی ادب میں ابھی ایسے اور جواہر پارے اور نوادرات ہوں گے انشاءاللہ اگر زندگی نے وفا کی تو آئندہ ان نوادرات کو تلاش کرکے قارئین کی خدمت میں پیش کرسکیں گے۔

marfat.com

اُردو نثر کا بے مثال قصیدہ

چینی زبان کے بے مثال قصیدہ کا نثری ترجمہ جو خود ایک قصیدہ ہے بشیں کرنے کے ساتھ ہی ایسی عظمت و محبت والا ایک نثری قصیدہ ہم اُردو کا پیش کر رہے ہیں، دراصل عبارت اور کلام کا حُسن وہ خوبصورت اور دلنشیں الفاظ اور رُوح پرور معانی کا ان الفاظ کے قلوب میں سما جانا ہی سب سے حسین شاعری ہے۔ ردیف اور قافیہ اور اوزان یہ سب کلام کے حُسن کو یقیناً دو بالا کر دیتے ہیں لیکن تاریخ یہی بتاتی ہے کہ قدیم عربی، سریانی اور قدیم فارسی شعر میں وزن ضروری نہ تھا۔ سب سے پہلے وزن کا التزام عرب نے کیا ہے۔ یُونانیوں میں قافیہ بھی مثل وزن کے ضروری نہیں ہوتا تھا۔ اگرچہ قافیہ بھی شعر کا حُسن بڑھا دیتا ہے جس سے مضمون کانوں کے لئے خوشگوار سماعت بن جاتا ہے۔ پڑھنے سے زبان کو زیادہ لذت ملتی ہے لیکن ہمارے یعنی عجمی شعراء نے جس طرح قافیہ کی سخت قید لگائی ہے اور اس پر مزید ردیف کا اضافہ کر دیا گیا ہے شاعر کو یہ تمام باتیں ادائے مطلب میں خلل انداز ہوتی ہیں یہ ایک دُوسری بحث ہے اور ہم اس بحث کو ان کلمات پر ختم کرتے ہیں۔

" زمانۂ حال کے محقق شعر کا مقابل نثر کو نہیں ٹھہراتے (جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے) بلکہ شعر کا مقابل علم و حکمت کو ٹھہراتے ہیں وہ لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح حکمت کا کام براہِ راست یہ ہے کہ ہدایت کرے تحقیقات میں مدد پہنچائے اور حقائق کو روشن کرے۔ عام اس سے کہ کوئی اس سے محظوظ ہو متعجب یا متاثر ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح شعر کا کام براہِ راست یہ ہے کہ فی الفور لذت یا تعجب یا اثر پیدا کرے عام اس سے کہ حکمت کا کوئی مقصد (جیسا کہ اُوپر بیان ہوا) اس شعر سے حاصل ہو یا نہ ہو، اور عام اس سے کہ نظم میں ہو یا نثر میں۔"

خواجہ الطاف حسین حالی کے ان گرانقدر الفاظ کے بعد اب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

کی شانِ اقدس میں ایک ایسی عبارت پیش کرتے ہیں جس کی نثری خوبیوں پر ہزار نظم قربان ہیں۔ اس عبارت کا تعلق واقعۂ معراج سے ہے اور موضوع اس کا "مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" ہے۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ جب خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو زمین و آسمان بلکہ عالمِ کون و مکاں کی تمام چیزوں کو پیش کیا گیا مگر اپنے محبوب کے دیدار اور وصل کے شوق نے کسی جانب بھی نظرِ التفات نہیں ڈالی۔ عشق کی اسی منزل پر عاشقِ صادق کو آزمایا جاتا ہے اس موقع پر ایک واقعہ یاد آگیا کہ ایک خوبصورت نوجوان راستہ پر جا رہا تھا اتفاقاً ایک درویش کی نظر اس پر پڑی اور وہ دل دے بیٹھا، درویش اس جوان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ اس کبک رفتار ماہ رخسار محبوب نے پلٹ کر دیکھا۔ درویش کو اپنے پیچھے آتا ہوا پایا۔ اس سے احوال پوچھے۔

درویش نے کہا: "تیرے حُسن و جمال کے عشق نے مجھ پر غلبہ کیا ہے اور میرے گنجینۂ دل سے صبر و آرام کی متاع جاتی رہی ہے"۔ معشوق نے اس عاشق کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھنا چاہا اور کہا: "میرا ایک خادم میرے پیچھے آرہا ہے وہ بے پناہ خوبصورت ہے اگر تمہاری خواہش ہو تو مڑ کر اُسے ایک نظر دیکھ لو"۔ درویش نے جوں ہی پلٹ کر دیکھا، محبوب نے درویش کے مُنہ پر ایک تھپڑ مارا اور کہا: "تم ابھی خام ہو، ہٹ جاؤ"۔ لوگوں نے اُس نوجوان سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اُس نے کہا کہ اگر وہ ہمارے عشق میں سچا ہوتا تو ہمارے بغیر کسی طرف التفات نہ کرتا"۔

تا دیدہ زغیرِ دوست برہم ننھی — بر زخم فراق خویش مرہم ننھی
یا در وصال یک دم ننھی — تا جاندہی در غم و سر ہم ننھی

(مُلّا مُعین واعظ الکاشفی رحمۃ اللہ علیہ)

ہم آپ کو زیادہ انتظار کی زحمت نہیں دیں گے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس مقالہ کی ترتیب رسالۂ شرائف الاوقات مجلسِ معراجیہ میں بیان ہوئی ہے ہم یہاں پر اُس میں سے

marfat.com

چند مختصر نکتے پیش کرتے ہیں۔

" پہلے زمین نے اپنے کمالات و محاسن کی تحسین و توصیف میں زبان کھولی اور فخر و غرور سے یوں کہا۔ حیوانات کی خوراک کا مخزن، پودوں کے پھولوں کا اور انوار کا مطلع پھلوں کے نہال اطفال کو درختوں کے کالبد میں پرورش کرتی ہوں، قیمتی جواہرات کا صدف اور ابرار کا قالب میں ہوں فراش لطف نے میرے عیش و نشاط کے بستر پر بہترین فرش بچھایا۔ وَالاَرضَ فَرَشنَاھَا فَنِعمَ المَاھِدُونَ، خدا کے نقاش عنایت نے موزوں صورتیں اور طرح طرح کے نقوش میری فرحت انگیز لوح پر بنائے۔ آسمان نے کہا کواکب ثواقب کے خوبرو میرے پاس ہیں مناسب مناقب وَالسَّمَاءَ بَنَینَاھَا بِاَیدٍ میں دکھاتا ہوں عالم کن فیکون کی عبادت گاہوں میں رہنے والوں کا مسکن میں ہوں، خوانچۂ نعمت میں ہوں، وَفِی السَّمَاءِ رِزقُکُم وَمَا تُوعَدُونَ، چاند کا بادشاہ اور خورشید کی دلہن وَجُمِعَ الشَّمسُ وَالقَمَرُ کو میرے ہی تخت بخت پر جلوہ گر کرتے ہیں۔ حکمت خداوندی کی مشاطہ نے زینت کا غازہ وَزَیَّنَّاھَا لِلنَّاظِرِینَ میرے اسرار کے حجلہ کی دلہن کے رخساروں پر لگایا۔ کرسی نے کہا وَسِعَ کُرسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضَ وسعت کی چادر میرے منقوش کندھوں پر ڈالی وَالسَّمَاءِ ذَاتِ البُرُوجِ بلند برج میری بیمثال ذات میں پوشیدہ کر دیئے ہیں۔ لوح نے کہا۔ عشق و محبت کے اسرار کی کشتی میں ہوں، اہل معرفت کی ارواح کی آرام دہ جگہ میں ہوں علوم غیبی کا مظہر، حکمت لاریبی کا منبع، مطلع انوار قدس اور تبہات کے تصرف سے محفوظ میں ہوں، اسرار قدسی کی شعاعیں مجھ سے پھوٹتی ہیں۔ قلم بولا، ذات قدیم کا رازدار اور عَلَّمَ بِالقَلَمِ صاحب اسرار میں ہوں، نٓ وَالقَلَمِ کا جھنڈا میرے وسیع مقدمۃ الجیش پر لہرا رہا ہے۔ اُکتُب کے دستور کا ماحور اور بے حجاب نگاہوں کا منظور نظر میں ہوں، میرے رفیع الشان دیوان کے منشور پر علم بالقلم کے دستور سے زینت دی گئی ہے۔ عرش نے کہا حمد و ثنا کا

marfat.com

ہار میری گردن میں ڈالا گیا ہے، اور استوی کی چادرِ رحمتِ رحمانی نے مرے سرو قد پر سایہ فگن کی ہے، میں نیاز مندوں کی دُعاؤں کا قبلہ، درویشوں کی مناجات کا محراب اور مقربین کی ارواح کے طیور کا آشیانہ ہوں، ہر وہ چیز جسے دائرۂ پیدائش میں خلعتِ وجود عطا ہوا اور اس مئے کی جود و بخشش کی جرعہ آشامی سے نوازا گیا ہے تمام میرے قدموں پر سر رکھتے ہیں اور میرے جُود و کرم کے مائدہ اور انعام و اکرام کے دسترخوان پر نیاز مندی کے ہاتھ بڑھاتے ہیں۔

ربُّ الاَرباب کا پاکیزہ خطاب آیا، ہمارا ایک منتخب اور پسندیدہ بندہ ہے کہ تمہاری یہ تمام عظمت و شان اس کے مقابلے میں آفتابِ عالمتاب کے پرتو میں ایک ذرّہ یا بحرِ بیکراں میں ایک قطرے کی حیثیت رکھتی ہے۔ مالکُ الملکُوت کے ارکین نے حق سُبحانہٗ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کی۔

اگر آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجُود کی مہربانی کے قدموں سے ہمارے سروں کو مشرف فرمائیں تو کیا مضائقہ ہے۔

حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے عزّ و جلالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمۂ اقبال کو ہفت آسمانوں پر گاڑ دیا۔ خواجۂ کونین کے دونوں جہانوں سے دامنِ ہمت کھینچا اور دونوں جہانوں کی نقدی سے دامن جھاڑ دیا۔

خطائرِ قدس کے ساکنین نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ ہمارے اطراف و جوانب سرسری نگاہ ڈالیں تاکہ ایک عالم کا کام ایک نظر سے بن جائے تو کیا مضائقہ ہے۔

فرمایا: یہ تمام اقطاع میری اُمت کے ہیں سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ، نوکروں کی جائیداد کا جائزہ لینا عالی ہمتوں کے شایانِ شان نہیں۔

اُنھوں نے عرض کی: ملکوت، عالمِ بالا اور ملاءِ اعلیٰ کی عبادت گاہوں کو ایک نظر دیکھ لیجئے،

marfat.com

فرمایا: وہ میرے باپ ابراہیم علیہ السّلام کی تماشا گاہ تھی۔ وَکَذالِکَ نری ابراھیم مَلکوت السّمٰوٰاتِ والارض اور وہ جلیل القدر ہوی جو باپ کی منظورِ نظر رہی ہو بیٹے کو اُس سے نگاہِ الفت پیوستہ چاہیے۔

اُنھوں نے عرض کیا: چاند ہی کو دیکھ لیجئے کہ نیّرین میں سے ایک ہے اور اندھیری رات میں سورج کا قائم مقام ہے۔ فذالِکَ لتعلموا عدد السّنین والحسَاب یہی ہے۔

فرمایا: یہ میری اُمت کے اعمال کا دفتر ہے۔ یسئلونکَ عن الاَھلۃ قل ھی مواقیت للنّاس وہ جگہ جہاں جمالِ دلربا کا مشاہدہ ہو میں اپنی اُمت کے محاسبے میں شغول ہو جاؤں، یہ چاند اپنے کمال کے وقت حسینان جہاں کے جمالِ جہاں آرا کی کہانیاں سُناتا ہے اور جب یہ ہلال کی صورت اختیار کرتا ہے تو عشاق کے احوال کا انگشت نما ہوتا ہے اِس لئے کہ آسمانِ عرفان پر جب میں چودھویں رات کے چاند کی مانند جلوہ ریزیاں کرتا ہوں میری اُمت کے خدّام میں سے ہر ایک ستاروں کی طرح جنّات کی نافرمانی سے راہِ نجات تلاش کرتا ہے' اصحابی کالنّجوم باَیّھِم اِقتدیتُم اِھتدیتُم اور ایک اُنگلی کے اشارے سے جو اس پر شوکت چاند کی طرف کرتا ہوں تو اُس کی نورانی خلعت کو بارگاہِ ظہور میں چاک کر دیتا ہوں اِقترَبَتِ السّاعۃُ وانشق القمر میں کس لئے اپنے عشاق کا مشاھدہ نہ کروں کل روزِ قیامت اُن کے چہروں کا عکس درِ دبامِ جنّت کو منوّر کر دے گا۔ سیماھُم فِی وُجوھِھِم مِن اَثرِ السّجود قدسیوں نے کہا کہ آفتابِ جہانتاب جو مخلوقاتِ آسمانی کے لئے شمع جہانتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس عالیشان ایوان کی قندیلِ نور، فلک فیروزہ کے طاقوں میں ہر روز ضیا ربار ہے اور اس کا عُود چودھویں سے پاک ہے' جہاں ہر عزور کے شادی خانوں یعنی ظہور کے آتش داں میں فروزاں ہے اُس کی طرف تو نگاہ ڈالئے۔

marfat.com

آپ نے فرمایا: ہمارے ایسے غلام ہیں کہ اس دن جب قضا قدر کے قرّاش مقراضِ فنا سے اس سنہری شمع کے فتیلہ کے سرے کو کاٹ دیں گے اور خورشید کی روپہلی بط جو سطح دریائے فلک پر تیر رہی ہے لقمۂ نہنگِ اجل بنا دی جائے گی۔ اِذَا الشَّمسُ کُوِّرَت ان کی مشعل اس طرح روشن ہوگی کہ مکینانِ روزِ محشر کے چہرے اُن کے نور سے منور ہو جائیں گے یَومَ تَرَی المُؤمِنِینَ وَالمُؤمِنَاتِ یَسعٰی نُورُھُم بَینَ اَیدِیھِم وَبِاَیمَانِھِم قدسیانِ فلک نے عرض کی کہ آسمانِ زبرجد مجسّمہ اور اس لاجوردی منظر فلک کی طرف نگاہ اُٹھایئے جو جواہرِ نور کا دریا ہے جو ملائکہ کا قلعۂ محکم جو حوروں اور رضواں کا قصر و ایوان اور پناہ گاہ ہے، اس کا ستارۂ پرکار عالم خاک کے بساط کے مخروطی مراکز پر بڑی مستعدی سے گھومتا رہا ہے۔ اس ستارے کے بالائی حصّہ میں ایک لہریں مارنے والے دریا کی سطح پر گوہر باری ہو رہی ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: اگرچہ یہ نیلگوں آسمان اور طبق محدود ایک ایسا نامہ ہے کہ منشئ تقدیر نے اپنے خامۂ تقدیر سے ہزاروں کواکب و نجوم کے نقوش سے اس کو آراستہ کیا ہے۔ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنیَا بِزِینَةِ نِ الکَوَاکِبِ مگر اس نامہ کو لپیٹ دیا جائے گا۔ یَومَ نَطوِی السَّمَاءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلکُتُبِ اور جو دل سوختہ نامۂ اعمال رکھتے ہیں اسے روزِ قیامت پھیلا دیا جائے گا۔ وَنُخرِجُ لَھُم یَومَ القِیَامَةِ کِتَابًا یَلقٰهُ مَنشُورًا۔

اب ملائکہ نے عرض کی بہشت کی طرف نگاہ دوڑائیے کہ دوستوں کا چمن زار ہے اور مشتاقوں کی ملاقات کی وعدہ گاہ۔ روزِ بازارِ عاشقاں اور صادقوں کی منزل قرار گاہ ہے۔ رحیق اور سلسبیل کا سرچشمہ ہے، مطلع انوارِ تحقیق و اسرارِ حَسبِیَ اللّٰہ ہے۔ لعل و دُرِ مروارید کے بے خطا محلات ہیں۔ وَنَحنُ اَقرَبُ اِلَیهِ مِن حَبلِ الوَرِیدِ کے معانیِ پنہاں کا مشاہدہ کرنے والی ہے اور کھانے، وَلَکُم فِیھَا

marfat.com

مَا تَشْتَهِي اَنْفُسُكُمْ کہ نوائے مشتاقاں ہے وہاں موجود ہیں جو منظر دیکھا جاتا ہے وہ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَة لِسَعْيِهَا رَاضِيَة کا منظر ہے اور وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَة اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَة کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

آپ نے سُن کر فرمایا: ایسا ہی ہے لیکن میں صبر کرتا ہوں تاآں وقتیکہ اِس بہشت کی زنجیر میری اُمت کے خاکساروں کے استقبال کے ہنگام ان کی گردن میں ڈال دی جائے۔ اَزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْد۔ پھر آپ سے عرض کی گئی کہ حضور عرش کی طرف بھی نظر ڈالئے کہ سقفِ جنت پر اپنے طائرِ خاطرِ عاطر سے ایک لمحہ کو ادھر پرواز فرمائیے کہ رحمتِ الٰہی کا مقام عرش ہے ارواحِ مشتاقاں کی قندیل عرش ہے، مست و مدہوش دلوں کا مقتل عرش ہے حق پرستوں کی نظارہ گاہ عرش ہے، اَقْرَبُ الْاَجْسَامِ اِلَى الْمَلَكُوْت عرش ہے، اَنْسَبُ الْاَشْيَاءِ اِلَى الْجَبَرُوْتِ عرش ہے۔

آپ نے فرمایا: بے شک مگر عرش باایں ہمہ عظمت میرے چاکرانِ درگاہ کی وفات سے لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ اِهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذ اسے طاقتِ برداشت کہاں، میری امت کے خاکساروں کے درمیان جب طلاق کی جُدائی واقع ہو تو وہ لرزتا ہے۔ اِنَّ الطَّلَاقَ يَهْتَزُّ بِهِ الْعَرْشُ الرَّحْمٰن۔ جب کوئی یتیم آہ وزاری پر اُتر آتا ہے تو اس میں لرزہ پڑ جاتا ہے۔ وہ میری ملاقات اور وصال کا کس طرح متحمل ہو سکتا ہے۔ وَاِهْتَزَّ الْعَرْشُ بِبُكَاءِ الْيَتِيْمِ عرش کی گردنِ بزرگ اس درِ یتیم کی برداشت کا قلادہ کس طرح اٹھا سکتی ہے۔

پھر آپ سے دریافت فرمایا گیا: آخر کس چیز کو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

marfat.com

اُس کی کاریگری کے جمال کو دیکھتا ہوں اور اُس کے کمالاتِ قدرت کا مطالعہ کرتا ہوں کہ میں نقطہ تھا اس کے اثرِ تربیت سے نطفہ بنا، علقہ تھا مضغہ بنا، جنین تھا جنین بنا، اُمّی سے عارفِ راز بنا، پسرِ عبداللہ محمد الرسول اللہ ہوا (صلی اللہ علیہ وسلم) آج۔ عالمِ فنا اور اس جہانِ پرمشقت میں یہ تمام فضل و اکرام حق تعالیٰ نے مجھے ارزانی فرمائے، کل جب میں عالمِ جاوداں میں قدم رکھوں گا، مقامِ محمود، حوضِ کوثر اور شفاعت کا پرچم میرے ہاتھوں میں دیا جائے گا اور مژدہ وعطا کا وعدہ وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ فَتَرۡضٰی کی توقع کے ساتھ مجھے پیش کیا جائے گا۔ میں جس کسی کے جان و دل میں اپنی تبتع کا فرماں بری کا داغ پاؤں گا اپنی ظلِ رافت اور سایۂ شفاعت میں بٹھاؤں گا اور برزخ کی دوزخ کی سرکش آگ کے نہنگ کے چنگل سے نجات دلاؤں گا اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کے جوار میں مقررہ بلندیوں اور بلند منازل تک پہنچاؤں گا۔

عالم نمی از رشحۂ بحرِ کرمِ اوست — آدم کفِ خاک زغبارِ قدمِ اوست

عیسیٰ کہ چو خورشید زند خیمہ بر افلاک — در آرزوئے سایۂ عالی علمِ اوست

ہر بندہ کہ دارد خطِ آزادی دوزخ — آں بندہ غلامِ ولے وآں خطِ رقمِ اوست

شادیٔ جہاں کرد فدائے غمِ اُمّت
دانست کہ شادیٔ جہانی بغمِ اوست

(معارج النبوت) مُلّا معین واعظ الکاشفی الہروی رحمۃ اللہ علیہ

یہ نثر سراپا نعت ہے اور میرے نزدیک بہترین نعت ہے اس نثر میں وہ تمام مُحاسن موجود ہیں جو عبارت کو دلکش اور پُرتاثیر بناتے ہیں۔ علم و معرفت اور عشق و محبت کی تحریر کے چمن پُر بہار سے یہ ایک برگِ سبز ہے۔ اگر چمن کی سیر کی جائے تو انسان خود کو فراموش کر دے گا، اور ایک نئے عالم کی سیر میں اپنی رُوح کو تیرتا پائے گا۔

---

marfat.com

قدیم زبان سنسکرت اور مسلمان

دُنیا کی قدیم زبانوں میں سنسکرت کو بھی اہم مقام حاصل ہے اور اس زبان کی شہرت تمام عالم میں ہے۔ اس کی نادر تحریروں کے ترجمے دنیا کی تمام زبانوں میں پائے جاتے ہیں۔ سنسکرت کے مشہورِ زمانہ محققین میں ابُوریحان البیرونی، عبدالقادر بدایونی، نقیب خان، شیخ سلطان تھانیسری، حاجی ابراہیم سرہندی، ڈاکٹر اختر حسین رائے پُوری، فیضی اور داراشکوہ کے نام سرِفہرست ہیں۔ سیرتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے مصنّف مشہور عالمِ دین علاّمہ شبلی نعمانی نے معلّمین و مترجمین سنسکرت پر جو تحقیقی کام کیا ہے وہ خود ایک عظیم کارنامہ ہے، افسوس یہ ہے کہ مسلمان محققین نے تحقیق و ترجمہ میں جس قدر کام کیا ہے اُس کے مقابل آج مُسلمانوں کے ذوقِ مطالعہ کا یہ دردناک پہلو ہے کہ وہ اس بحرِ زخار کے مقابل ایک فیصد بھی نہیں ہے۔ نعتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی جستجو نے ہمیں کہاں کہاں پہنچایا ہے۔ اس رہ گذر میں تھوڑی دُور ہم اپنے قارئین کو بھی ساتھ لئے چلتے ہیں۔ ہندو مذہب کے وسیع مطالعے میں ان کی تاریخی کتابیں بھی، اُن کے تراجم بھی اور اُن کے فرقے اور گروہ بھی سامنے آئے ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مُسلمان عالموں اور محققین کے ہاتھوں کوئی گوشہ علم کا نہ رہا جہاں تک اُن کی نگاہیں نہ پہنچی ہوں۔ چنانچہ وید مقدس، وید کی تعلیمات، ویدانت فلاسفی، پران، بھگتی، شاستر، آپنشد، ہندو اخلاق، ساگر، پرکاش، ہندو تصوّف، سمرتی، یوگ، گیا مہاتم، اُپدیش، گیتا، ہندومت، دھرم، برہم چریہ، مہابھارت، گیان، کتھا، رامائن، آریہ مت، جین مت، جنتر منتر، برہمو سماج، دیو سماج، سوامی مت، الغرض کوئی گوشہ ایسا نہیں جو اُن کی نگاہ سے پوشیدہ رہ سکا ہو، اس میدان میں ابوالکلام

فدا حسین خاں، احمد حسن الدین، ایزد بخش رسا، اثر لکھنوی، اجمل خاں ایم اے، خواجہ دل محمد ایم اے، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، احسان احمد مترجم، احمد اختر، شیخ چاند، احمد حسین خاں بی اے، فیضی، حفیظ الدین اور دیگر مترجمین و مصنفین ہیں جنہوں نے کسی نہ کسی طرح ہندو مذہب اور اُن کے اعتقادات و نظریات، اُن کے فلسفۂ مذہب اور ان کی تاریخ اور سوانح پر قلم اُٹھایا ہے۔ ہم نے صرف نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تلاش کی ہے اور یہ اُن کا کرم ہے کہ ہمارے حصہ میں جو نعمت تھی وہ اس تلاش و جستجو میں ہمارے حصے میں آئی ہے۔ ہم سنسکرت کے حوالے سے ہی بھگوت گیتا کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔ بھگوت کیا ہے اور مذاہب عالم کی تاریخ میں اُس کا کیا مقام ہے اس پر اختصار کے ساتھ چند سطور پیش کرتے ہیں۔

وید کے مطالعہ سے جو نتیجہ اخذ ہوا ہے وہ یہ ہے:

"سب کا پیدا کرنے والا ایک ہے" اس تصور نے تین صورتیں بنا لیں۔ برہمہ (خالقِ کائنات) وشنو (محافظِ کائنات) شیو (فنا کنندہ یا پروردگار) ہندو مذہب میں شیو (یعنی فنا کنندہ) کے دس اوتار ہیں جو دُنیا سے ظلم کو مٹانے کے لئے دنیا میں آئے۔ ان دس اوتاروں میں سب سے اہم قالب رام کی شکل میں وشنو کا اوتار تھا جن کے واقعات کو مشہورِ زمانہ والمیکی نے اپنی سحر بیانی سے زندۂ جاوید بنا دیا جسے رامائن کہتے ہیں، لیکن رام سے بھی زیادہ مقبول اور مشہور اوتار کرشن جی کا قالب مانا جاتا ہے۔ یہ اپنے مذہب میں سچے ہادی اور رہبر تھے اور جس طرح کا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گذرا تھا کہ وہ ایک ظالم بادشاہ فرعون کے گھر میں پیدا ہوئے تھے اور اپنی اُمت کو فرعون کے ظلم سے نجات دلائی تھی اسی طرح کرشن جی کی واردات بھی ہے کہ وہ ایک شاہی خاندان میں پیدا ہوئے مگر ظالم راجہ کنس کے خوف سے ایک گوالے کے گھر میں پرورش پائی۔

marfat.com

افسوس کہ خود ہندو سوانح نگاروں کے ہاتھوں اُن کی سیرت مسخ ہو گئی۔ حالانکہ وہ اپنی قوم میں رہبر بن کر آئے تھے۔ اس کا ثبوت ان کی تعلیمات میں ملتا ہے، جسے "بھگوت گیتا" کہتے ہیں۔ اسی گیتا میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُنیا میں تشریف آوری کی ایسی واضح بشارت ہے کہ دیگر مذاہب کی کتابوں میں اِس قدر مفصل بشارت ہماری نظروں سے نہیں گزری، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر دُنیا میں آپ کی آمد سے (ظاہر ہونے سے) قبل جن کو بھی دی گئی وہ اپنی اپنی قوم میں ممتاز اور برگزیدہ تھے، قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا ہے

اِن مِن اُمَّۃٍ اِلَّا قَد خَلَت فِیھَا نَذِیر

ترجمہ: "کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں اُس کا ہادی یا برائیوں سے ڈرانے والا شخص نہ گزرا ہو"۔

چنانچہ کرشن جی کی تعلیمات پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ اُنھوں نے اپنی قوم کو اپنے عہد میں جو تعلیم دی وہی قوم آج اُس کے بالکل برعکس کر رہی ہے اور یہ سمجھ کر کر رہی ہے کہ یہی اُن کی تعلیم کا ماحصل ہے اس کا بد نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اُن کے رہبر کی سیرت اور تعلیم دونوں مسخ ہو رہی ہیں اور دیگر اقوام اُن کے رہبر کے متعلق وہی رائے قائم کر رہی ہیں جیسے وہ اپنے عمل سے جو اُن کے پیشوا کا نہیں ہے پیش کر رہے ہیں۔

تعلیمات کی ایک جھلک:۔

"جو میری پرستش مجھے لاشریک مان کر کرتے ہیں ان متوازن اشخاص کو میں مکمل سلامتی بخشتا ہوں"۔ ("بھگوت گیتا" مکالمہ ۹ (محمد اجمل خاں ایم اے)

"جملہ مخلوقات میری نظر میں یکساں ہے میری نظر میں کوئی قابلِ نفرت نہیں، نہ کوئی محبوب ہے، حقیقت یہ ہے کہ جو والہانہ میری بھگتی کرتے ہیں وہ مجھ میں ہیں اور میں اُن میں"۔

("بھگوت گیتا" مکالمہ ۹ (محمد اجمل خاں ایم اے)

marfat.com

بھگوت گیتا کا سب سے پہلا ترجمہ فارسی میں منظوم ہوا جسے فیضی نے کیا۔ سب سے بڑے ماہر سنسکرت اور عارفِ مذہب و فلسفۂ ہنود میں ڈاکٹر بھگوان داس کا نام آتا ہے اُن کی (کرشن جی) کی تعلیمات کو "یوگ" کہتے ہیں جس کے لُغوی معنی "وصال" ہیں۔ یعنی رُوح کا ذاتِ الٰہی سے واصل ہو جانا۔ یہی ویدانت کے فلسفہ کی تفسیر ہے۔ ہندو فلسفہ کا بلند ترین تخیل فلسفۂ ویدانت ہے۔

نعتِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم

جگت گرُو (سرورِ عالمؐ) کے پِتا کا نام وِشنو بھگت (عبداللہ) ماں کا نام سومتی (آمنہؓ) رہے گا اور پیدائش کی تاریخ ۱۲ بیساکھ سوموار کے دن ہوگی، دو گھڑی دن چڑھے یہ جگت گرُو (سرورِ عالمؐ) پیدا ہوں گے، پِتا کا پہلے اِنتقال ہوگا۔ ماں کا بعد میں، جگت گرُو (سرورِ عالمؐ) شامل زیب کی رانی (اُم المومنین حضرت خدیجہؓ) سے بیاہ کریں گے اس شادی میں چچا (حضرت ابُوطالب) اور تین بھائی (حضرت جعفرؓ حضرت عقیلؓ اور حضرت علیؓ) شریک ہوں گے، ایک غار میں پرسرام (جبریلؑ) سے تعلیم پائیں گے اور جب بستی میں آکر دھرم پرچار کریں گے تو لوگ تکلیفیں دیں گے۔ جگت گرُو (سرورِ عالمؐ) اُتری پہاڑوں (مدینہ طیبہ) کی سمت چلے جائیں گے اور وہاں سے تلواریں لے کر، پھر اپنی بستی کو واپس آئیں گے وہ بستی اور پھر سارا دلیش فتح ہو جائے گا۔ جگت گرُو (سرورِ عالمؐ) کا ایک گھوڑا ہوگا جو ہوا سے تیز چلے گا اُس پر سوار ہو کر ساری دھرتی کی اور ساتوں آکاش کی سیر کریں گے۔"

"بھگوت گیتا"

(بحوالہ "آستانہ" دہلی بھارت)

marfat.com

جو الفاظ سنسکرت کے ہیں ان کا ترجمہ وہی ہوتا ہے جو کیا گیا ہے اس بشارت میں جتنی تفصیل ہے ایسی تفصیل اور جگہ نہیں ملتی۔

مولانا رکن الدین الوری رحمتہ اللہ علیہ "توضیح العقائد" صفحہ ۵۶ پر "وید" کا ایک حوالہ اس طرح دیتے ہیں۔

"اتھربن وید" میں لکھا ہے "برھمانن، اِلّا مُرالرَّسُول محمدٌ رَہُ کُمّر برتیئے:"

"یعنی پیدا کرنے والا اللہ، رسول محمدؐ، زور آور کا، کون ہے اس کی برابری کا۔"

اس کے علاوہ رگ وید کے جو منتر ہیں اس میں احمدؐ نام ملتا ہے اور یجر وید کے منتر میں نام محمدؐ بھی موجود ہے۔ وید مقدس کی ایک اور عبارت "ماتھرون وید" میں آئی ہے جو ہندوؤں میں مشہور ہے اس کو "ننانواں" بھی کہتے ہیں اس طرح ہے:

لاالہ ہری پاپن اللہ پرم پدم — جنم بیکنٹھ پرایت ہووے جپے نام محمدم

"یعنی لاالہ کہنے سے پرم پدم ملتے ہیں۔ جنم بیکنٹھ ہونا چاہو تو نام محمدؐ کا وظیفہ کرو"

اب ہم سرکار مدینہ کی بابت ایک اور پیشن گوئی بیاس جی کی پیش کرتے ہیں۔ جس کا ترجمہ مشہور کوی تلسی داس جی نے بھاکا زبان میں پوتھی کے حاشیہ پر لکھ دیا ہے۔

("چھٹی کانڈ، بارھویں اسکند، پوتھی راہنگ رام" تصنیف بیاس جی ترجمہ گوشائیں تلسی داس جی)

یہاں نہیں کچھ بات راکھوں — وید پرانت ست مت بھاکوں

یہاں تک آپ کو فرصت یہ کچھ نہ کہوں گا — جو وید اور پرانت میں لکھا ہے وہ سچ کہوں گا

برکھ سس دس سندرم ہوئی — تہ کے بعد نہ پائے کوئی

برس دس ہزار تک رسالت تمام ہو گی — بعد کو یہ مرتبہ کوئی نہیں پا سکتا (ختم رسالت)

دیس عرب میں بھرگتا سہائی　　سوتھل بھرم گت سنو کھک رائی

عرب دیس میں ایک خوشنما ستارا ہوگا اور اچھی شان کی زمین ہوگی۔

سنبھو سمت تا کر ہوئی　　سندرم اوپدیش تنتھ سوئی

انہونی باتیں (معجزے) اُس سے ظاہر ہوں گے اللہ کا دوست قاسم کہلائے گا۔

سمت بکرم کی دو چھنگا　　مہاکوک تس تس جت پرتنگا

سمت بکرماجیت کی سمندروں کی تعداد کے مطابق (ساتویں صدی میں پیدا ہوگا) کیونکہ سمندر سات ہیں۔

راج پنٹ بھوپریت دکھاوے　　اپنی مت سب کو سمجھاوے

یعنی بادشاہی قاعدہ سے خوف دکھا کر خلق و محبت ظاہر کرے گا اور اپنا مذہب سب کو سمجھا دے گا۔

چترم سندرم مست چاری　　تنکی بنس ہوئی بھو بھاری

اُس کے چار خلیفہ ہوں گے　　ان سے بہت بھاری نسل ہوگی

تب لگ جو سندرم چہہ کوئی　　بنا محمدؐ پار نہ ہوئی

اس دین کے رہنے تک جو کوئی خدا تک پہنچتا ہے بغیر ذریعہ محمدؐ کے پار نہ ہوگا۔

تب ہووے سنگ لنگ اوتارا　　مہدی کہیں سکل سنسارا

تب ہووے گا ایک مردِ کامل۔ اس کو سب جہان والے مہدی (امام) کہیں گے

پھر سندرم سما نہیں ہوئی　　تُلسی بچن ست مت گوئی

پھر اُن کے بعد سندرم (ولایت) نہیں ہوگی　　تُلسی داس یہ بات سچّی کہتا ہے۔

تُلسی داس نے ایک اور بھی پیارا شعر نعت کا کہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

کاشی پربت یادھن تیرتھ سبھی نکام
بیکنٹھ باس نپائی بنا محمدؐ نام!

میں سمجھتا ہوں کہ اگر سنسکرت سے واقفیت رکھنے والے ہمارے علماء، محققین و مترجمین حضورؐ کی مدحت کو خصوصی طور سے تلاش کریں تو اب بھی ہیں ایسے ہی بیشمار درجواہر پارے ہاتھ آسکتے ہیں۔

marfat.com

ایک جائزہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس قوم کو ایک ایسا نسخۂ کیمیا عطا فرمایا جس میں اس کے ہر مرض کا علاج، ہر مسئلہ کا حل اور دینی و دُنیاوی اُمور میں ہر کام کے لئے رہبری ہے۔ اور اس پر احسانِ عظیم یہ کیا کہ اسے ایک ایسا رسُول عطا فرمایا جو تمام نبیوں میں افضل، تمام مخلوق میں بہتر اور سارے جہان کے لئے رحمت ہے، جس نے اپنے حُسنِ عمل سے قرآنِ کریم کی ایک ایک ہدایت کو نمونہ بنا کر دکھایا اور اپنے آخری خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ آج دین مکمّل ہو گیا۔ یعنی اب کوئی چیز باقی نہیں رہی جو تشنۂ تحقیق ہو، ایسی مکمّل اور جامع کتاب قرآن اور ایسی عظیم ہستی کو پانے والی قوم جس قدر اپنی قسمت پر نازاں ہو کم ہے، اس اُمّت کو جو مراتب ملے وہ پچھلی تمام اُمّتوں میں کسی کو میسّر نہ آئے، بلکہ انبیاء علیہ السّلام نے اس اُمّت کے مراتب و درجات سُن کر اپنی نبوّت کے عہدہ سے دست بردار ہو کر اُمّتی کے درجے کو اختیار کرنے کی آرزو بھی کی۔

افسوس اور کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اس اُمّتِ فاخرہ میں آج بھی سابقین کی طرح ایسے پراگندہ ذہن اور فتنہ پرور لوگ شامل ہیں جو اُمت کے اِتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ایسی باتوں کو مسائل بنا کر انتشار پھیلاتے ہیں۔ جن کی نوعیّت کسی طرح بھی مسئلہ نہیں، ایک اسلامی مملکت ہو یا غیر اسلامی حکومت دونوں جگہ فتنہ بہرحال فتنہ ہی ہے لیکن یہ لوگ ان باتوں سے نہ جانے کیوں بے خبر ہیں کہ اسلام اور اسلامی زندگی میں بے چینی اور انتشار پھیلانے والوں کو آخر کار ایک دِن اپنے رب کے حضور پیش ہو کر اپنے ناپسندیدہ اعمال کا جواب دینا ہو گا، اُس وقت اُنھیں اس بات کا اچھی طرح احساس ہو جائے گا کہ قرآنِ کریم نے بار بار تنبیہہ کی تھی

marfat.com

اور اپنے عذاب سے مالکِ حقیقی نے اسی دن کے لئے ڈرایا تھا مگر افسوس کہ اس روز یہ تاسف کام آئے گا نہ کوئی حیلہ کارگر ہوگا۔

جب کوئی قوم پسماندگی سے نکل کر ترقی یافتہ قوموں کی صف میں شامل ہونے کی جدوجہد کر رہی ہو اُس کی اِس اُبھرتی ہوئی قوت کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے والے یا اُس کی عظمتِ رفتہ سے خوف زدہ، اپنی تمام دانائیوں اور اپنی تمام ترقی یافتہ مادی توانائیوں کے ساتھ اس کی راہ میں حائل ہونے کے لئے مصروفِ عمل ہوں، تاریخ کے ایسے نازک موڑ پر قوم کو جس قدر باہمی اتحاد، رفاقت، ہم خیالی اور یگانگت کی ضرورت ہوتی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں، ایسے نازک مرحلہ میں جب کوئی قوم بیدار ہو چکی ہو اس وقت جو لوگ قومی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی جو کوششیں کرتے ہیں وہ اِس عہد کے، اِس قوم کے، اِس مملک کے بدترین افراد ہو سکتے ہیں لیکن جو انتشار کے لئے اسلام کی تاریخی روایات سے انحراف اور پیروی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور پیروی صحابۂ کرام سے انکار کو ذریعہ بنالیں وہ لوگ یقیناً اپنی تاریخ اپنی روایات سے باغی اور اطاعت و اتباعِ رسولؐ کے منکر ہیں۔

فرضی تنازعہ

نعت کی مکمل تاریخ کو سپردِ قلم کرنے میں نعت سے متعلق جتنے بھی اہم موضوعات ہیں انھیں ضبطِ تحریر میں لانا بھی ضروری ہے چنانچہ، نعت کا مفہوم، نعت کی حقیقی تعریف، قرآن کریم میں نعت کا مقام، نعت کے مختلف مدارج، نعت کی تاریخ، نعت کے فیوض و برکات، نعت کا مقصد اور جو بھی دیگر اُمور پیش نظر تھے اُن پر حسبِ توفیق، قرآن و احادیث اور مستند حوالوں سے پیش کیا گیا، انھیں تشریحات کے ساتھ ساتھ ایک دو اہم مسئلوں کو جو متنازعہ تھے حتی المقدور اُس کے متعلق

marfat.com

شکوک و شبہات سے اذہان کو پاک کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے جیسے لحنِ اور نعت، اور محفلِ نعت کے آداب، اگرچہ ان میں مسائل کی نوعیت پیچیدہ اور متنازعہ نہیں تھی پھر بھی جہلِ علم نے کچھ دماغوں میں یہ خلل ڈال دیا تھا کہ یہ تمام افعال بدعت ہیں اور چونکہ ان کی اسناد غیر مستند ہیں لہذا یہ ثواب اور نیکی کے تصوّر سے خالی ہیں۔ چنانچہ جو کچھ کوشش ان بے جا الزامات کے رَد میں کی گئی اِس میں اپنی ذاتی رائے، جذبات، اعتقادات اور مسلک کا اسی حد تک حصّہ تھا جو قرآنِ کریم کی واضح ہدایات، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور ہدایات، صحابۂ کرامؓ کے اتباع کی مستند روایات سے بحفاظت تمام محدّثین۔ مفسّرین کے معتبر وسیلوں کی بدولت اس صدی ہجری کے مُسلمانوں تک پہنچا، ان ذرائع کو اگر درمیان سے خارج کر دیا جائے تو صرف قیاس اور گمان اور حجّت و استدلال کی صورت ہی رہ جاتی ہے جس میں کوئی فریق کسی کو مطمئن نہیں کر سکتا، بلکہ جو کچھ اثاثہ ہم تک محفوظ حالت میں پہنچا ہے وہ بھی خِرد کی گتھیوں میں اُلجھ کر تباہ ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک ایسا مسئلہ جس کا تعلق نعت سے ہے اور وہ مسئلہ ایک متنازعہ کی صورت میں اِس امتِ بیدار کے درمیان آج بھی ہے اور مدّتِ مدید سے ہے اور جس نے اس قوم کو پسماندگی سے نکال کر بامِ عروج تک پہنچانے کی جدّوجہد کے زرّین اور مقدر سازی کے عہد میں اِنتشار پیدا کرنے کی صورت اختیار کر لی ہے۔ جس پر اربابِ قلم اور اربابِ اختیار دونوں کو اپنی پہلی فرصت میں توجہ دینی چاہیئے تھی مگر افسوس کہ دونوں کی جانب سے چشم پوشی کی گئی ہے۔ اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کے اعتراف کے ساتھ ساتھ اس متنازعہ مسئلہ کے حل، مدلّل جواب اور ایک عظیم شر کے سدِّباب کے لئے، کمترین کے علم میں جو کچھ ہے اُسے پیش کر رہا ہوں، اِس اُمید کے ساتھ کہ اہلِ قلم اس نامکمل مضمون کو اپنی عالمانہ تحقیقِ مزید سے پایۂ ثبوت تک پہنچا کر اتحادِ اسلامی

marfat.com

سے انتشار کی اس کوشش کو ناکام بنانے میں میرے مددگار ثابت ہوں گے۔ اس تمہید میں فتنہ و شر کی نشاندہی کے بعد ہم اپنے موضوع کو اِن جُملوں سے شروع کرتے ہیں:

"دُنیا کی کوئی طاقت اور کوئی قانون قرآن اور سنت کے مطابق زندگی گزارنے سے روک نہیں سکتا، اللہ کے گھر میں ذکرِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم قرآن و سنّت کے مطابق ہے، اس کا مُنکر سُنتِ رسولؐ کا منکر ہے۔"

اس عبارت سے یہ بات کھُل کر سامنے آجاتی ہے کہ اکثر مساجد میں اس بات پر اختلاف ہے کہ نماز کے قبل یا نمازِ با جماعت کے بعد محفلِ میلاد کی اجازت یا درود و سلام کی اجازت نہیں دی جا سکتی، اگر یہ تنازعہ کسی ایسے مسئلہ پر ہوتا کہ مساجد میں کھیل کوُد کی، تماشے اور کرتب دکھانے کی، خالص کاروباری اور مادّی نظریات کی حامل تقریروں کی ایسی کسی بھی بات کی جس کی سند تاریخِ اسلام کے بانیوں سے نہ ملتی ہو تو یقیناً قابلِ احترام تھا لیکن کس درجہ حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا، مُرادیں غریبوں کی بر لانے والا' جو خدا کا محبُوب بھی ہے اور خدا کی ہی زبان میں تم پر خدا کا وہ احسان بھی ہے جسے قرآن جتا رہا ہے، وہ نہ آتے تو مسجد نہ ہوتی، منبر نہ ہوتا، محراب نہ ہوتی، اذان نہ ہوتی' نماز نہ ہوتی، یہ بات نہیں کہ کوئی اور پیغمبر آجاتا کیونکہ خدا کو ہدایت بھیجنی مقصود ہے وہ تو کسی کو بھی نبی بنا کر بھیجتا بلکہ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ کہ اگر اپنے اس محبوبِ خاص کو بنانا مقصود نہ ہوتا تو وہ صاحبِ کون و مکان کسی چیز کو خلق نہ کرتا تو یہ سب کچھ جس کے طفیل ہے جس کا صدقہ ہے اس کے ہی ذکر پر اللہ کے گھر کے دروازے بند کر دیئے جائیں اور اس کے جواز میں دلیلیں پیش کی جائیں، کس قدر

marfat.com

بے باکانہ، شرمناک اور قابلِ ملامت فعل ہے۔ اس کا فیصلہ آپ ہماری تائید میں اس وقت کیجئے گا جب ہم اس موضوع پر جی کھول کر بحث کر چکے ہوں گے۔ ضروری ہے کہ اس بحث میں تمام اجزاء پر علیحدہ علیحدہ تبصرہ کیا جائے اور اس کا تحقیقی جائزہ لیا جائے۔ یعنی مسجد کا قیام، مساجد کے لئے احکامات، آدابِ مسجد، صاحبِ محراب و منبر کا طرزِ عمل، علم اور عبادت، واقعات، صحابۂ کرام کی تائید، ذکرِ رسولؐ اور مساجد، فیضانِ ذکر و مقامِ ذکر، دورِ صحابہؓ میں اور دورِ نبوت میں مساجد میں عبادات کے علاوہ دیگر انجام پانے والے امورِ امت۔

مسجد قرآن کی روشنی میں

قرآن سرچشمۂ ہدایت ہے، قرآن نور ہے، لوگوں کے لئے ہدایت، بیان اور نصیحت ہے، قرآن میں شک کی گنجائش نہیں، قرآن میں اختلاف نہیں، قرآن مفصل کتاب ہے، قرآن میں ہر شے کا بیان ہے، مثلِ قرآن ممکن نہیں، یہ تمام، قرآن خود اپنے متعلق کہہ رہا ہے کسی انسان کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ رب تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے، ان کے علاوہ بھی قرآنِ کریم میں جگہ جگہ مختلف سورتوں میں مختلف مقامات پر اپنے متعلق بہت کچھ بتایا ہے۔ ہم قرآن کی اس آیت کی روشنی میں وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (سورۃ النحل ۸۹) سے آغاز کرتے ہیں:

ترجمہ "اور ہم نے تم پر یہ قرآن اُتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔"

ہم نے آغازِ کتاب سے اختتامِ مضمون تک قرآنِ کریم سے آیاتِ مبارکہ کے حوالوں کو تلاش کر کر کے اس لئے پیش کیا ہے کہ ہمارے سامنے ایک تو خود قرآن کا یہ دعویٰ پیشِ نگاہ ہے کہ اس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور اس کی تفصیل میں جو اقوال حسبِ ذیل ہیں وہ بھی پیشِ نظر ہیں گرچہ اس بحث میں اس قدر تفصیل کی ضرورت نہیں

marfat.com

تھی، لیکن دورانِ تحقیق یہ خیال بھی گزرا کہ قاری کو اگر اس سے علم میں اضافہ ہو تو وہ بھی انھیں اُصولوں کو سامنے رکھ کر کسی بھی متنازعہ مسئلہ میں حقیقت شناسی کا حق ادا کر سکیں گے۔

۱۔ ترمذی کی حدیث ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش آنے والے فتنوں کی خبر دی، صحابۂ کرامؓ نے آپؐ سے خلاص کا طریقہ دریافت کیا، آپؐ نے فرمایا: "کتاب اللہ میں تم سے پہلے واقعات کی بھی خبر ہے تم سے بعد کے واقعات کی بھی خبر ہے۔ اور تمہارے مابین کا علم بھی"۔

۲۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: " جو علم چاہو قرآن کو لازم کر لو اس میں اوّلین و آخرین کی خبریں ہیں"۔

۳۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " اُمّت کے سارے علوم حدیث کی شرح ہیں اور حدیث قرآن کی"۔

۴۔ ابو بکر بن مجاہد سے منقول ہے فرمایا " عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب اللہ یعنی قرآن میں مذکور نہ ہو۔

ان اقوالِ زرّیں کی روشنی میں ہم مساجد سے متعلق پہلے قرآن سے ہدایت حاصل کرتے ہیں کہ رب تبارک وتعالیٰ نے مساجد کا ذکر کس طرح فرمایا ہے اور کیا کیا ہدایات دی گئی ہیں۔

قرآنِ کریم سے ہم سب سے پہلے اس آیت کا حوالہ دیتے ہیں جو اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے جسے قبا کہتے ہیں۔ اس کے بعد چند اور آیات معہ ترجمہ کے پیشِ مطالعہ کر رہے ہیں۔

لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقۡوٰى مِنۡ اَوَّلِ يَوۡمٍ (التوبہ۔۱۰۸)

" بے شک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔"

marfat.com

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ (سورۃ الجن۔ ۱۸)

"اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔"

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ

(سورۃ التوبہ۔ ۱۷)

"مشرکوں کو نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی دیکر۔"

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ ۔ (سورۃ التوبہ۔ ۱۸)

"اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔"

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ (سورۃ النور۔ ۳۶)

"ان گھروں میں جنھیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اس میں ان کا نام لیا جاتا ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام۔"

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ (التوبہ۔ ۱۰۸)

"اس مسجد میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا۔" (اشارہ مسجد ضرار کی طرف ہے جس کی بنیاد جھوٹ پر ہے)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا

(البقرۃ۔ ۱۱۴)

"اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔"

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۃ الانفال۔ ۳۴)

marfat.com

" اور انھیں کیا ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ کرے، وہ تو مسجدِ حرام سے روک رہے ہیں، اور وہ اور وہ اس کے اہل نہیں، اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں۔ مگر ان میں اکثر کو علم نہیں "۔

اور اسی سورۂ انفال کی چوبیسویں آیت میں نمازیوں کو حکم ہوا۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ

(الانفال - ۲۴)

" اے ایمان والو! اللہ اور رسولؐ کے بلانے پر حاضر ہو، جب رسولؐ تمہیں اُس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشتے گی "۔

ان آیات پر مفسرین نے سیر حاصل تبصرے کئے ہیں۔ خلاصہ ان آیات کا ہمارے سامنے جو باتیں پیش کر رہا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

مسجد کی بنیاد تقویٰ پر ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے، مشرکین اور منافقین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کے گھر آباد کریں۔

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

وہ مسجدیں جو ایمان والوں نے نہیں بنائیں بلکہ جس کی بُنیاد جھوٹ اور فریب پر ہے ایسی مساجد میں جانے کی ممانعت ہے (یہ آیت مسجد ضرار کی تعمیر پر نازل ہوئی تھی، جو مسجدیں حرام کے مال سے بنائی جائیں اُن پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے)

اور اگر مسجدوں میں کسی وجہ سے بھی کسی صاحب ایمان اور کلمہ گو کو جانے سے روکا جائے تو خدا کے نزدیک اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں کہ وہ اس کے گھر میں جانے سے منع کرتا ہے، اس آیت میں پوری وضاحت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے یعنی صرف مسجد میں جانے سے روکنے پر ہی ظالم نہیں کہا گیا ہے بلکہ اس میں بیٹھ کر

marfat.com

ذکر کرنے کی ممانعت سے اور اس کی ویرانی کی کوشش سے بھی وہی گناہ لازم آتا ہے۔ باوجود ان تمام ہدایات کے جو اللہ کی خالص عبادت اور عبادت گاہ کے مقام کی عظمت و توقیر کے سلسلے میں نازل ہوئی ہیں آپ کی نظر سے وہ آیت بھی گزری کہ جس میں خالص اللہ کی عبادت میں مشغول رہنے والے کو اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرمائیں تو اُسے اُسی وقت حاضر ہونا عینِ اسلام ہے۔ اس آیت سے مُراد یہ ہرگز نہیں کہ اگر کوئی صحابی اپنے گھر میں بسترِ راحت پر دراز ہوں یا کوئی اپنے کاروبار میں منہمک ہوں اور اُن کا رسولؐ اُنھیں بلائے تو وہ اپنے دُنیاوی اُمور سے تعلق منقطع کر کے محبوبِ رب کے سامنے حاضر ہو جائیں۔

"بخاری شریف میں اس آیتِ مبارکہ پر ایک واقعہ درج ہے، جس کے راوی سعید بن معلیٰ ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں (سعد بن معلیٰ) مسجد میں نماز پڑھتا تھا مجھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پُکارا، میں نے جواب نہ دیا، پھر میں نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا۔ یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز ادا کر رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے اور اُس کے رسولؐ کے بُلانے پر حاضر ہو۔"

ایسا ہی ایک اور حدیث میں بھی واقعہ ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں آواز دی اُنھوں نے جلدی نماز تمام کر کے سلام عرض کیا۔ حضور نے فرمایا: تمہیں جواب دینے میں کیا بات مانع ہوئی، عرض کیا حضور میں نماز میں تھا، حضور نے فرمایا کیا تم نے قرآنِ پاک میں یہ نہیں پایا کہ" اللہ اور اُس کے رسولؐ کے بُلانے پر حاضر ہو" عرض کیا بیشک، آئندہ ایسا نہ ہوگا۔"

(از کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن)

قرآنِ کریم کی مندرجہ بالا آیات ترجمہ اور تشریح سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی۔

marfat.com

کہ مساجد اللہ کا گھر ہیں، ان کا قیام متقی اور پرہیزگاروں کے ہاتھوں، جائز اور حلال کمائی سے ہونا چاہیے، کون ہیں جو اس کی تعمیر کا حق رکھتے ہیں اور کون ہیں جنہیں اس کی تعمیر اور نگرانی کا اختیار قطعی نہیں ہے۔ نیز یہ بھی کہ یہ اللہ کے گھر ہیں اور مدعا عبادت اور ذکر و اذکار ہے۔

ذکرِ نبیؐ ذکرِ خدا ہے

لفظ عبادت اور ذکر کی تفسیر میں جب تک کچھ بیان نہ کیا جائے یہ مسئلہ اسی طرح پیچیدہ معلوم ہوگا۔ جس طرح بحث کے آغاز میں تھا کیونکہ معترضین عبادت اور ذکر کے مفہوم کی وسعت کو جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی محدود اور تنگ معنیٰ میں پیش کرتے ہیں اس کے علاوہ مساجد کے اور بھی احکامات ہیں وہ بھی آپ کی نظر سے جب تک نہ گزریں بات مکمل نہ ہوگی۔ چنانچہ ہم اس حدیث شریف کو بطورِ حوالہ پیش کرتے ہیں جس کے راوی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں اور جو ہمیں اپنی جستجو میں نہایت مستند حوالے سے ملی الفاظ یہ یہ ہیں۔ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے :۔

اَتَانِي جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ تَدْرِيْ كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ قُلْتُ اللّٰهُ اَعْلَمُ قَالَ اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِيَ۔

(زرقانی علی المواہب۔ درِ منثور ص ۳۶۴/۶)

ترجمہ :۔ "میرے پاس جبریلؑ آئے اور کہا بے شک آپ کا رب فرماتا ہے کہ (اے حبیبؐ) تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ذکر کیسا بلند کیا، میں نے کہا۔ اللہ خوب جانتا ہے۔ فرمایا کہ جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ذکر کے ساتھ تمہارا بھی ذکر ہوگا۔"

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے اللہ تبارک و

marfat.com

تعالیٰ اپنے محبوب کے ذکر کو اپنے ساتھ چاہتا ہے اور اس ذکر کے لئے وقت اور جگہ کی قید نہیں ہے جہاں رب کا ذکر ہو گا وہاں محبوبِ رب کا ذکر ہو گا۔

ممکن ہے اس حدیثِ پاک سے یہ مطلب ہی نکالا جائے کہ اس حدیث کا مطلب کلمۂ طیبہ کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ نے اپنے رسولؐ کا ذکر اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے اس لئے نماز یا اذان میں یہ ذکر ساتھ ساتھ ادا ہو جاتا ہے، اوّل تو دلیل اتنی کمزور ہے کہ اسے کوئی عقل سے خارج ہی پیش کر سکتا ہے جیسا کہ بعض نے جہلِ علم کی بنیاد پر کیا ہے، کیونکہ یہ بات تو جبریلؑ اس وقت فرماتے جب پہلی مرتبہ کلمۂ طیبہ سے اللہ کے حبیبؐ کو آگاہ کیا جاتا تو اس کلمہ کو سن کر رسولِ خدا حضرت ابو سعید خدریؓ یا دیگر صحابہؓ کو اپنے ذکر کی اس بلندی سے آگاہ فرماتے مگر ایسا نہیں ہوا، دوئم یہ کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ کے دوسرے معنی یہ بھی ہوئے کہ اللہ کا ذکر بھی تمہارے ذکر سے جُدا نہیں ہے جو تمہارا ذکر کرے گا وہ دراصل ہمارا ذکر کرے گا۔ ان کلمات کو جوشِ عقیدت ہی نہ سمجھا جائے کیونکہ اب تک جتنی بات کہی ہیں ان میں عقیدت تو لازمی ہے ہی مگر کسی مستند حوالے کے پیش نہیں کی ہیں البتہ ان کلمات میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں جوشِ عقیدت میں حد سے گزر گیا ہوں تو اس کے حوالے میں بھی حدیثِ قدسی پیش کرتا ہوں۔ الفاظ ہیں:

جَعَلْتُ تَمَامَ الْاِیْمَانِ بِذِکْرِكَ مَعِیْ وَقَالَ اَیْضًا جَعَلْتُكَ ذِکْرًا مِنْ ذِکْرِیْ فَمَنْ ذِکَرَكَ ذَکَرَنِیْ۔ (شفا شریف صہ ۱۲)

ترجمہ:۔ "میں نے ایمان کا ہونا اس بات پر موقوف کر دیا ہے کہ اے میرے محبوب میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہو اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرا دیا ہے پس جس نے تمہارا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا۔"

قرآن بار بار ارشاد فرما رہا ہے کہ اللہ اور اُس کا رسولؐ بلائیں تو حاضر ہو جاؤ،

marfat.com

مفسرین نے فرمایا رسولؐ کا بلانا بھی اللہ کا ہی بلانا ہے۔ یہاں حدیث قدسی ہے "جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا"۔

جیسا کہ ہم پہلے ہی سے عرض کرتے چلے آرہے ہیں کہ بغیر کسی مستند حوالہ کے ہماری زبان پر کوئی کلمہ نہیں آئے گا چنانچہ قرآنِ کریم کی آیاتِ مقدسہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ مکرم پیش کیے گئے، اب جو حوالے آرہے ہیں وہ تاریخی واقعات ہیں اور نہایت مستند حوالوں کے ساتھ ہیں۔ قرآنی آیات اور حدیثِ نبوی کے مقابل ان حوالوں کی نہ ضرورت ہے نہ اہمیت، کہ سب سے افضل قرآن اور حدیث ہیں۔ قرآن خود اپنے متعلق پہلے ہی کہہ رہا ہے کہ قرآن نور ہے اور اس میں شک کی گنجائش نہیں، ترجمہ مفسرین نے کیا ہے اور حدیث کو امام بخاری نے پیش کیا ہے،

تاریخی واقعات کے ذکر سے ایک فائدہ قارئینِ کرام کو مسجدِ نبوی میں ہونے والے واقعات کا علم ہے اور اس سے استفادہ ہے کیونکہ تمام مساجد مساجد ہیں اور مسجد نبوی مسجد بھی ہے اور دربارِ رسالت بھی ہے۔ مرکزِ تبلیغ بھی ہے اور مسکنِ پیمبرؐ بھی ہے، تاریخ اسلام میں ایسے بے شمار واقعات گزرے ہیں جنکا تعلق مختلف مساجد سے رہا ہے۔ لیکن جو حیثیت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو شرف و بزرگی اللہ نے اسے عطا فرمائی ہے، وہ کسی اور کو نہیں ہے۔ اس لئے اس مسجد میں ہونے والے واقعات کی اہمیت دُنیا کی تمام مساجد کے واقعات سے زیادہ اہم اور معتبر ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

"میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد تمام انبیاءؑ کی مساجد کی خاتم ہے بہ مسجد الحرام کے بعد تمام مساجد میں اِس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ اس کی زیارت کی جائے اور اس کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کیا جائے"۔

(مسلم شریف، ج ۱ صفحہ ۴۴۶) مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت)

" میری اس مسجد میں نماز ہزاروں نمازوں سے بہتر ہے دوسری مساجد کے اعتبار سے

marfat.com

بجز مسجدِ حرام کے"۔ (مسلم شریف عربی ج ۱ ص۴۴۶) بخاری عربی ج ۱ ص۱۹۵)

مسجد، مقاصد اور سرگرمیاں

نماز دین کا ستون ہے، مسلمانوں کو اجتماعی طور پر پابند کیا گیا ہے کہ وہ نماز قائم کریں، قرآنِ کریم میں نماز کے قائم کرنے کے لئے بار بار ہدایت ہے' بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام نماز کو جس قدر خوبصورت الفاظ میں بیان فرمایا ہے وہ ایمان والوں کے قلوب کو قیامت تک منوّر کرتے رہیں گے اور اہلِ ایمان اس کی لذّت میں ہمیشہ سرشار رہیں گے۔ جماعت کے ساتھ نماز اَدا کرنے کے مقاصد مسلمانوں میں اخوت، مساوات، ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنا اور شاہ وگدا کے امتیازات کا خاتمہ ہے' حضور نے خود نماز کو اجتماعی طور پر ادا کرنے کا حکم دیا ہے، اس لئے ایسی باجماعت نماز کو ادا کرنے کے واسطے مسجد کا وجود ناگزیر تھا۔

مسجد کو اِسلام میں صرف اور صرف مذہبی عبادات کے اَدا کئے جانے کی حیثیت ہی نہیں دی گئی ہے۔ بلکہ تعلیمی، معاشرتی اور سیاسی اعتبار سے بھی اس کا مقام متعیّن ہوا ہے، اس کی بنیادی وجہ پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اسلامی نظامِ حیات کا تصوّر پیش کرنے، اسلام کو دُور دراز مُلکوں تک پھیلانے کے لئے منصوبہ بندی کرنے، تعلیم کے زیور سے آراستہ کرکے مُبلّغیں کی ایک عظیم جماعت تیار کرنے، اسلام کی دعوت قبول کرنے کی خواہش لے کر ہادیٔ برحق کی خدمت میں آنے والے وفود سے ملاقات کرنے، اُنھیں ٹھہرانے جنگی معاملات پر اہم مشورے کرنے، دفاع اور مہمات پر غور کرنے، عدالتی نظام کے قیام اور عدل وانصاف کی مثالیں قائم کرنے امیرالمومنین سے فریاد لے کر آنے والوں اور اُن کے معاملات کو نمٹانے کے لئے اور خلیفہ کے انتخاب اور بیعت کے لئے ایک مضبوط مرکز کی ضرورت تھی، ایک ایسا مرکز جس کی بنیاد اللہ کے حبیبؐ نے رکھی ہو، جو

marfat.com

بحیثیت مقام کے بھی افضل ترین مقام ہو، رسولِ خدا کی موجودگی کے سبب ان تمام اصولوں پر عمل پیرا ہونے اور اقوامِ عالم کے سامنے زرین مثالیں پیش کرنے کے لئے جس احترام وادب، نظم وضبط اور صبر وسکون کی تربیت کی ضرورت تھی وہ ان کی موجودگی کے احترام کے بغیر ممکن نہ تھی چنانچہ اس عظیم کام کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد کو مرکزیت عطا فرمائی اور اپنی حیات میں ہی اپنے صحابہ کی تربیت کا آغاز فرمادیا، آپ کے اس طرزِ عمل سے جو اللہ کی منشار کے مطابق ہو رہا تھا عبادت کا مفہوم دیگر مذاہب اور اہلِ کتاب کے محدود مفہوم سے نکل کر ہمہ گیر ہو گیا۔ درس وتدریس، فنِ حرب کی تربیت، جہاد کے مشورے، جنگ کے نقشے، عدالتی نظام، فریادرسی، سزا وجزا، سیاسی معاملات پر مشورے، وفود سے ملاقات اور ہر وہ کام جو اسلامی قوانین کی حدود میں رہ کر کیا جائے عبادت میں شامل ہو گیا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بصیرت پر مسلمان ہی نہیں یورپ کے ممتاز مفکرین نے اپنے تبصروں میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے اور اپنے مذہب کی معاشی ومعاشرتی اور سیاسی زندگی سے مذہب اور اس کے اثرات کی علیحدگی کے نقصانات کا موازنہ کیا ہے۔

اب مسجد نبوی کی حیثیت دارالشوریٰ، یونی ورسٹی، دارالشریعت، پارلیمنٹ، دارالقضاۃ، دارالعساکر ہو گئی، اور بسا اوقات جیل اور اسپتال کی بھی رہی ہے۔ چنانچہ اسی یونی ورسٹی سے حضرتِ بلالؓ، صہیبِ رومیؓ، عمار بن یاسرؓ، سلمانِ فارسیؓ، اور ابو ہریرہؓ جیسی ہستیاں فارغ التحصیل ہوئیں، قاریوں کی ایک عظیم جماعت بھی اسی جگہ تیار کی گئی، انہی میں وہ ستر قرار بھی تھے جن کو غزوۂ احد کے بعد ۴ھ میں بیرِ معونہ میں دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا گیا اور وہ شہید کر دیئے گئے تھے، اور اسی مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعراءِ کرام سے نعت اور حمد بھی سماعت فرماتے، بعض اوقات دشمنانِ اسلام کی شاعری کا جواب بھی اشعار میں اسی جگہ دیا جاتا۔ حبشی فنکار اسی

marfat.com

مسجد کے صحن میں ڈھال اور نیزے کے کرتب دکھاتے، بیماروں کے لئے صحنِ مسجد میں خیمے نصب کئے جاتے، مالِ غنیمت کی تقسیم پر اسی مسجد میں عمل ہوتا، ان تمام واقعات کی تفصیل کے لئے تاریخِ اسلام خلافتِ راشدہ مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ، طبقاتِ ابن سعد، فتوح البلدان مطبوعہ قاہرہ مصر، بخاری شریف، سیرت النبی ابنِ ہشام مصر، بخاری شریف عربی، مسلم شریف اور دیگر بے شمار کتابوں سے سیر حاصل مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ ہم نے مندرجہ بالا کتابوں کے حوالوں سے ہی اسے مرتب کیا ہے۔

تاریخی حوالے

تاریخی واقعات پر جب آپ نظر ڈالیں تو اس کے وسیع مطالعے سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے کہ اسلام کی بنیاد رکھنے اور اسلام کے اُصولوں سے متعارف کرانے والی اوّلین ہستیوں کے پیشِ نگاہ مقصدیت کو درجۂ اولیٰ حاصل رہا، فرائضِ نماز کی ادائیگی کے بعد تمام وقت نوافل میں بھی یا تسبیح میں ہی گزارا جا سکتا تھا مگر اس کے برعکس مسجد نبوی کا نقشہ کچھ اور ہی تھا، اس مقدس مقام پر جسے اسلام کی اشاعت کی مرکزی حیثیت حاصل تھی شب و روز جو کچھ ہوتا اس کا ذکر اختصار سے اُوپر گزر چکا، ہم یہاں دو واقعات نقل کر رہے ہیں جن سے اندازہ کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی کہ مساجد میں کن اعمال پر پابندی لگائی جا سکتی ہے اور کن باتوں پر نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو آپ کو دو گروہوں میں جُدا جُدا نظر آئے ایک گروہ اُن کا تھا جو نوافل اور عبادتِ خدا میں مشغول تھے اور دُوسرا گروہ وہ تھا جو فقہ کی درس و تدریس کے مشغلے میں منہمک تھا۔ حضورؐ نے دیکھ کر فرمایا:

marfat.com

"دونوں ہی اچھا کام کر رہے ہیں البتہ ایک کا کام بہتر ہے - آپؐ نے فرمایا جو لوگ خدا سے مانگ رہے ہیں۔ اُن کے متعلق خدا کی مرضی ہے کہ چاہے تو دے اور چاہے تو نہ دے، البتہ دُوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو علم حاصل کر رہے ہیں، اور جہالت کو دُور کر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ میں خود بھی مُعلّم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

یہ فرماتے ہوئے آپؐ نے اس حلقے میں جگہ بنا لی جہاں درس ہو رہا تھا۔

اس مثال میں فرض نماز کے بعد نوافل یا تسبیح یا وظائف اور درس و تدریس کے درمیان ایک کی دُوسرے پر اہمیّت اور فضیلت میں اللہ کے رسولؐ نے خطِ امتیاز کھینچ دیا ہے، درس و تدریس قرآن اور فقہ ہی نہیں ایک عالمگیر نظریۂ حیات کو پھیلانے کے لئے ہر وہ کام جو اسلامی نظامِ حیات کے قیام اور تحفظ میں مددگار ہو سکتا تھا اس کا درس بھی جاتا تھا۔ ایک اور مثال سے یہ بات زیادہ واضح ہو جائے گی۔

بخاری شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے صحن میں حبشی فنکاروں کو ڈھال اور نیزے کے کرتب دکھانے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی اور یہ کہ "حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے دوشِ مبارک کا سہارا لے کر حبشی فنکاروں کے کرتب دیکھے۔" (بخاری شریف عربی ج ۱ ص ۶۵)

اسی واقعہ کو حکیم محمد سعید نے "آنحضرت بحیثیت شوہر" کے زیرِ عنوان ذرا تفصیلی تحریر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:

> "عید کا دن تھا، چند حبشی باشندے حرمِ نبوی کے قریب ایک تماشہ دکھا رہے تھے، بہ تقاضائے عُمر جنابہ صدیقہؓ نے یہ تماشا دیکھنے کی خواہش ظاہر کی، سرکارِ دو عالمؐ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اُمّ المومنینؓ حضورؐ کے دوشِ مبارک پر ٹھوڑی رکھ کر تماشہ دیکھنے لگیں اور دیر تک دیکھتی

marfat.com

رہیں"؟ ایک بار دریافت فرمایا۔
"کیوں حمیرا جی نہیں بھرا؟" حبیبۂ رسولؐ نے بے تکلّف انکار فرمایا۔
"ابھی نہیں بھرا"۔
چنانچہ آپؐ یونہی کھڑے رہے یہاں تک کہ خود جنابِ صدیقہؓ تھک کر ہٹ گئیں"۔

اس واقعہ سے ایک بات اور سامنے آئی کہ وہ تمام کھیل جس میں شجاعت ہمّت، بہادری اور جہاد کی نیّت کے مظاہرے ہوں جس کے پیش کرنے، جن کا مظاہرہ کرنے سے پست ہمّت انسانوں کو حوصلہ اور نابلد انسانوں کو سامانِ حرب اور اس کے استعمال سے واقفیت ہوتی ہو اسلامی شعائر میں داخل ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس نے اسی مصلحت کے پیشِ نظر اس کے مظاہرے کی اجازت مسجدِ نبوی کے صحن میں عطا فرمائی۔

نعت گوئی اور مسجد

ان حوالوں کے بعد اس تمام بحث کا لبِ لباب آپ کے سامنے اس صورت میں ہے کہ اسے مزید دُہرانے کی ضرورت نہیں، مساجد کی تعمیر کا مقصد عبادت ہے اور عبادت وہی ہے جس کی تشریح و توضیح کسی فلسفی یا عالم نے نہیں کی بلکہ جو واقفِ اسرار و رموزِ آیاتِ الٰہی بن کر اس جہانِ آب و گل میں بشریت کا جامہ پہن کر تشریف لائے فرمائی ہے اور جو کچھ فرمایا ہے اور جو کچھ اُس پر عمل کر کے دکھایا ہے اُس کی اطاعت اور اتباع ہر کلمہ گو پر لازم ہے، ایمان کی شرط ہے۔ چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعرائے عرب بالخصوص حضرت حسّانؓ سے وہ اشعار صحابۂ کرامؓ کی موجودگی میں سماعت فرمائے جو خود محبوبِ خدا کی شان میں اور اسلام کے دشمن

marfat.com

شاعروں کے جواب میں ہوا کرتے تھے، اس سے یہ بات ثبوت کو پہنچی کہ مسجد میں حمد و نعت کے اشعار سُنانا اور سُننا دونوں سنّتِ رسولؐ ہیں۔ اور نعت گو شاعر کو اعزاز بخشنا، اُس کا احترام کرنا، اس کو عزت دینا بھی سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تیسری بات جو سب سے اہم ہے اس پر بعض معترضین کی تحریریں میری نظر سے گزریں جس میں انھوں نے نہایت عیارئ فکر سے کام لے کر محفلِ میلاد کے قیام کی صدی ہجری تلاش کی ہے اور قارئین کو یہ تاثر دیا ہے کہ محفل کا انعقاد کر کے نعت سُننا اور سُنانا صدیوں بعد کی پیداوار ہے جس نے مُسلمانوں کو اصل جہت اور حصولِ علم، اور تحقیق، غور و فکر، اور ذکر و تسبیح سے ہٹا کر ایک ایسے مشغلے میں ڈال دیا جس میں غیر مُسلموں کی روایات کا اندازِ عبادت نمایاں تھا، اس قسم کی لایعنی بات اور جہلِ علم کے تحقیقی کارنامہ کو صرف یہی ایک بات باطل قرار دیتی ہے کہ مسجدِ نبوی میں منبرِ رسولؐ پر مدّاحِ رسول بیٹھا ہے اور جس کا وصف بیان کیا جارہا ہے وہ حُسنِ دو عالم نُورِ مجسّم روبرو ہے، اور اس شمعِ رسالت کے پروانے مست و بے خود ہو کر محبوبِ رب کی ثنا رسُن رہے ہیں۔ اس محفلِ میلاد پر کوئی قدغن نہیں کی جاتی اگر کی جاتی ہے تو اس صدی کے مُسلمانوں پر جو دُنیا کی پریشانیوں، مصائب اور ناسازگار حالت سے اُکتا کر اپنی رُوح کو تسکین دینے، اپنے ایمان کو تقویت پہنچانے اور اپنے قلوب کو منوّر کرنے کے لئے مسجد کا رُخ کرتے ہیں اور اس مقام کو صاف ستھرا، پاکیزہ اور مقدس جان کر اس میں ذکرِ حبیبؐ کبریا سننے اور سُنانے میں اتباع اور اطاعتِ رسولؐ کا حق ادا کرتے ہیں۔

یہاں ایک اور بات بھی قابلِ ذکر یاد آ گئی کہ محفلِ نعت کا جہاں تک سُنتِ رسولؐ ہونے کا تعلق ہے اس میں اب کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی اس لئے یہ عمل سنتِ رسولؐ ہے لیکن قرآنِ کریم میں بار بار جو یہ ذکر آیا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْل

marfat.com

اس اتباع اور اطاعت سے کوئی کسی مسلمان کو کیسے روک سکتا ہے۔

اطاعت اور اتباع کی تشریح

میں آپ کو پچھلے دو حوالے یاد دلاتا چلوں جس میں اس کی وضاحت کی گئی تھی کہ رسولؐ کا اپنی طرف بلانا اللہ ہی کی طرف بلانا ہے اور رسول اللہ کا ذکر اللہ کا ذکر ہے۔ بلکہ ایمان کا ہونا اسی بات پر موقوف فرما دیا ہے کہ میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر ہو اس حوالے کی روشنی میں یہ بات بھی یاد آگئی کہ رسول اللہ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے سورۃ النساء کی آیات ہیں :

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ (النساء ۸۰-۷۹)

ترجمہ : "اور اے میرے محبوب، ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسولؐ بنا کر بھیجا، اس پر خدا کی گواہی کافی ہے" اس گواہی کے بعد ارشاد ہوتا ہے:۔

"جس نے رسول کا حکم مانا اُس نے اللہ کا حکم مانا"

اور آگے چل کر نہ ماننے والوں کے لئے سخت تنبیہ ہے۔ فرمایا :

"اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کا محافظ بنا کر نہیں بھیجا"

اب وہ حضرات جو اس بات پر بضد ہیں کہ مساجد صرف اللہ کی عبادت اور ذکر و تسبیح کے لئے ہیں ان میں محفل میلاد کی رونق نہیں ہو سکتی وہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ کے کیا مطالب بیان فرمائیں گے۔ عربی زبان اور لغاتِ عربی پر ہم مقدمۂ کتاب میں تفصیلی بحث کر چکے ہیں اور نہایت مستند حوالوں سے اس بحث کو مکمل کیا ہے۔ لیکن کسی وجہ سے اگر دل اس بات کو قبول کرنے میں راضی نہ ہو رہا ہو تو ہم مختصر اس پر بھی روشنی ڈال دیتے ہیں۔ ان الفاظ کی جس کی تکرار قرآن کریم میں بار بار آئی ہے لغوی اور

marfat.com

اصطلاحی حیثیت کیا ہے۔

عربی زبان میں اِتباع کہتے ہیں "کسی شخص کے پیچھے پیچھے چلنا" "لِسانُ العرب" عربی لُغت کی مشہور کتاب ہے جسے ابنِ منظور نے مرتب کی ہے وہ یوں استدلال پیش فرماتے ہیں۔

"قال الفراء الاتباع ان لیسیر الرّجل وانت تسیر وراء۔ واذا قلت اتبعته فکانک تفوته"

ترجمہ:۔ "فراء (لغتِ نحو کے امام ہیں) نے کہا کہ اتباع کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص آگے آگے چل رہا ہو اور تو اس کے پیچھے پیچھے اور نقشِ قدم پر چلا"۔

(لسان العرب فصل التاء من باب العین ۱۲)

امام ابوالحسن الامدی نے اس کے اِصطلاحی معنی اس طرح بیان کئے ہیں:۔

" واما المتابعة فقد تکون فی الفعل والترک فاتباع القول هو امتثاله علی الوجه الذی۔ اقتضاه القول والاتباع فی الفعل هو التأسی بعینه له والتأسی ان تفعل مثل فعله علی وجه من اجله "

ترجمہ: " مطابعت کبھی کسی کے قول کی ہوتی ہے اور کبھی کسی کے فعل و ترک کی، کسی کے قول کے اتباع کے معنی تو یہ ہیں کہ اپنے مطبوع کی اس طرح فرمانبرداری کی جائے جس طرح اس کے قول کا تقاضا ہو اور کسی کے فعل کے اتباع کے معنی یہ ہیں کہ اس کے فعل کو اسی طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لئے کیا جائے، کیونکہ وہ کرتا ہے"۔

(الاحکام فی اُصول الاحکام ج ۱ ص ۸۹-۸۸)

یعنی محبوبِ خدا کے افعال کو اسی طرح ادا کریں جس طرح انھوں نے ادا کئے اور اس لئے ادا کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے ادا فرمایا۔ (مساجدین مدارج

marfat.com

رسولؐ کو منبر پر بٹھا کر اور سامنے بیٹھ کر حبیبِ کبریا کی تعریف اشعار میں سماعت فرمانا اتباعِ رسولؐ، قول اور فعل کے مطابق ہے یا نہیں)

آئیے! اتباع کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ کی تشریح کے بعد اب لفظِ "اطاعت" کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ پر بھی غور فرما لیجئے، "اطاعت" کسی کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کے معنی میں آتا ہے، ابنِ منظور جن کا حوالہ اوپر گزر چکا اپنی لغت "لسان العرب" میں عربی کی ہی ایک اور مشہور کتاب "تہذیب" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وفی التھذیب وقد طاع لہ یطوع اذا انقاد لہ بغیر الف فاذا مضیٰ لامرہ فقد اطاع لہ

("لسان العرب" فصل الطاء من باب العین)

ترجمہ:۔ تہذیب میں ہے کہ قد طاع لہ یطوع (جبکہ ثلاثی مجرد ہو) کے معنی ہیں کسی کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا اور جب کوئی کسی کے حکم کی تعلیم کرے تو کہتے ہیں (فقد اطاعہ) اُس نے اُس کی اطاعت کی۔"

اور اب لفظِ اتباع کی طرح لفظِ اطاعت کے اصطلاحی معنیٰ بھی سمجھ لیجئے۔

امام ابوالحسن الامدی تحریر فرماتے ہیں:

"ومن اتی بمثل فعل الغیر علی قصد اعظامہ فھو مطیع لہ۔"

(الاحکام فی اصول الاحکام ج ا ص۹ طبع صبیحی)

ترجمہ: "جب کوئی شخص کسی دوسرے کی عزت و احترام کے ساتھ بعینہٖ اس کے فعل کی طرح کوئی فعل کرے تو کہتے ہیں کہ یہ شخص فلاں شخص کا مطیع ہے۔"

خط کشیدہ کو ملاحظہ فرمائیے۔ کسی دوسرے کی عزت و احترام کے باعث ہم مسجد میں محفلِ نعت کرتے ہیں کس کے احترام کی باعث، جنابِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، دُوسرا جملہ ہے بعینہٖ اس کے فعل کی طرح یعنی منبر بچھوانا، اس پر چادر ڈالنا، شوقِ سماعت کے ساتھ

marfat.com

سُننا، دعاؤں اور انعام و اکرام سے نوازنا۔

میں سمجھتا ہوں ہمارے قارئین کو مزید کسی حوالے کی اب ضرورت باقی نہ رہی ہوگی ورنہ قرآنِ کریم کی آیاتِ مبارکہ اور سیّد المرسلین کے ارشاداتِ اقدس اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اتباع کی مثالوں، محدثین اور مفسرین کے اقوال سے اس مضمون کو کئی جلدوں پر مزین کیا جا سکتا ہے۔ میں آخر میں یہی عرض کروں گا کہ ہر صاحبِ ایمان جانتا ہے۔

"وہ شہر تمام شہروں میں افضل، وہ مسجد تمام مساجد میں افضل، وہ منبر تمام منبروں سے افضل، وہ شاعر تمام شعراء سے افضل، وہ بیانِ مدح وثنا تمام شاعری سے افضل، وہ سماعت تمام سماعتوں سے ارفع۔

غلام سُنا رہا تھا آقاؐ سماعت فرما رہے تھے
غلام تعریف کر رہا تھا، آقاؐ تصدیق فرما رہے تھے
غلام سوال کر رہا تھا، آقاؐ جھولی کو بھر رہے تھے"

مساجد میں محافلِ نعت کا انعقاد اسی مقدس اور بابرکت، جانفزا اور رُوح پرور، ممدِ حیات اور مفرح ذات حُسنِ عمل کی تائید و تقلید ہے، اطاعت و اتباع ہے، قرآن و سنت کی روشنی میں ہے۔ اہلِ قلم، اہلِ ارادت، اہلِ امارت، اہلِ جنوں اور اہلِ اختیار کا فرضِ منصبی اور ایمانی ہے کہ اس متنازعہ مسئلہ کو شریعت کی رُو سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جلد از جلد ختم کرا کر ملت کو مُلک کو سلامتی اور بقاء، ترقی اور استحکام میں شانہ بشانہ شریک ہونے کا موقع دے کر اپنے پروردگار کو راضی اور خوش کرنے کی سبیل پیدا کریں اور یہ پیشِ نظر رہے ؎

دو عالم خدا کی رضا چاہتا ہے
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

(احمد رضاؒ)

آدابِ نعت

قرآنِ کریم وہ سرچشمۂ ہدایت ہے جس نے کائنات کی ہر شے اور انسان کے ہر عمل کو پرکھنے کی تمیز اور شعور عطا کیا ہے۔ قرآنِ کریم کے اسرار و رموز کو سمجھنے اور تمیز و شعور کی منزلوں تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ محترم ہے جو خدا اور بندے کے درمیان واسطہ اور وسیلہ ہے، چنانچہ اس ذاتِ محترم اور ہستی بے مثال کی تعریف و توصیف کے باب میں جو کچھ اب تک تحریر ہوا اُس کی روشنی میں اِس بات کو بھی شدت سے محسوس کیا گیا کہ اس ذکرِ جمیل کے بیان کرنے کے آداب و سلیقے کے متعین اُصولوں سے بھی نعت گو شعراء اور بالخصوص نعت خواں حضرات، نیز محافلِ میلاد کا اہتمام کرنے والوں کو روشناس کرایا جائے، اور اُصولوں کا تعین بھی اسی سرچشمۂ ہدایت سے لیا جائے اور خود صاحبِ قرآن کے درس سے اخذ کیا جائے، صحابۂ کبارؓ کے عمل پر غور کیا جائے۔ ملائکہ سے آدابِ حضوری کی سند لی جائے، محدثین و مفسرین سے تشریحات طلب کی جائیں، اولیاءِ کرام و مشائخ و صوفیائے کے اقوال سے رہبری حاصل کی جائے، چنانچہ آدابِ نعت کے موضوع پر بھی اظہارِ خیال کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اس مضمون کا خطاب دو طبقوں سے ہے ایک وہ جو محافلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انعقاد کرنے والے ہیں۔ حصولِ ثواب، عقیدت و محبت اور جذبۂ خلوص و رضائے الٰہی کے لئے اس محفلِ پاک سے اپنے گھروں کو رونق بخشتے ہیں، دوسرے وہ جو اِن مبارک و مقدس محفلوں میں مسند پر جلوہ افروز ہو کر بحیثیتِ شاعر اپنا کلام پیش کر کے دادِ سخن حاصل کرتے ہیں یا اپنی خوش نوائی سے کسی شاعر کا کلام سنا کر حاضرینِ محفل کو

marfat.com

ایک سرور طاری کر دیتے ہیں اور وہ جو اس ذکرِ جمیل کو واعظ خوش بیاں بن کر تشنہ لبانِ ذکرِ اوّلی و اعلیٰ کو سیراب فرماتے ہیں۔

زندگی کے جس طرح تمام شعبوں میں قرآنِ کریم مشعلِ ہدایت بن کر راہ نمائی کر رہا ہے، حدیثِ نبوی جس طرح ان آیاتِ مقدسہ کی سہل ترجمانی کر رہی ہے اور حیاتِ انسانی کا کوئی عمل ہدایت سے محروم نہیں ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہو کہ اللہ کے محبوب کی بارگاہِ عالی میں اپنے جذبات و خیالات کے اظہار کے آداب و طریقے، انداز و سلیقے کے لئے قرآن خاموش رہا ہو، جب کلام کا یہ رتبہ اور اس کے بیان کا اس قدر اہتمام ہے تو صاحبِ کلام سے ہمکلامی اور عرضِ تمنّا کے آداب کس قدر ہوں گے، ہم اگر نعت کی ابتدار اور انتہا پر اپنی تحریروں کو ختم کر دیتے تو یہ مضمون آدابِ نعت کے بغیر تشنہ اور نامکمل ہوتا اس لئے اس پر قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ، سرکارِ مدینہ کے اقوالِ زرّیں، صحابۂ کرام کے طرزِ عمل، محدّثین کی تشریحات، اولیار اللہ کے اعمال اور ائمہ و مشائخ کے اعتقادات و صوفیائے و اکابر علمار کی ہدایات کی روشنی میں جو راہیں متعین ہوئی ہیں اُن کو پیش کر رہا ہوں۔

قرآن کی روشنی میں

قرآنِ کریم کی روشنی میں شانِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے آداب میں جتنی آیات کا نزول ہوا ہے آپ کی شانِ مبارک سے بے پرواہ ہو کر، اپنے غرورِ علم کے سبب گمراہ ہو کر گستاخیاں اور بیباکیاں کرنے والوں کے لئے بھی تاکید اور تنبیہ کی بے شمار آیات کا نزول ہوا ہے۔ چنانچہ آپ کے ادب کو رُکنِ ایمان قرار دیتے ہوئے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے سُورۃ النسار، سُورۃ المائدہ، سُورۃ الانفعال الاعراف، النُّور، الاحزاب، الفتح، الحجرات میں خاص ہدایات و تاکید فرمائی ہیں یہ اُن بے شمار

marfat.com

آیاتِ قرآنی کے علاوہ ہیں جس میں آپؐ کے فضل و کمال، مراتب و درجات، علوم و اختیارات اور انوار و تجلیات پر نازل ہوتی رہی ہیں۔ اسی طرح آپؐ کی شان میں بے ادبی کرنے والوں کو تاکید اور تنبیہہ کے لئے، اپنے عذاب سے ڈرانے کے لئے، حق تعالیٰ نے سورۂ بقرہ، التوبہ، الاحزاب، سورۂ صٓ اور الحجرات میں ہدایت فرمائی ہے اور اپنے جلال کا مظاہرہ کیا ہے، یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لی جائے کہ قصداً اور ارادۃً بے ادبی اور گستاخی پر تو لازمی خدائے قہار و جبار کو جلال آتا ہی ہے لیکن کوئی صاحب اس غلط فہمی میں ہرگز نہ رہیں کہ انجانے پن اور لاعلمی کے سبب بھی اگر وہ تمام عمر کوئی ایسا عمل کرتے رہے جو خداوند قدوس اور محبوبِ خدا کی شان کے خلاف اور سوئے ادب تھا تو وہ گرفت سے باہر ہونگے، اس لئے کہ باوجود ایمان والے ہونے کے، باوجود صحابہ میں شمار کئے جانے کے اور باوجود دربارِ رسالت میں حاضری کا شرف حاصل ہونے کے صاف اور واضح ہدایت آئی کہ اپنی آوازوں کو اپنے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے اُونچا نہ کرو، کہیں تمہارے عمل ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو، یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنے محبُوب کا احترام اس درجہ مقصود ہے کہ وہ ذرا سی غفلت اور نادانی کو بھی گوارا نہیں فرماتا خواہ وہ انجانے پن کی وجہ سے ہی سرزد ہوئی ہو، ملاحظہ کیجئے اس بات کو بھی اگر خود اُس کی ذات پر کوئی تنقید کرے اُس کی نافرمانی کرے تو اُسے اِس درجہ جلال نہیں آتا جس قدر اپنے محبُوب کی شان میں ذرّہ کے برابر بھی کسی کو بے اَدب پاتا ہے۔

قرآنِ کریم میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، سورۂ البقرۃ کی آیات ہیں:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ

marfat.com

ترجمہ :۔ " اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے اور کون (اُن کی اطاعت سے) اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے"۔

آگے ارشاد ہوتا ہے :

• وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ"۔

ترجمہ : • اور بے شک یہ بات لوگوں پر بھاری تھی مگر اُن پر نہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی"۔

اور اب اسی کے ساتھ قرآن کریم کی یہ آیات قابلِ غور ہیں۔ فرمایا گیا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ـــــ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

ترجمہ :۔ " اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ تمہارے ایمان (اور اعمال) ضائع کردے۔ بے شک اللہ تعالیٰ آدمیوں پر بڑا مہربان اور نہایت رحم کھانے والا ہے"۔

ملاحظہ فرمائیے ان دونوں مقامات پر چند اُمور نہایت قابلِ غور ہیں۔ فرمایا گیا اللہ کی یہ شان ہرگز نہیں کہ وہ اپنی ناراضگی سے کسی کے ایمان اور عمل کو ضائع کردے، اور اس بات پر یقین دلانے کے لئے ساتھ ہی یہ بھی فرما رہا ہے کہ وہ تو بڑا مہربان ہے اور نہایت رحم کھانے والا، یہاں صرف رحم کھانے والا اور مہربان ہی نہیں کہا جارہا ہے مہربان کے ساتھ بڑا کا لفظ بھی ہے اور نہایت کا لفظ بھی ہے اور خطاب مومنین کہہ کر نہیں بلکہ الناس کہہ کر کیا گیا ہے۔ یعنی واقعہ یہ ہے کہ قبلہ کا رُخ بدل جانے پر جن دِلوں میں یہ شکوک پیدا ہوگئے کہ قبلہ کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ہمارے پچھلے تمام اعمال تو ضائع نہیں ہوگئے اور کہیں توحید بھی منسوخ نہ ہوگئی ہو ایسے مشکوک ذہن رکھنے والوں کو بالمومنین کہہ کر نہیں بالناس کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے مگر اس کے باوجود کہ خدا کے حکم اور فرمان میں کھلا شک کیا گیا۔ کوئی سزا نہیں دی

گئی اور کسی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا گیا اس کے برعکس سورۃ الحجرات میں جن سے ارشاد ہو رہا ہے اگرچہ وہ ایمان والے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں میں ہیں اُن سے ارشاد ہو رہا ہے۔

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ (الحجرات)

"اے ایمان والو! اپنی آوازیں اُونچی نہ کرو اس نبی کی آواز سے اور اُن کے حضور چلّا کر بات نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو، کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔"

اس واقعہ میں بے شمار باتیں قابلِ غور ہیں جس پر مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے ہمارا مقصد تو ادب واحترام کے سلسلے میں جہاں اس آیت کو پیش کرنا ضروری تھا وہاں ہم اس واقعہ اور نزولِ آیت کے سبب اور جو نتیجہ برآمد ہوا وہ بھی پیش کئے دیتے ہیں۔

حضرتِ ثابت بن قیس کا واقعہ

واقعہ یہ ہے کہ حضرتِ ثابت بن قیس بن شماس کو ثقلِ سماعت تھا اس کے سبب ان کی آواز اُونچی تھی یہ آیت اُنہی کے حق میں نازل ہوئی، اس آیت کو سُن کر ثابت بن قیس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید میں اہلِ نار میں ہو گیا، اور رنج وخوف سے گھر میں بیٹھ رہے۔ باہر نکلنا ترک کر دیا۔ ایک روز حضورِ اکرم صلی اللہ

marfat.com

علیہ وسلم نے حضرتِ سعد رضی اللہ عنہ سے اُن کا حال دریافت فرمایا تو حضرت سعدؓ نے جواب میں عرض کی کہ وہ میرے پڑوسی ہیں اور میرے علم میں ہے کہ وہ بیمار نہیں ہیں۔ حضرتِ سعدؓ ثابت بن قیس بن شماس کے گھر پر دریافتِ حال کے لئے پہنچے تو ثابت نے کہا۔ اے سعد! تم جانتے ہو، یہ آیت نازل ہوئی ہے اور میں آواز میں ثقلِ سماعت کیوجہ سے تم سب سے بلند ہوں، تو میں جہنّمی ہو گیا ہوں۔ حضرتِ سعدؓ نے ثابت کی یہ بات سُن کر رحمت اللعالمین کی بارگاہ میں اس واقعہ کو پیش کیا۔

رحمت اللعالمین نے ارشاد فرمایا: "وہ اہلِ جنّت سے ہیں"۔

یہ تھا صحابۂ کرام کے دلوں میں ذاتِ اقدس کا ادب واحترام، معلوم یہ ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب کی شان میں ذرّہ برابر بھی کسی طرح کی جانی اور انجانی غلطی گستاخی اور بے ادبی کو برداشت نہیں فرماتا اور جو اللہ کے محبوبؐ سے محبّت کا دعویٰ اور محبّت کی باتیں کرتے ہیں وہ اُن کے ادب واحترام کا اس درجہ پاس رکھتے ہیں۔ اور تیسری بات یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دلوں کا حال معلوم ہوتا ہے وہ بے خبر نہیں ہیں کہ کون اُن کی محبّت میں ان کا ذکر کر رہا ہے اور کون طلب نام ونمود میں کر رہا ہے۔ وہ ایک ایک کے مقصود سے واقف ہیں جس میں کسی طرح شک وشبہ کرنا بھی ایمان کو ضائع کرنا ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے:

" اِنِّی اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا یَسْمَعُوْنَ۔

(ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ صـ۴۵۷)

(خصائص الکبریٰ صـ۲۷/۱)

ترجمہ:- میں وہ دیکھتا ہوں جو کوئی نہیں دیکھتا۔ اور وہ سُنتا ہوں جو کوئی نہیں سُنتا"

اے فروغِ صبحِ آثار و دہور
چشمِ تو بینندۂ ما فی الصدور (اقبالؒ)

اب ہم قرآنِ کریم کی ان آیات میں سے چند کو بطورِ حوالہ پیش کرتے ہیں، جو ایمان والوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادب و احترام کا درس دے رہی ہیں اور تاکید ہیں۔ اور جو بے ادبی اور گستاخی کرنے والوں کو تنبیہہ کر رہی ہیں اور اُن کا ٹھکانہ اُن کو بتا رہی ہیں۔

اِن آیات کے حوالوں سے پہلے ایک مرتبہ پھر اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین فرما لیجئے کہ آخرت کے متعلق جتنی بھی گفتگو ہے اور ثواب کا جتنا بھی فلسفہ ہے وہ سب محتاج ہے حبیبِ کبریا، سرورِ انبیاء کے حضور ادب و احترام کا، جن کے ہاتھوں میں یہ دامانِ احترامِ نبوّت آیا ان کے ہاتھوں میں عنانِ اختیارِ بحر و بر آ گئی اور جن کے ہاتھوں سے یہ دامن چھوٹ گیا، وہ خداوندِ قہار کی اور اس کے ملائکہ کی لعنتوں کے پلّے پڑ گئے، اپنی دنیا بھی خراب کی اپنی آخرت بھی بگاڑ دی، یہ باتیں میرے قلم سے جوشِ عقیدت یا فرطِ محبت سے ہی نہیں نکل رہی ہیں بلکہ قرآنِ کریم اس پر واضح اعلان کر رہا ہے۔

قرآنِ کریم میں گستاخ مشرکین اور منافقین سے علیحدہ خطاب فرمایا گیا ہے جس میں اُن کو سخت تنبیہہ کی جا رہی ہے اور ایمان والوں سے علیحدہ خطاب فرمایا جا رہا ہے جس میں اُنھیں ایک خاص لب و لہجہ میں ہدایت کی جا رہی ہے قرآنِ کریم کی فصاحت و بلاغتِ آیات پر اہلِ علم و دانش بہت لکھ چکے ہیں اور لکھا جاتا رہے گا۔ ان آیات میں جہاں جہاں خطاب فرمایا گیا ہے۔ وہ باعتبارِ اعجازِ کلام ہدایت اور تنبیہہ کی قابلِ غور مثال ہے۔

سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوتا ہے:۔

marfat.com

سُورۂ توبہ کی تنبیہہ

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ (التوبہ۔ ۶۱)

ترجمہ :۔ " اور جو رسُول اللہ کو ایذا دیتے ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے "۔

منافق کے معنی تو آپ بخوبی سمجھتے ہیں اور ان کی اقسام سے اور ان کے طریقۂ کار سے بھی یقیناً آپ کو واقفیت ہو گی۔ ان کا طریقہ کوئی آج ہی ایسا نہیں بدلا ہے بلکہ ابتداسے عہدِ رسالت سے ہی اُن کے خمیر میں یہ بات آچکی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں منافقین نہایت خاموش ہو کر بیٹھتے لیکن جب مجلس دربارِ رسالت سے نکل کر تنہائیوں میں جاتے تو اپنی مجلسوں میں وہ گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتے، ٹھٹھہ کرتے، مذاق اُڑاتے۔ بعض سنجیدہ لوگوں نے کہا کہ اگر حضورؐ کو خبر ہو گئی تو اچھا نہ ہو گا، انھیں منافقوں میں ایک جلاس بن سوید" بھی تھا اُس نے جواب دیا " ہم جو چاہیں کہیں، جب ان کے سامنے جائیں گے مکر جائیں گے کہ ہم نے یُوں کہا تھا اور قسم کھالیں گے۔ وہ (نبیؐ) تو "کان" ہیں، ان سے (نبیؐ سے) جو کہا جائے سُن کر مان لیتے ہیں" (یہاں لفظِ کان میں گستاخی کا پہلو ہے) اپنے محبُوب کی شان میں رب تعالیٰ کو ایسے گستاخانہ جُملے کب گوارا ہو سکتے تھے، سورۂ توبہ کی یہ آیتیں نازل ہوئیں جس میں اس کے غیظ و جلال کی تمازت نمایاں ہے جس کو سُن کر منافقین کے چہرے جُھلس گئے ہوں گے۔ ارشاد ہوتا ہے :

وَمِنْھُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ وَیَقُوْلُوْنَ ھُوَ اُذُنٌ ۔

ترجمہ :۔ " اور ان میں کوئی وہ ہیں جو نبیؐ کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں "۔

منافقین کی اِن رازدارانہ گفتگو اور خفیہ گستاخانہ ارادوں کا پردہ چاک فرمانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے :

اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ

marfat.com

خَالِدًا فِيهَا ۭ ذَالِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۔ (التوبہ)

ترجمہ:۔ "کیا اُنھیں خبر نہیں کہ جو کرے خلاف اللہ کے اور اُس کے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ یہی بڑی رُسوائی ہے"۔

محبُوب کی محبت کا یہ عالم ہے کہ لفظِ کان بھی سُننا گوارا نہیں ہے جوشِ غضب کا یہ عالم ہے کہ جہنم کی دہک لفظوں میں سمائی ہوئی ہے، اور خطابت کا یہ عالم ہے کہ اُنھیں کے لب و لہجہ میں کس طرح گفتگو کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اصل عربی آیات کو سورۃ توبہ میں دیکھا جا سکتا ہے چونکہ بات لب و لہجہ اور وضاحتِ کلام کی ہے میں بقیہ آیات کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔ طوالت کے سبب:

ترجمہ:۔ "منافق ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی سورۃ ایسی اُترے جو اُن کے دِلوں کی چُھپی بتا دے تم فرماؤ۔ ہنسے جاؤ ــــ (کس قدر طنز ہے) اللہ کو ضرور ظاہر کرنا ہے جس کا تمہیں ڈر ہے۔ اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم ان سے (منافقوں سے) پُوچھو تو کہیں گے ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ، کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہنستے ہو"۔ (التوبہ)

میں سمجھتا ہوں کہ اس سورۂ توبہ کی طویل آیتوں کے بعد ادب و احترام کا درس دینے کے لئے مزید کسی اور آیتِ قرآنی کے حوالے کی ضرورت نہیں ہے لیکن چند اور آیتوں سے جیسا کہ ابتدا میں تحریر کیا گیا کہ منافقین اور مومنین کو علیحدہ علیحدہ اندازِ ہدایت میں کیا کچھ قرآن نے ہمیں عطا کیا ہے وہ ہمارے عمل کی اصلاح اور درستگی کے لئے ضروری ہے کہ مکمل مطالعہ کیا جائے تاکہ انجانے پن میں بھی ہم سے کوئی خطا نہ سرزد ہو جائے جو ہمارے اعمال اور ایمان کو سورۂ الحجرات کی آیات کے مطابق۔ ضائع کر دے اور ہمیں خبر بھی نہ ہو، لیکن اگلی آیات کے حوالوں سے پہلے مندرجہ بالا سورۂ توبہ کی آیات میں جو باتیں نمایاں ہیں اور جو نتائج ذہن میں آ سکتے ہیں اس پر غور کر لیا جائے۔ پہلی بات تو یہی تھی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو کسی طرح

marfat.com

بھی اپنے محبوب کی شان میں گستاخی و بے ادبی گوارا نہیں خواہ وہ ان کے روبرو ہو یا اُن سے پوشیدہ سمجھ کر کی یا اُن کو دُور سمجھ کر کی جائے، دوئم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خاتم الانبیاء کے بعد اب وحی کا سلسلہ منقطع ہوچکا ہے گویا اب کوئی اس بات کا منتظر نہ ہو کہ اگر اس سے دانستہ یا نادانستہ کوئی بے ادبی اور گستاخی ہورہی ہے تو اس کے لئے کیا نیا حُکم کسی تبدیلی کے ساتھ اس تک پہنچے گا بلکہ عذاب جہنم کا اطلاق جس طرح "جلاس بن سوید" اور اس کے منافق رفقاء کے لئے تھا اسی طرح آج بھی عاشقانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محافلِ ذکرِ رسول میں بیٹھ کر، شامل ہو کر اور پھر باہر نکل کر مذاق اُڑانے والوں پر ہوگا۔ ذَالِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ، سوئم اللہ تبارک و تعالیٰ کی نگاہ ہر اس محفل پر ہے جہاں مومن اپنے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں۔ اور منافق اُن میں شامل ہوجاتے ہیں اور لوگوں کو ہمدرد بن کر اور ہم خیال ظاہر کرکے پھر ہدایت یافتہ راستے سے ہٹا کر اپنی راہ پر چلانے کا ارادہ دلوں میں رکھتے ہیں۔ اور چہارم یہ کہ باوجود انتہائی رازداری کے خداوند کریم اپنے محبوب کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں کو باوجود اُن کے لباس، حُلیہ اور حرکات و سکنات کی بازی گری اور ان کے قلم کی رنگ آمیزیوں کے پردے چاک کردے گا۔ اور وہ کبھی نگاہِ عالم سے پوشیدہ نہ رہ سکیں گے۔

گستاخی اور بے ادبی کی ہم نے اب تک صرف دو مثالیں پیش کیں، ایک منافقین کی طرف سے کھلم کھلا اور ایک ایمان والوں کی طرف سے اُونچی آواز میں گفتگو کی جس میں اُن کا ارادہ شامل تھا نہ غرض تھی بلکہ انجانے پن کا ایک عمل تھا سو وہ بھی خدا کو ناپسند رہا۔ لیکن محفلِ میلاد کے انعقاد کرنے والوں اور اس میں شریک ہو کر وعظ و تلقین، ذکر و اذکار، مدح و ثناء کرنے والوں سے کیا کچھ انجانے پن اور کیا کچھ ارادۃً ہوجاتا ہے اس مضمون کے آخری حصہ میں اس پر بحث کا آغاز کریں گے کہ اس مضمون کا مقصدِ اعلیٰ بھی وہی ہے اب ہم ان بقایہ آیتوں کا حوالہ پیش کرتے ہیں جس کا آپ کو بھی انتظار ہوگا۔

marfat.com

سورۂ احزاب

سورۂ احزاب میں ارشاد ہوا :

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (الاحزاب ۵۷)

ترجمہ :۔ " بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اُن پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ نے اُن کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

سورۂ مائدہ میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے :

وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ ۔ (المائدہ ۔ ۱۲)

ترجمہ : " اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ ۔ اور اُن کی تعظیم کرو "۔

سورۂ اعراف میں ارشاد ہوا :

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ (الاعراف ۔ ۱۵۷)

ترجمہ :۔ " ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں "۔

سُورۂ فتح میں یہ آیت :۔

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط (الفتح ۔ ۹)

ترجمہ : " تاکہ اے لوگو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم کرو اور توقیر کرو "۔

بعض حضرات اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ ارکان اسلام یعنی عبادات کا حق پوری طرح ادا کرتے ہیں۔ وضو اور غسل کو وضو اور غسل کی طرح نماز کو نماز کی طرح، لباس اور حُلیہ کو لباس اور حُلیہ کی طرح ادا کر کے ہم آزاد ہیں اور ہمیں اب کسی اور بات پر غور کرنے کی ضرورت نہیں رہی اس کے برعکس میں بزرگانِ کرام کی صحبت، قرآن و حدیث کے مطالعہ

marfat.com

اور محافلِ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کے فیضان سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تمام اعمال کی قبولیت کا دارومدار محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے اس کی سند میں جتنا کچھ پیش کیا جائے کم ہے اور صاحبانِ عقل کے لئے تو ایک یہی بات کافی ہے کہ خود صحابۂ کرام کا مقام کیا ہوگا جو ایمان لا چکے تھے، جہاد میں شریک ہوتے تھے، تبلیغِ اسلام کے لئے طرح طرح کے مصائب برداشت کرتے تھے اور جن پر قرآنِ کریم کی آیات کا نزول کبھی ان کی خدمات کی تعریف میں اور کبھی مزید ان کی ہدایات اور ان کی تربیت کے لئے ہوا کرتا تھا آج کا مسلمان خواہ وہ کتنا ہی متقی اور پرہیزگار ہو، عابد و زاہد ہو، ان صحابۂ کرام کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ یہ جوشِ جذبات اور زورِ قلم نہیں، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی شان میں جو حدیث بیان فرمائی ہے وہ اپنے موضوع کی مناسبت سے اگلے صفحات میں پیش ہوگی، چنانچہ ایسی بے مثل ہستیوں اور ایسے پختہ ایمان والوں کو جنھیں ایمانِ کامل بھی نصیب تھا اور قربِ رسولؐ بھی، اس کے باوجود اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے اِن ایمان والوں پر بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب اور تعظیم کے لئے مسلسل ہدایات نازل ہوا کرتی تھیں، ان محترم ہستیوں کے مقام کو دیکھیں ان پر ہدایات کے نزول کو دیکھیں تو آج کے مسلمانوں کو اپنے زہد و تقویٰ پر جتنا بھی ناز ہے وہ کافور ہو جائے گا اور جتنا بھی علم کا نشہ ہے وہ ہرن ہو جائے گا۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا۔

ترجمہ:۔ "اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو۔" (البقرہ - ۱۰۴)

خطاب ہو رہا ہے ایمان والوں سے جن کے دلوں کا حال وہ جانتا ہے کہ یہ سب

marfat.com

شیدائی ہیں میرے محبوب کے، جاں نثار ہیں میرے رسول کے، عربی میں راعنا کے معنی ہیں رعایت کے یہودیوں کی زبان میں اسی لفظ کے معنی توہین آمیز ہیں۔ جب صحابہ رضوان اللہ اجمعین کو اُن کے مقصد کے ساتھ پکارنے کا علم ہوا تو اُنھوں نے یہودیوں کو تنبیہہ کی جس کے جواب میں یہودیوں نے کہا کہ مُسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں، صحابی یہ سُنکر مایُوس ہوگئے، چنانچہ سورۂ بقرہ کی اس آیت کا نزول ہوا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّا اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ۔

ترجمہ: "اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ" (الاحزاب ۵۳)

گھر ہو یا مجلس، رُو برو ہوں، یا ظاہری دُوری، گفتار ہو یا عمل، تحریر ہو یا تقریر، غور و فکر ہو یا تفسیر و تصنیف، ہر ہر قدم پر ادب شرطِ اوّل ہے اور بے ادبی ایمان اعمال کا خاتمہ ہے، حضورِ اقدس کی ذاتِ مبارک کے لئے اتنا ہی بیان کافی ہے کہ وہ اللہ کے محبوب تھے ان کے لئے جتنی بھی ہدایات نازل ہوئیں وہ تو محبوب کی محبت کا تقاضا تھیں لیکن اپنے محبُوب کی محبت میں وارفتہ ہو کر اُن پر سب کچھ قربان کر دینے والوں کی شان میں پھر اپنے محبوب کی آل کی شان میں محبوب کی ازواجِ مطہرات کی عظمت میں بھی آیات کا نزول ہوا ہے، چنانچہ قرآنِ کریم میں خلفائے راشدین کا ذکر کم و بیش ۲۳ مقامات پر آیا ہے۔ اہلِ بیتِ اطہار کا ذکر سات مقامات پر کیا گیا ہے خُلفائے راشدین کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گردِ کفِ پا کو سرمہ نُور بنا کر اپنی آنکھوں کو منوّر کرنے والے اور اپنی جبینِ عقیدت کو بے چون و چرا پائے ناز پر جھکا دینے والے صحابۂ کرام کی شان میں پچیس سُورتوں میں بیالیس مقامات پر آیا ہے، ان تمام آیات کو بطورِ حوالہ پیش کرنا ہمارا مقصود نہیں البتہ ہم رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشادِ گرامی پیش کر رہے ہیں جس میں آپ نے خود صحابہ کرام کے مقامِ جلیلہ کا

marfat.com

تعین فرمایا ہے اور اُن کے ادب و احترام کی سختی سے ہدایت کی ہے کاش ہماری تحریر ان کے بھی کام آجاتی جو اپنی فہم و دانست میں خلفائے راشدین پر تحقیق کے انداز میں تنقید کو اپنے جہلِ علم کا لازوال کارنامہ سمجھتے رہے ہیں۔

صحابۂ کرامؓ کے ادب کا حکم

"میرے صحابہ کو نشانہ نہ بناؤ، اور اُن کو گالیاں نہ دو، خدا کی قسم ان کا ایک وقت میرے ہمراہ ٹھہرنا تمہارے عمر بھر کے اعمال سے افضل ہے اور تمہارا اُحد پہاڑ کے برابر اللہ کی راہ میں سونا خرچ کرنا انکے ایک مدجو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔"

کس قدر جوشِ بیان ہے۔ گویا صحابۂ کرام کی شان میں بے ادبی اور گستاخی اللہ کے محبوب کو جوشِ غضب میں لے آتی ہے اور محبوبِ رب کا جوشِ غضب میں آنا اللہ کی قہاری و جباری کو غیض و غضب میں لاتا ہے۔ کوئی آج اپنی تجوریوں کے مُنہ کھول دے اور دین کی خدمت پر گلی گلی اُس کے نام کے چرچے ہونے لگیں اور وہ صحابۂ کرام کے ایک مدجو کے برابر کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اور کوئی تمام عمر کی ریاضت و عبادت، ملت کی خدمت کے بلند بانگ دعوے اور اجتہادی دعوؤں کے باوجود صحابۂ کرام کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لمحہ کی رفاقت کا پاسنگ نہیں ہو سکتا۔ بات یہیں تک ختم نہیں ہو جاتی اللہ کا محبوبؐ اپنے صحابہ کے لئے ارشاد فرماتا ہے:

"جس نے اُن کو (صحابہ) ایذا دی اُس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اُس نے خدا کو ایذا دی، دنیا و آخرت میں اُس پر لعنت ہے اللہ کی اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

منافقوں اور ایمان والوں کے فرق کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ چند نوادراتِ ایمانی

marfat.com

پیش کئے جن سے ہمارے واعظین، شعراء اور نعت خواں حضرات کو اپنی اصلاح میں یقیناً مدد ملے گی۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ ..... سورۃ النساء ۴۶
اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ ...... سورۃ بقرہ ۱۰۸
يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ..... سورۃ الانفعال ۲۴
وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ...... سورۃ الانفعال ۱۳
لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ ...... سورۃ النور ۶۳
يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى ..... ” احزاب ۶۹
يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ... سورۃ الحجرات - ۱

ہمارے مخاطب

آدابِ نعت کے ضمن میں ہمارے مخاطب نعت گو شعراء، نعت خواں حضرات اور محافلِ نعت کا انعقاد کرنے والے تینوں گروہ ہیں ہم نے ہر طبقہ کے لئے علیحدہ علیحدہ روایات، واقعات اور احکامِ الٰہی جمع کئے ہیں اب تک ہم جو کچھ پیش کر چکے ہیں، ان میں ان تمام طبقوں کے لئے کھلی ہدایات ہیں جس کا پاس اُن کے اعمال کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اب ہم شعرائے کرام کے لئے اندازِ بیان کا ایک ایسا نسخہ پیش کرتے ہیں جو ہمیں نعت کے خزانے میں بیش بہا گوہرِ یکتا معلوم ہوا۔ یُوں تو حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ کے عہد سے آج تک دُنیا کی مختلف زبانوں میں جس قدر نعت کے شعر کہے گئے ہیں وہ اب تک شمار نہ ہو سکے ہیں نہ ہو سکیں گے لیکن اہلِ علم و دانش اور جویائے کرم نے تاریخِ نعت سے بے شمار ایسے جواہر منتخب کئے ہیں جن کی آب و تاب سے نگاہِ فکر حیران ہے ان میں سے بہت سے نمونے میری نگاہ سے گزرے

marfat.com

لیکن جو نمونۂ کلام میں اس وقت آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اس کا انتخاب میں نے اپنی نظر سے گزرے ہوئے تمام کلام میں کس لئے کیا، اس کے اسباب و وجوہ پیش کرتا چلوں تاکہ قارئین کو بھی بوقت مطالعہ ان باتوں کا پورا پورا خیال رہے اور وہ ان کیفیات سے لذت اندوز ہو سکیں۔

قصیدہ نعمانیہ ایک مثال

قصیدہ نعمانیہ کو جو شہرت اور قبولیت ہے وہ محتاجِ بیان نہیں اور جو صاحبِ تصنیف کا مقام ہے وہ کسی کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں، آپ کا نامِ نامی واسمِ گرامی نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ ہے اور سارا عالم ابو حنیفہ کہہ کر پکارتا ہے، آپ کو تابعین میں شمار کیا جاتا ہے اس لئے کہ آپ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ کی گود میں پرورش پائی ہے۔ عہدِ طفولیت میں کن کن جلیل القدر ہستیوں کو آپ کی معصوم نگاہوں نے زیارت کی ہوگی اور کس کس کرم پرور نگاہوں نے آپ کو نہ دیکھا ہوگا۔ اور آپ پر نگاہِ کرم نہ ڈالی ہوگی، آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت اپنی آنکھوں سے کی۔ حضور داتا گنج بخش ہجویری رحمتہ اللہ علیہ "کشف المحجوب" میں فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا:

" اے ابو حنیفہ! تجھے خدائے تعالیٰ نے میری سنّت زندہ کرنے کے لئے بنایا ہے، گوشہ نشینی کا ارادہ نہ کر۔"

حضرت مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی ایمان افروز تصنیف "مکتوبات" کی دوسری جلد میں فرماتے ہیں:

"مثل روح اللہ کے، مثل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو فی کی ہے۔"

ایک اور جگہ امام ربّانی ارشاد فرماتے ہیں:-

marfat.com

"کُل فقہا امام اعظمؒ کے عیال ہیں فقہ میں"۔ (مکتوبات جلد دوئم)

اس کے علاوہ بھی بے شمار روایاتِ مستند و معتبر ہیں آپ کی اور آپ کے مراتب و درجات میں، چند ایک کو بطورِ حوالہ پیش کیا گیا کہ امام اعظمؒ کے قصیدہ کے اشعار میں بعض اشعار ایسے ہیں جن پر بد عقیدہ لوگ سخت معترض ہیں۔ اُن کے اعتراضات کی کوئی دلیل معتبر نہیں البتہ نظریاتی اختلاف کی تعصبانہ روش کا مظہر ہیں۔ مجھے اس عربی قصیدے کو منظوم اُردو ترجمے میں لکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے میں اسے منظوم ترجمے کے ساتھ پیش کر رہا ہوں جس کے بعد اس قصیدہ پر تفصیلی بحث ہو گی، کہ یہ قصیدہ کِن کِن خصوصیات اور صفات کا حامل ہے۔

قصیدہ

یَا سَیِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُكَ قَاصِدًا — اَرْجُوْ رِضَاكَ وَاحْتَمِیْ بِحِمَاكَ

سرورِ سرورا میں حضوری میں آیا شہا آپؐ کی — میں طلبگار ہوں بس پناہ اور خوشنودگی آپؐ کی

وَاللّٰہِ یَا خَیْرَ الْخَلَائِقِ اِنَّ لِیْ — قَلْبًا مَشُوْقًا لَا یَرُوْمُ سِوَاكَ

مجھ کو رب کی قسم بہترین خلق کے آپکے عشق سے — دل ہے لبریز یوں، کچھ نہیں چاہتا اب سوا آپؐ کے

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرُءٌ — كَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاكَ

کوئی پیدا جہاں میں نہ ہوتا مگر، آپؐ ہوتے نہ گر — آپؐ ہوتے نہ مقصود گر، خلق ساری یہ ہوتی کدھر

اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ اٰدَمُ — مِنْ زَلَّةٍ بِكَ فَازَ وَھُوَ اَبَاكَ

آپؐ وہ ہیں کہ آدمؑ سے لغزش ہوئی جب وسیلہ لیا — گرچہ وہ آپؐ کے جد تھے، آپؐ کی رب نے بخشی خطا

وَبِكَ الْخَلِیْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُہٗ — بَرْدًا وَقَدْ خَمَدَتْ بِنُوْرِ سَنَاكَ

آپؐ وہ ہیں کہ مانگیں دعا جب خلیلؑ اور توسل کیا — سرد آتش ہوئی، برکتِ نور سے، نور تھا آپؐ کا

وَدَعَاكَ اَیُّوْبُ لِضُرٍّ مَسَّہٗ — فَاُزِیْلَ عَنْہُ الضُّرُّ حِیْنَ دَعَاكَ

marfat.com

مرض بیحد میں ایوبؑ نے کی دعا اور وسیلہ لیا
ہو گئی رب سے مقبول انکی دعا مرض جاتا رہا

وبك المسيح أتى بشيرا مخبرا
بصفات حسنك مادحا لعلاك

آئیں گے آپؐ عیسٰی قصیدہ یہی آ کے پڑھتے رہے
یعنی حسن و جمال اور مراتب کی وہ مدح کہتے رہے

وكذاك موسى لم يزل متوسلا
بك في القيمة محتمي بحماك

اور اسی طرح موسٰیؑ وسیلہ لئے آپؐ کا ہی ہے
آپؐ ہی کی حمایت کے طالب رہیں گے جو محشر پڑے

وهود ويونس من بهاك تجملا
وجمال يوسف من ضياء سناك

اور پھر ہودؑ و یونسؑ کو زینت ملی آپکے حسن سے
تھا جمال اور یوسفؑ میں کیا پرتو حسن تھے آپکے

قد فقت يا طٰه جميع الانبياء
طرا فسبحٰن الذي أسراك

آپؐ ہیں برتر از جملہ انبیاء اے کہ طٰہٰ لقب
پاک ہے جس نے ملکوت کی سیر کروائی تھی ایک شب

والله يا يٰسين مثلك لم يكن
في العٰلمين وحق من أنباك

اے کہ یٰسین لقب، خلق میں آپ سا کوئی واللہ نہیں
جس نے بخشی بلندی قسم آپ سا کوئی واللہ نہیں

عن وصفك الشعراء يا مدثر
عجزوا وكلوا من صفات علاك

آپؐ کا وصف اے کملی والے کریں کیسے شاعر بیاں
عجز سے بند ہے آپؐ کے وصف کے سامنے ہر زباں

بك لي قليب مغرم يا سيدي
وحشاشة محشوة بهواك

یہ دلِ ناتواں آپؐ ہی کا ہے شیدائی میرے حضورؐ
میرے اندر ہے بس آپؐ ہی کی محبت کا سارا سرور

يا أكرم الثقلين يا كنز الورٰى
جد لي بجودك وأرضني برضاك

جملہ موجود سے آپؐ برتر ہیں اے حاصل کائنات
بخشئے مجھ کو اپنی رضا و عطا اور مسرت کی بات

أنا طامع بالجود منك ولم يكن
لأبي حنيفة في الأنام سواك

ہوں طلبگار میں آپؐ کے لطف کا جود کا آپؐ کے
دہر میں بوحنیفہ کا کوئی نہیں ہے سوا آپؐ کے

صلى عليك الله يا علم الهدٰى
ما حن مشتاق إلى مثواك

اے ہدٰی کے علم تا قیامت ہو حق کا درود اس طرح
ہیں جو مشتاقِ دیدار کے ان کے شوقِ طلب کی طرح

marfat.com

قصیدہ کے قابلِ غور پہلو

مضمون کے اعتبار سے، برجستگی اور زورِ بیان کے اعتبار، پروازِ تخیل، بلندیٔ افکار، معنی آفرینی، لذتِ زبان اور دیگر محاسنِ شاعری کی خصوصیات کے حامل عربی کے اور بھی قصائد ہیں اور بے شمار ہیں، یہ قصیدہ اس بات پر حجت نہیں کہ تمام قصائد میں افضل ہے۔ اس ناچیز کے پیشِ نظر نعت گو شعرار کی راہنمائی مقصود ہے اور اس مقصدِ عظیم کے لیے کہ جس میں فنِ شاعری کی خوبیوں کے ساتھ ساتھ بارگاہِ رسالت میں اپنی التجاؤں کے پیش کرنے کے آداب اور عقائد و مسلک کے اعتبار سے جتنی باتیں یکجا پائی جاتی ہیں ایسے قصیدہ میری نگاہ سے اگرچہ کم گزرے مگر حسنِ انتخاب میں یہی موزوں قرار پایا، اب ہم اس کی چند خصوصیات اور دیگر امور سے بحث کرتے ہیں۔

اس قصیدۂ مبارکہ میں امام اعظمؒ نے کچھ طلب کیا ہے، کچھ مانگا ہے، مانگنے کے لیے وسیلہ بھی اختیار کیا ہے اور توسل کے حوالے دیئے ہیں، آپؐ کی تعریف بیان کی ہے، آپؐ کے نُور کا ذکرِ جمیل کیا ہے اور نُور کی برکتیں اور معجزات بیان کئے ہیں، حسنِ یوسفؑ میں آپ کے نُور کے جلوہ کا ذکر بھی ہوا ہے، بحیثیت شاعر آپؐ کے بیان میں اپنے عجز کا اظہار بھی کیا ہے، رضائے مصطفےٰؐ کی طلب اور مقصود حضوؐر کی ذات کو ٹھہرایا ہے۔ ان کے علاوہ دو بہت اہم اجزار بھی ہیں کہ آپؒ نے بار بار سرکارِ مدینہؐ کو پکارا ہے، آواز دی ہے۔ یا سید السّاداتِ، یا طٰہٰ، یا یٰسین، یا مدثرُ، یا سیدی، یا اکرم الثقلین، یا کنز الوریٰ، یا علم الہدیٰ اور پھر ایک جُملہ یہ بھی فرمایا کہ دہر میں اس بُوحنیفہ کا آپؐ کی ذات کے سوا اور کوئی نہیں۔ ان تمام اجزائے قصیدہ کو سامنے رکھ کر غور کیجئے تو اس قصیدہ میں مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ ادب جو بارگاہِ رسالت میں اپنی فریاد کے دوران پیشِ نگاہ رہے اس میں کس طرح عجز کے اظہار کرنے والے الفاظ کس مقام پر رکھے جائیں کہ اس کے بغیر کوئی فریاد قابلِ

marfat.com

اِعتنا نہ ہو گی۔

۲۔ یوں مانگنے کو ساری کائنات ہے اور کائنات کی ہر حسین شئے طلب کا باعث ہے لیکن دینے والے سے اگر دینے والے کو ہی مانگ لیا جائے تو کائنات کی کسی شے کی حاجت باقی نہیں رہتی اس لئے ان کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہو تو کیا سوال کیا جائے اور کس طرح کیا جائے۔

۳۔ پھر جس کے حضور التجا کی جا رہی ہے اس کے اوصاف بیان کریں تو اس کا انداز کیا ہو، ان کا کرم کس کس پہ نہ ہوا، اُن کے نور نے کس کس کی دستگیری نہ کی اور اُن کی تصیدٰ گوئی میں کس کس جلیل القدر نبی نے حصّہ لیا، اور حشر میں اُمتی ہی نہیں انبیاء بھی اُن کے وسیلہ جو ہوں گے،

۴۔ شاعر کی یہ مجال کہاں کہ وہ محبوبِ ربّ کے اوصاف بیان کر سکے۔

۵۔ اللہ کے حبیبؐ سے مدد مانگنا اور "یا" کہہ کر پکارنا نہ صرف حدِ ادب میں شامل ہے بلکہ فریاد کی رسمِ اُولیٰ ہے۔

۶۔ اس بات کا واضح اعلان ہے کہ اس دہر میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے سوا اور کوئی نہیں جو مدد کر سکے، اور مدد اسی سے مانگی جاتی ہے جس کے متعلق یہ ایمان ہو کہ وہ مدد کرنے والا ہے۔

جو نتائج اس قصیدہ سے حاصل ہوئے ہیں اُس کو مختصر تحریر کیا گیا ہے اس پر علمائے کرام نے نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، ہمارا مقصود اس پہ مباحثہ کا آغاز کرنا نہیں ہے، ہم تو یہ بات ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ کسی ایک قصیدہ میں فنِ شاعری کے علاوہ آدابِ نعت گوئی کے ایسے اچھوتے اسباق اور عقیدہ و مسلک کی تشریحات کا یکجا پایا جانا ناممکن نہیں تو دشوار طلب ضرور ہے، اکثر شعراءِ کرام مسلک اور عقائد کی بحث کا شکار ہو جاتے ہیں کچھ تو بدعقیدگی کی وجہ سے لکھنے سے گریز کرتے ہیں، کچھ

marfat.com

خوفِ تنقید و ملامت سے لکھنے سے عاجز ہیں کچھ حقیقت سے نا آشنا ہونے کے سبب تذبذب کا شکار ہیں کہ کیا لکھیں اور کیا نہ لکھیں اور کچھ کو اپنے اپنے عقیدہ کا پرچار کرنے والوں نے محصور کر لیا ہے کہ وہ اپنے ذہن کو اس قید سے باہر نکالنے کی جب بھی کوشش کرتے ہیں وہ انھیں شرک اور بدعت کا مرتکب قرار دے کر واپس اُنھیں خیالوں میں لوٹا دیتے ہیں۔ ان سب باتوں سے نجات دلانے کے لئے میں ایسے تمام شعراء کرام سے گذارش کروں گا کہ وہ اس قصیدہ کو بغور مطالعہ فرمائیں اس کے ایک ایک لفظ کی جن کی توضیحات اور تشریحات ان کا ذہن کر سکتا ہے بہ شوق کریں کیونکہ اس میں الفاظ اس قدر واضح ہیں کہ کوئی بات پیچیدہ اور کوئی خیال معنی در معنی نہیں، اس کے علاوہ میں اُنھیں اس بات کی طرف خصوصی توجہ دلاؤں گا کہ وہ حضرت امام اعظمؒ نعمان بن ثابتؓ کی حیاتِ طیبہ کا مکمل مطالعہ بھی کریں۔ ان کا نسب، ان کا بچپن، اُن کی تربیت، ان کا ماحول اُن کے اساتذہ، اُن کا علم، اُن کی بصیرت، ان کی عملی زندگی، اُن کی سیرت و کردار، بحیثیت فقیہہ کے اُن کا مقام، ان کی ذات، اور اُن کی تصنیف و تالیف اور اُن کی تحقیق پر اُن کے عہد سے آج تک کے مستند مفکرینِ اسلام کے اقوال و اعتقادات، جب ان تمام پر نظر غور و فکر ہو گی تو جن اعتقادات اور تصور کو امام اعظمؒ نے اپنے قصیدہ میں پیش کیا ہے وہ ہمارے شعرائے کرام کے قلوب کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منور کر دے گی اور ذہن کے وہ تمام دریچے کھُل جائیں گے جن پر تنگ نظری نے پہرے دار بٹھا رکھے ہیں کہ وہ حقیقت کے نزدیک نہ جا سکیں۔ اور پھر اپنے اشعار میں فریاد کا وہ اسلوب پیدا ہو جائے گا جو مقبولِ بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔ میں نعت گو شعراء کرام کی خدمت میں ان سطور کو نہایت ادب و احترام سے پیش کرتا ہوں اور خداوند کریم سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے محبوب کی عظمت و بزرگی

marfat.com

کے طفیل ان قلوب کے دروازے کھول دے جن پر جہلِ علم نے قفل لگا رکھے ہیں، اور انھیں ان کی شاعری کی بدولت وہ برکت نصیب فرما کہ جو تیری اور تیرے محبُوب کی خوشنودی اور رضا کا سبب ہو۔ آمین!

محافلِ نعت کا دستُور

شعرا رکرام سے بصد احترام گفتگو کے بعد اب ہم مخاطب ہو رہے ہیں نعت خواں حضرات، محافلِ نعت کا انعقاد کرنے والی محترم ہستیوں اور بحیثیت سامعین کے ان محافل میں شرکت فرمانے والے اصحاب، نیز اُن واعظین کو جو ایسی مقدس محفلوں میں مسند پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ سچ بتائیے اور خود ہی فیصلہ کیجئے کہ نعت کی تحقیق میں تمام اکابرینِ ملّت غرق ہو کر ایک ایسا ذخیرہ جمع کر لیں جس کی بلندی کوہ کے برابر ہو یا تمام شعرا رکرام اپنی شب و روز کی انتھک محنت اور کاوش سے نعت گوئی کا ایسا انبار لگا دیں جس کے اوراق کا شمار چرخِ نیلی فام پر چمکنے والے ستاروں کی طرح اَن گنت ہو لیکن اُن کے ذکر کی محفل میں اُٹھنے، بیٹھنے، شامل ہونے، بیان کرنے، سماعت کرنے، داخل ہونے اور رخصت ہونے کے آداب سے ناواقفیت کی بنا پر ثواب کی بجائے گناہ، ایمان کی تقویت اور قلوب کی جِلا کے بدلے، ایمان کا ضیاع اور قلب پر سیاہی آ جائے تو ہماری تمام علمی کاوشیں، فکری دولت، اور سرمایۂ اعتقاد کا انجام کیا ہو گا۔ اس لئے میں نے اس کتاب میں سب سے زیادہ اہمیت اسی مضمون کو دی ہے اور اہمیت دینے کی وجہ ایک تلخ حقیقت ہے، حقیقت اتنی تلخ ہے کہ بعض حضرات کو میری باتیں سخت ناگوار گزریں گی۔ مگر "حق گوئی و بے باکی آئینِ جواں مرداں" مجھے اس میں نہ کوئی خوف مانع ہے نہ یہ خیال کہ اس حقیقت کو بیان کرنے سے میرے کتنے مہرباں نامہرباں ہو جائیں گے۔ اور

marfat.com

کتنے احباب میرے حلقۂ مدّاحی سے نکل کر شکوہ سنجی فرمائیں گے۔

ان محافل کا حقیقی مقصد تفصیل سے گزر چکا ہے کہ اس کی اہمیت وافادیت کیا ہے اور آج اس کی ضرورت کتنی اور کیوں ہے لیکن افسوس ان لوگوں پر ہوتا ہے جنھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کمانے کے لئے دو بازو اور غور وفکر کے لئے دماغ عطا کیا ہے پھر وہ اپنی شہرت کو چار چاند لگانے کے لئے، لوگوں میں اپنی نیک نامی اور خدا اور خدا کے حبیب سے اپنی گہری نسبت کا ڈھنڈورا پیٹنے کے لئے، محفل میلاد کا اہتمام کرتے ہیں۔

خرابی کہاں ہے؟

اس جُرم کا اطلاق ہر کسی پر تو نہیں ہوتا البتہ محفل میں غریب وامیر جب شریک ہوتے ہیں تو اپنے مہمانوں کے ساتھ صاحبِ خانہ کا امتیازی سلوک خود اس خیال کی تائید کا ثبوت فراہم کر دیتا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ بعض حضرات ایسے لوگوں کو ان مقدس محفلوں میں بیان کے لئے مدعو کرتے ہیں جن پر ان احکامات کا اطلاق ہوتا ہے (جس کا ذکر میں مستند حوالوں سے آگے کروں گا) کہ وہ ان مقدّس مسندوں پر بیٹھنے کے کسی طرح بھی اہل نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی بیان کرنے والوں میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جس ہستی کا بیان کیا جاتا ہے اُس کے بیان سے پہلے اور اُن کی ذاتِ اقدس کے پہلوؤں کو اُجاگر کرنے سے پہلے وہ اپنی شخصیت اپنا رعب وجلال اور اپنے کمالِ علم سے سامعین کو مرعوب کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی نشست و برخاست اور اپنی آمد و رفت کے کرّوفر کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔

سوئم وہ حضرات ہیں جن کو مدّاحیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مرتبۂ عظیم میسّر آیا ہے کہ اگر اس مرتبہ کو بغیر اس عملِ نعت خوانی کے روزانہ ایک پہاڑ کی برابر سونا

marfat.com

خیرات کیا جائے تو یہ مقام اسے حاصل نہیں ہو سکے گا۔ ایسے مقدس اور بے مثل مقام تک پہنچ کر، دربارِ رسالت میں حاضری کی سند و مقبولیت کا تمغہ پا کر، گوہرِ مراد سے اپنی جھولیوں کو بھر کر، حرصِ دنیا اور طلبِ جاہ، شہرتِ دوام، اور نام و نمود کے لئے تمام زرّین اصولوں کو ہاتھ سے چھوڑ کر، رحمتِ دو عالم کی کرم نوازیوں سے منہ موڑ کر اُن راہوں کو اختیار کر رہے ہیں جس میں نہ دین اُن کے ہاتھ آئے گا نہ دنیا اُن کے پلّہ میں رہے گی۔ بلکہ سزا کے مستحق گردانے جائیں گے اور سزا بھی پائیں گے۔ یہ بات بھی یہاں جوشِ بیان نہیں ہے بلکہ جس طرح پچھلی باتوں میں قرآنِ کریم، احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابرینِ ملّتِ مسلمہ کے اقوال کے مستند حوالے دیئے گئے ہیں اس اہم موضوع پر غور و فکر کے لئے جو کچھ اس ناچیز کو میسر آیا ہے طوالت کے خوف سے اختصار اختیار کرتے ہوئے پیش کر رہا ہوں، اس بات کو ایک مرتبہ پھر دُہرا دوں کہ میرے مخاطب جہاں نعت گو شعراء اور نعت خواں حضرات ہیں وہاں منتظمینِ محفل اور سامعین بھی ہیں۔ اور ان احکامات کا اطلاق ان تمام طبقوں پر یکساں ہوتا ہے البتہ نافرمانی کرنے والوں اور ڈھٹائی سے اپنی بات پر جمع رہنے والوں میں تینوں طبقوں کا نقصان یکساں نہیں بلکہ سب سے زیادہ نقصان میں نعت گو اور نعت خواں حضرات ہیں۔ اس مضمون کے اختتام پر انھیں خود اندازہ ہو جائے گا کہ کس کا کتنا نقصان ہے۔

حضورؐ باخبر ہیں

رحمتِ دو عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی محفل میں ادب کی وجوہات میں پہلے ایک بات تفصیل سے گزر چکی ہے کہ بے اَدبی کی سزا کیا ہے اور جان بُوجھ کر ہو یا انجانے پن سے بے اَدبی بہرحال بے اَدبی ہے اور خدا کو اپنے محبوب کی شان

marfat.com

میں ذرّہ برابر بھی بے ادبی پسند نہیں، اب کسی دل میں یہ خیال نہ پیدا ہو کہ جو حوالے پہلے گزرے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے عہد کے تھے اور اسلام کے فروغ اور خدا کی وحدانیت کی طرف لانے کے لئے اس ماحول کو سازگار بنانے کے لئے اپنے بھیجے ہوئے پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ سے زیادہ احترام منوایا گیا تاکہ اُن کے کسی قول اور کسی عمل کو شک و شبہہ کی نگاہ سے مکّہ کے باغی ذہن اور سر پھرے نہ دیکھیں، نہ سوچیں، نہ خیال کریں۔ اس لئے ہم سب سے پہلے ان حوالوں کو پیش کرتے ہیں جن سے ہمارے سامعین پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ آج سے چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اللہ کا حبیبؐ گنبدِ خضرا میں آرام فرما ہے ہم جو کچھ عرض کرتے ہیں وہ سب کچھ اُن کی سماعت میں ہے، ہم محافل میں جو کچھ عرض کرتے ہیں اس پر اُن کی پوری طرح نگاہ ہے۔ ہمارے ظاہری انداز اور ہمارے باطنی خلوص دونوں کی اُن کو اسی طرح خبر ہے جیسے ہمیں خود اپنے عمل میں خلوص اور خود غرضی کی، اُن کی نگاہ سے ہم اور ہمارا عمل پوشیدہ نہیں بالخصوص اس محفلِ مبارک میں جو اُن کے ذکر سے موسوم ہو کر کی جاتی ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرتؒ نے فرمایا ؎

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشمِ عالم سے چھُپ جانے والے

"دلائل الخیرات" شریف کے خطبہ میں ذکر ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے نزدیک آپ سے دُور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے دُرود کا کیا حال ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"فَقَالَ اَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَھْلِ مُحَبَّتِیْ وَاَعْرِفُھُمْ"

ترجمہ:۔ "ہم محبّت والوں کے دُرود کو خود سُنتے ہیں اور اُن کو پہچانتے ہیں۔" (دلائل الخیرات)

marfat.com

غور فرمائیے کس قدر تاکید سے فرمایا گیا ہے کہ درود تو ہم سنتے ہیں اور خود سنتے ہیں لیکن محبت والوں کو اور ان کو پہچانتے ہیں۔"

علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

"ہم یہ نہیں کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم برزخ یعنی اپنی قبر میں مقید و محصور ہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ عالم سفلی اور علوی میں سیر فرماتے ہیں"

علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"بے شک اللہ تعالیٰ انبیاء، صدیقین، شہداء اور اولیاء کی ارواح کو (درجہ بدرجہ) جسموں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ زمین آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ"۔ (تفسیر مظہری ص ۱۵۲)

اب ہم علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔

" ان تمام نقول اور احادیث کے مجموعہ کا ماحصل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اور روح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور بلا شبہ آپ جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں اور زمین اور عالم ملکوت کے ہر گوشہ میں تصرف فرماتے ہیں اور آپ بالکل اپنی اسی ہیئت پر ہیں جس پر قبل از وفات تھے اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور بیشک آپ ہماری آنکھوں سے غائب کر دیئے گئے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ آپ کی رویت کے ساتھ کسی کو عزت و اکرام عطا فرمانا چاہتا ہے تو اس حجاب کو اٹھا دیتا ہے اور وہ آپ کو اسی ہیئت پر دیکھتا ہے جس پر آپ ہیں اس سے کوئی امر مانع نہیں ہے اور رویت مثال کی تخصیص کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔

حضورؐ ہر جگہ ہر لمحہ جا سکتے ہیں

marfat.com

چونکہ اس کتاب کا اصل موضوع نعت ہے، نعت اور مولود شریف لازم و ملزوم ہیں، اس لئے مولود پر اعتراضات کے جوابات اس ضمن میں آگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس محفل میں شریک ہونا یہ ذکر اس لئے آیا کہ آدابِ محفلِ نعت کے ضمن میں اس پر اظہارِ خیال ضروری تھا۔ مولود شریف پر اور اُس کے جواز پر ہمارے علمائے کرام نے ایسی مدلّل کتابیں تصنیف کی ہیں کہ اُس کا آج تک جواب نہ دیا جا سکا ہے اور انشاء اللہ نہ دیا جا سکے گا۔ ہم نے آدابِ محفل کی نسبت اور تعلق سے ان باتوں کو یہاں تحریر کیا ہے۔

البتہ ایک اعتراض رہ جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام بیک وقت کئی کئی بلکہ ہزارہا محافل میں کس طرح تشریف فرما ہو سکتے ہیں کیونکہ ہمارے معترض بڑے عیار اور چالاک ذہنیت رکھتے ہیں جب وہ یہ دیکھ لیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حیات النبیؐ کی حیثیت سے جہاں چاہیں تشریف لے جانا ممکن ہے اس پر قرآن، حدیث اور فقہاء کے فیصلے کے بعد حجت کی گنجائش باقی نہیں رہی تو کوئی نہ کوئی حملہ تو کیا جائے جس طرح شیطان نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو گمراہ کرنے کی کوششوں میں ناکامی اور سخت ندامت کے بعد آخری حملہ اُن کی عقلِ سلیم کی اور علم کی تعریف کر کے گمراہ کرنے کی ایک ناکام آخری کوشش پھر کی تھی چنانچہ اسی طرح ان دلائل کو تسلیم کرنے کے بعد وہ آپ سے یہ سوال کریں گے کہ حضرت آپ یہ بتائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام بیک وقت ہزاروں محافلِ نعت میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں۔ یعنی جب کہ وہ ایک ہیں تو روح بھی ایک ہے، اور ایک روح ایک وقت میں ایک جگہ جا سکتی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تمام مخلوق میں افضل و اعلیٰ ہے اور اللہ کی تمام مخلوق میں ملک الموت وہ فرشتہ جو ارواح کو قبض کرنے کے لئے مقرر ہے بھی شامل ہے، ظاہر ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو افضلیت تمام مخلوق پر عطا ہوئی ہے وہ آج کل کے تمام نہاد علماء کی طرح نہیں کہ کسی دار العلوم سے استفادہ بھی نہیں کیا اور

marfat.com

حضرت ابن عباسؓ کا خطاب خود لے بیٹھے، اعزازی ڈگریاں حاصل کرلیں چاہے علم ہو یا نہ ہو، بلکہ وہاں تو آپ کو افضلیت عطا ہوئی تو افضل کمالات بھی عطا کئے گئے، حضرتِ جبریل کا جو مقام ہے کون ان سے واقف نہیں وہ بھی وہاں نہ جا سکے جہاں سرکار مدینہ کے قدم پہنچے تو جب ملک الموت ایک وقت میں ہزاروں اور لاکھوں ارواح کو قبض کرنے کے لئے ہزار ہا دور دراز اور ایک دوسرے سے مختلف مقامات پر پہنچ سکتا ہے تو جو ملک الموت سے افضل و اعلیٰ و برتر و بالا ہوگا وہ اگر اُن کی طرح ہزار ہا مقامات پر بیک وقت نہ پہنچ سکے تو افضلیت و برتری کی تمام دلیلیں مشکوک اور مشتبہ ہو جاتی ہیں لیکن چونکہ ہماری زبان تو اُن کے مدّاحوں کی زبان ہے ان کے عقید تمندوں اور غلاموں کے غلاموں کی زبان ہے اُن کی خاکِ پا کو سرمۂ بصیرت سمجھنے والوں کی اور ان کے فیضان کو قیامت تک جاری و ساری سمجھنے والوں کی زبان ہے اس لئے وہ ہمارے کلمات کو کب سند مانیں گے اِس لئے آئیے ایسے علماء اور بزرگانِ سلف کی تحریر پیش کریں جنھیں نہ صرف ہم ہی بلکہ خود اس عقیدہ کے مخالف بھی تسلیم کرتے ہیں۔

رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے قبرِ انور سے باہر آ کر عشاق کے گروہ کے احوال سے آگہی حاصل کرنے پر اس قدر احادیث اور مفسرین و محدّثین کے اقوال ہیں کہ اس پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں میرے پیشِ نگاہ علّامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ علّامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور امام المحدّثین حضرت علّامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے ان درج کردہ حوالوں کے امام بیہقی، ابنِ ماجہ مطبوعہ مصر، دلائل النبوت ابُونعیم، مشکوٰۃ شریف، ابن جوزی وفا الوفا، زرقانی علی المواہب، شرحِ شفا شریف، جمع الوسائل، فیوض الحرمین، الحاوی للفتاویٰ، اخبار الاخیار، مکاتیبِ شیخ، تفسیر رُوح البیان، مثنوی شریف، بانی دیوبند دار العلوم مولوی محمد

marfat.com

قاسم کی تصنیف "آبِ حیات" جو اس مسئلہ میں اس حد تک آگے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی نفی کرتے ہیں اور آپ کی روح کے قبض کئے جانے کے قائل ہی نہیں۔ ان کے نزدیک آپ کی موت عام لوگوں کی نگاہوں سے مستور ہو جانا ہے۔ صدر مدرس دیوبند سردار مولوی انور علی شاہ صاحب کشمیری کی "فیض الباری" اور دیوبند کے علماء کی مستند کتاب "المهند" ان کے علاوہ اور بھی بیشمار تصنیفاتِ معتبرہ مصدقہ کے حوالے پیش نگاہ ہیں، یہاں ان مختصر حوالوں کا مقصد صرف اہلِ محفل کو اس عقیدہ میں پختگی عطا کرنا ہے کہ ان کے اعمال پر ان کے اخلاص پر یا اُن کے مکر و ریا پر ان کی منافقانہ روش پر یا اُن کے عشق و محبت سے لبریز قلوب کی کیفیات پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہے اور وہ قریب سے سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور سماعت فرما رہے ہیں۔ اس سلسلے کی آخری حدیث ملاحظہ ہو جس کے تصوّر سے قلب پر ایک ہیبت اور جلال طاری ہو جاتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ نے میرے لئے دُنیا کے حجابات اُٹھا دیئے ہیں تو دُنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں"

(زرقانی علی المواہب ص ۲۰۴)

ان مختصر حوالوں کے بعد میں بانیانِ مجلسِ میلاد کے لئے ہدایات و احکامات کے اقوال پیش کرتا ہوں۔

قاضی عیاض رضؓ کا قول

قاضی عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

marfat.com

وَاعلم اَنَّ حُرمَۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ بَعدَ مَوتِہٖ وَتَوقِیرِہٖ وَتَعظِیمِہٖ لَازِمٌ کَمَا کَانَ حَالَ حَیَاتِہٖ وَذٰلِکَ عِندَ ذِکرِہٖ وَذِکرِ حَدِیثِہٖ وَسُنَّتِہٖ وَسَمَاعِ اِسمِہٖ وَسِیرَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ:۔ "جان لو! بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحُرمت اور آپؐ کی تعظیم وتوقیر آپؐ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح ضروری اور لازم ہے جس طرح کہ آپ کی ظاہری حیات میں ضروری ولازم تھی اس کا اظہار خصوصاً آپؐ کے ذکرِ مُبارک اور آپؐ کی حدیث شریف کی تلاوت اور آپ کی سُنّت اور آپؐ کے نام مبارک اور آپؐ کی سیرتِ طیبہ کے سُننے کے وقت ہونا چاہیئے"۔ (شفا شریف ص۲۲)

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

مرے چشمِ عالم سے چُھپ جانے والے

دیکھئے حضرت عارف ربانی امام ومجدد الف ثانی ان حضرات کے امام الطائفہ کے بھی پیران پیر ہیں اپنے مکتوبات میں کیا فرماتے ہیں (عبارت از مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ، جلد اول مکتوب ص۲۱۶)

" ہرگاہ جنیاں را بتقدیر اللہ سبحانہٗ ایں قدرت بود کہ متشکل اشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرند۔ رُوح اکمل را اگر ایں قدرت عطا فرمایند چہ محل تعجب است وچہ احتیاج ببدن بلفظہٖ"۔

اسی طرح مکتوبات ع۵۸ جلد ثانی میں ہے جس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے مضمون طویل ہوتا جا رہا ہے اس لئے ہم پُوری عبارت درج کرنے سے مختصر عبارت پر اکتفا کرتے ہیں اگر کسی صاحب کو کوئی بدگمانی ہو تو یہ حوالے ہمارے پاس موجود ہیں آکر دیکھ سکتے ہیں اور ایمان لا سکتے ہیں۔

marfat.com

ہمارا تو اِس پر ایمان کامل ہے کہ جہاں بھی نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل منعقد ہوتی ہے پُرخلوص جذبہ اور عقیدت واحترام سے درود وسلام بھیجا جاتا ہے سرکار تشریف لاتے ہیں۔ لا سکتے ہیں۔ جن کی آنکھوں پر اُن کے قلوب کی صفائی اور پاکیزگی کی پسندیدگی کے سبب ظاہر ہونا چاہتے ہیں اُن کو زیارت بھی عطا فرماتے ہیں اور جن پر نہیں چاہتے ظاہر نہیں فرماتے۔ یہ تمام حوالے اسی لئے دیئے ہیں کہ ہمارے قارئین کو گمراہ کرنے والے اگر اسی بات پر گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں کہ جو کچھ تم کرتے ہو ٹھیک ہے مگر اس مبارک محفل میں نعوذ باللہ نہ سرکار تشریف لاتے ہیں نہ اپنے مقام سے دیکھتے ہیں بلکہ یہ ایک رسم ہے جو چند سال پہلے کسی نے ڈال دی تھی وہ اس طرح بگڑتے بگڑتے اس صورت میں رہ گئی ہے اور ہمارے قارئین یعنی سرکارِ محفلِ میلاد کسی شک وشبہ میں پڑ جائیں تو اُن کا مقصد پُورا ہو جائے گا یعنی حضوریٔ قلب جاتی رہے گی، سرکار کی آمد کے خیال سے پیدا ہونے والی ہیبت وجلال کی کیفیت ختم ہو کر، سُوئے ادب کی حرکات میں تبدیل ہو جائے گا اور لوگ بے پرواہ ہو کر میلاد کی محفلوں میں وہ وہ حرکتیں کریں گے (جس کے اشارے ہم نے اِس مضمون میں دیئے ہیں) کر ثواب گناہ میں تبدیل ہو جائے گا، اعمال ضائع ہو جائیں گے، اور حاضرینِ محفل کو خبر بھی نہ ہو گی کہ کیا کچھ ہو گیا۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی اسی تصنیف میں سامع اور بیان کرنے والے دونوں کے لئے ہدایت فرماتے ہیں:

" ہر مومن پر واجب ہے کہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرے —— یا اُس کے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو اپنے ظاہر و باطن میں خشوع وخضوع کرے اور اپنی حالت کو وقار اور سکون پر رکھے۔ اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت وجلال کو اپنے دل میں جگہ دے گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو ہے،

marfat.com

اور ان آداب کا لحاظ رکھے جو اللہ نے ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تعلیم فرمائے ہیں۔" (یہاں ان تمام آیاتِ قرآنی کو ایکمرتبہ پھر اپنے تصور میں لے آئیے جو پچھلے صفحات میں پیش کی جا چکی ہیں) آگے چل کر فرماتے ہیں:

"خوشبو کا اہتمام کیا جائے، ہر شخص تازہ غسل اور وضو کر کے شریک ہو، ہر شخص معطر ہو کر داخلِ محفل ہو، مسند یا منبر کا اہتمام ضرور کیا جائے کہ یہ بھی سنت ہے، مگر اہتمام کے ساتھ احترام شرط ہے۔"

اس کے بعد حضرت قاضیؒ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ قارئین کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے فرماتے ہیں:

"کسی بے ادب سے، فاسق و فاجر سے مولود پڑھوانا یا مسند و منبر پر بٹھانا تعظیمی مقام کی سخت توہین ہے بلکہ حرام ہے۔"

قاضی عیاضؒ کے اس بیان کی تفسیر میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر ہم اس کو قارئین پر ہی چھوڑتے ہیں کہ وہ ان ارشادات کی روشنی میں ان محافل کا جائزہ لیں جن میں انھیں شرکت کا اتفاق ہوتا ہے۔

طحطاوی کا قول

"فِیْ تَقْدِیْمِ الْفَاسِقِ تَعْظِیْمُہٗ وَقَدْ وَجَبَ عَلَیْھِمْ اِھَانَتُہٗ شَرْعًا"

ترجمہ: "فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ قوم پر فاسق کی اہانت شرعًا واجب ہے۔"

یعنی فاسق کی اہانت اور توہین کرنا شرعًا مومنوں پر واجب کیا گیا ہے چہ جائیکہ اس کو کسی محفلِ میلاد میں مسند پر بٹھا کر اس کی تعظیم و تکریم صرف اس لئے کی جائے کہ اس کی ذات سے صاحبِ خانہ کی ذاتی اغراض وابستہ ہوں۔

قاضی عیاضؒ اور طحطاوی دونوں کے بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ محفلِ میلاد

marfat.com

میں شرکت کی شرائط کیا ہیں اور اس میں کسی رعایت کی گنجائش قطعی نہیں ہے، اب سامعینِ کرام کے لئے ایک آخری بات پیش کر کے ہم آدابِ نعت کے موضوع کو اختتام تک پہنچا رہے ہیں، یوں تو صوفیائے کرام اور مشائخِ عظام کی خدمت میں حاضری دینے والے باادب حضرات کے آدابِ نشست و برخواست سے آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ دو زانو ہو کر اس طرح خاموش بیٹھا جاتا ہے جس طرح کہ نماز میں خدا کے حضور حاضری کے اوقات میں، جب صوفیاء کی خدمت میں نشست و برخواست کا یہ اہتمام ہوتا ہے تو محفلِ نعت یا ذکرِ میلاد کی محفل میں جس کی بابت آپ اس طویل مضمون میں از اوّل تا آخر قرآنِ کریم اور حدیث کے حوالوں سے یہ دیکھتے آرہے ہیں کہ ان محافل میں خود ذاتِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت و شمولیت اُن کے اختیار میں ہے اور ان کی نگاہ شرکائے محفل کے ہر عمل پر رہتی ہے وہ ادبِ نشست و برخواست میں، کیوں نظر انداز کر دیا جاتا ہے، نعت شریف سُنائی جا رہی ہے، گاؤ تکیہ لگے ہوئے ہیں، پان کی گلوریاں پیش کی جارہی ہیں، نذر کرنے کا انداز اس قدر بے ہودہ، جاہلانہ اور غیر اخلاقی ہے جس طرح بارات میں دُولہا پر صدقات نچھاور کئے جاتے ہیں یا طوائف پر نوٹ برسائے جاتے ہیں۔ الغرض ایک دو نہیں بے شمار ایسی حرکات کی جاتی ہیں جو اپنی نمائش و نمود کے جذبہ کی تسکین اور اپنے جہل کے اظہار میں ہو کر بے ادبی اور گستاخی کی حدود میں شامل ہو جاتی ہیں۔ میں نے بزرگوں سے سُنا ہے کہ پالتی مار کر بیٹھنا آدابِ نشست کے تمام انداز میں سب سے پست ہے بالخصوص دورانِ وظائف۔

جبریلِ امینؑ کا ادبِ محفل

اِس سلسلے میں کسی زمانہ میں میری زبان پر نعت کا یہ شعر بھی آیا تھا ؎

marfat.com

کاش مِل جائیں مجھے رُوح الامیں تو پوچھ لُوں
وہ ادب، جو شرط ہے آقا کی محفل کے لئے (ادیب)

اور قدرت نے مجھے یہ شرف بھی عطا فرمایا کہ حضرت جبریلِ امیںؑ سے ہی مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بیٹھنے ہونے کے لئے سلیقہ نشست حاصل ہوا، اور وہ واقعہ اس طرح ہے کہ میں اِسی جستجو میں مختلف کتابوں کی ورق گردانی کر رہا تھا اور یہ شوق مجھے کشاں کشاں کتب خانوں کی سیر کرا رہا تھا کہ ایک روز رُوح الامین نے ہماری تلاش اور تجسس کے جذبہ کی تسکین کے لئے اس انداز میں شرفِ ملاقات بخشا کہ ہماری نگاہ سلیمان تیمی کی اس روایت پر جا کر ٹھہر گئی جس میں آپ نے فرمایا:

"کما یجلس احدنا فی الصلوٰۃ" (عینی جلد ۱ صفحہ ۲۲۹)

ترجمہ: "جبریلِ امیںؑ دربارِ نبوت میں اس طرح بیٹھے جیسے نمازی نماز میں بیٹھتا ہے۔"

مسلم شریف کی ایک عبارت ہے جس کے راوی سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ہیں:

"جبریلِ امیںؑ حضورؐ کے دربار میں دو زانو ہو کر بیٹھے اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ دیئے۔"

یہ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرامؓ کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے جن میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، کہ حضرت جبریل امیںؑ تشریف لائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا، کچھ سوالات کئے جن کے جوابات رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائے۔ جب حضرت جبریلِ امیںؑ تشریف لے گئے تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر فاروقؓ کو مخاطب کر کے دریافت فرمایا۔ "یہ کون تھے؟" فاروقِ اعظمؓ نے عرض کی۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُل" یعنی کوئی شخص تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"یہ جبریلؑ تھے۔" (بخاری شریف باب الایمان میں یہ واقعہ بالتفصیل ہے جس میں نبی کریمؐ سے کئے جانے والے

marfat.com

سوالات اور جوابات درج ہیں) اس روایت میں دو باتیں ہیں کہ حضور اقدس کی حضوری میں نشست و برخواست کے آداب کیا ہیں خواہ وہ بپیشِ نگاہ ہوں یا اُن کا ذکر بپیشِ نگاہ ہو، جس پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے، دوسری اہم بات یہ واضح ہوئی کہ فرشتہ نُور ہے اور نُور جب لباسِ بشری اختیار کر کے مجمع بشر میں آئے تو وہ بشر نہیں نُور ہی ہوتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق جیسی ہستی بھی اس نُور کو اس وقت تک بشر ہی خیال کرتی رہی تا آنکہ نُورِ مجسّم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نُوری ہونے کی خبر نہ دے دی۔

اپنی کوتاہیوں پہ غور کریں

ان تمام حوالوں کی روشنی میں صاحبانِ محافلِ میلاد کو چاہیئے کہ وہ ان شرائط کو پُورا کریں جو اُن کے ادب و احترام کو لازم ہیں، اور اپنی تمام عمر کی کمائی کو برباد ہونے سے بچائیں۔ محفل کا انعقاد کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ خلوص نیت سے محفل کا انعقاد کریں اس میں ان کی دُنیاوی غرض وغایت نہ ہو، اپنی محفل میں آنے والے غریب و امیر سے یکساں احترام کی نگاہ رکھیں، بالخصوص غرباء پر توجہ دیں کہ وہ ذکرِ رسولؐ کی سماعت کی آرزو لے کر اُن کے در تک آئے ہیں، ایسے لوگوں کو مدعو کریں جن کے دلوں میں عقیدت اور محبت کا دریا جوش مارتا ہو نہ اُن کو کہ وہ اقتدار و کاروبار کی بڑی بڑی کرسیوں پر متمکن ہوں اور اُن کے اس مقام سے ہماری اغراض وابستہ ہوں ہاں اگر اُن میں بھی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چنگاری ہے تو وہ نہایت ادب و احترام اور عاجزی سے آکر جہاں جگہ میسّر آئے بیٹھ جائیں اور اپنی دُنیاوی حیثیت سے اس محفل میں اپنا مقام تلاش نہ کریں اور نہ صاحبِ خانہ پر لازم ہے کہ وہ کسی کو اُٹھا کر اس کی جگہ کسی حاکم یا رئیسِ شہر کو بٹھا دے۔

marfat.com

آنے والوں کو بھی وہ تمام شرائط پوری کرنی چاہئیں جن کا ذکر گزرا،
تازہ غسل، تازہ وضو، خوشبو کا استعمال، آدابِ نشست، بے غرضی، اور خلوص
اور انتہائی عجز و انکسار۔

اور نعت خواں حضرات کو جو مقام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے
وہ اس کی قیمت لگا کر اُسے بازار میں فروخت نہ کریں، تھوڑے سے نفع کے لئے
آخرت کی کمائی اور رحمتِ دوعالم کے ہاتھوں عطا کردہ نعمتِ عظمیٰ سے اپنے دامن اپنے
ہاتھوں خالی نہ کریں، طرح طرح کی تاویلات اور حوالے دے کر وہ اپنی تسلّی تو کر سکتے
ہیں۔ لیکن حقیقت سے منہ نہیں چُرا سکتے۔ ان لوگوں کی حرص و ہوس کا بازار اس
قدر گرم ہے کہ آج کل اس کے زہر آلود اثرات آنے والی نسل میں جو بچّے پروان چڑھ
رہے ہیں اُن پر تباہ کُن پڑ رہے ہیں، وہ اپنے حق میں جو کچھ کر رہے ہیں خداوند کریم
انھیں توفیق عطا فرمائے کہ وہ بلا حیل و حجت اور تاویلات کا سہارا لئے اس خریداری
عذاب سے نکل آئیں لیکن اگر وہ ایسا نہیں کر سکیں تو انھیں یہ بھی احساس ہونا
چاہیئے کہ وہ اپنی روش پر جن کو چلنے کی دعوت دے رہے ہیں اور رغبت دلا
رہے ہیں، ان معصوم افراد کے گُم کردۂ منزل ہو جانے کا گناہِ عظیم بھی ان کی فہرست
میں ایک اور اضافہ ہوگا۔ معاشرہ کی حالت جب ابتر ہوتی ہے اور اخلاقی تنزل
کا شکار ہوتی ہے تو ان برائیوں کو پھیلانے اور عیوب کو عوام میں قبولیت عطا کرنے
میں دوسرے طبقوں کا بھی برابر کا ہاتھ ہوتا ہے ان معصوم مدّاحانِ رسول کو اس
مقام تک ہرگز یہ شوق یہاں تک نہ لایا تھا کہ ان کا یہ انداز اُن کی معیشت کو بحال
کرنے کا ذریعہ بن جائے گا انھیں تو ذکرِ رسول سے محبت تھی اس محبت نے شوق
کی منزل پہ لا کھڑا کیا۔ اور محبت و شوقِ نغمگی کے اتصال نے انھیں اس قابل بنا دیا
کہ رحمتِ خاص کی ان پر نگہِ انتخاب ہو جائے اور وہ دامانِ کرم سے وابستہ ہو کر نہ صرف

marfat.com

اپنی نجات کے راستے کو ہموار کرلیں بلکہ جس طرف سے گزر جائیں اپنی جھولی میں رحمتیں سمیٹتے اور سامعین کے دامانِ طلب میں اس کبھی کم نہ ہونے والی رحمت کو بانٹتے آگے بڑھ جائیں ان کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ چند نام و نمود کے طلبگاروں نے اپنی جائز یا ناجائز دولت کی نمائش کے لیے ان کی بولیاں لگانی شروع کردیں، اُن پر اپنے مال کو نچھاور کرنے اور سرِعام بڑے بڑے نذرانے پیش کرکے ان کی غیرت ان کی حمیت، اُن کے جذبۂ عشق، اُن کے خلوص، اُن کی وفا، اُن کے سوزِ دروں کو مجروح کرکے اُنھیں بھی اپنی طرح کا طلبگارِ جاہ وحشم بنا دیا، میں ان دونوں طبقوں سے مخاطب ہوکر سوال کرتا ہوں کہ اے مظلوم و مجروح طبقۂ مداحانِ رسولؐ تجھے سربزم دیکھ کر تجھ پر نثار و قربان کی صدائیں لگانے ولے تجھ پر داد و تحسین کے پھول نچھاور کرنے والے تیری بولی لگا کر تیرے ضمیر کو خریدنے کی کوشش کرنے والے کیا کبھی تیرے حقیقی روپ کو، تیرے زخمی جگر کو مصائبِ زمانہ کی لگی ہوئی گہری چوٹوں کو جھانک دیکھنے اور اُن پر مرہم رکھنے کی کوشش فرماتے ہیں، اگر نہیں تو پھر تیرا ایسے قارونوں کی بارگاہ میں حاضری ایک رقاصہ کے معیار سے کچھ بہتر ہے؟ اور اے اپنی جائز و ناجائز دولت پر ناز کرنے والو! نیکی اور ثواب، عشق و محبت بغیر اخلاص کے خریدا نہیں جاسکتا۔ اگر خلوص کے دعویدار ہو تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تاریخ اور عشاقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی داستانیں اٹھا کر دیکھو کہ ایک عاشق کس طرح دستگیری کرتا تھا اور نسبتِ رسولؐ کے تعلق سے ان پر جان قربان کردیتا تھا وہ جان جو آج سب کو بے حد عزیز ہے جس کے لئے علامہ اقبالؒ نے فرمایا کہ اس اُمت کے عروج و زوال کا راز اس میں ہے کہ جب تک متاعِ دنیا سے مومن بے نیاز تھا اسے اپنی جان پیاری نہ تھی اور وہ ہر لمحہ اسلام کے لئے اور ناموسِ رسالت پر قربان ہوجانے کے لئے تیار رہتا تھا۔ بلکہ وقت کا متلاشی ہوتا تھا اور جب سے اُس کے

marfat.com

دل میں حبِّ مال ومتاع آگئی حُبِّ رسول سے سینہ خالی ہوگیا، اب اسے مرنے کے لئے کہا جائے تو یہ پیچھے پلٹ کر اپنے اسبابِ زندگی کو دیکھتا ہے اور راہِ فرار اختیار کرلیتا ہے۔ اگر مدّاحانِ رسول سے تعلق ہے تو وہ محبت اور بے پناہ محبت کی صورت میں جلوہ گر ہونا چاہیئے، میری تحریر کی زد میں ہر وہ شخص ہرگز نہیں جو ان شرائط کو پُورا کرتا ہو جس کا ذکر قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین کے اقوال کے حوالوں میں پیش ہوئے مگر ایسے لوگوں کی کمی نہیں جنھوں نے عشقِ رسول کے اظہار کا معیار ایسی باتوں کو بنا لیا جو عشقِ رسول تو بہت بڑی بات ہے اسلامی شعائر سے اس کا دُور کا بھی واسطہ نہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اس تلخ حقیقت پر جو سُننے والوں کے لئے بہت ناگوار ہوگی جتنا لکھوں کم ہے اور میرے قلم میں اتنی گنجائش ہے کہ بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مگر میں ان دو حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں جس میں علم کے مقاصد اور اس کے کاروباری نقطۂ نظر کی ایسی وضاحت کی گئی ہے اور اس طرح صریح الفاظ میں تنبیہہ ہے کہ جس کو دیکھ کر گمراہ سے گمراہ بھی لرزہ براندام ہوجاتا ہے۔ اور بے اختیار اس کی آنکھوں سے اشکِ ندامت جاری ہوجاتے ہیں اور وہ اپنی پچھلی زندگی پر کفِ افسوس ملتا ہے اور گریہ وزاری کرتا ہے۔

حضور کی ناراضگی

کعب بن مالک ترمذی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے:

"من طلب العلمَ لیجاری به العلماء اولیماری به السفهاء و یصرف به وجوه النّاس الیه یدخله اللّٰه النّار"

ترجمہ: "جس نے اس لئے علم طلب کیا کہ علماء سے مناظرہ کرے یا عوام پر غالب آئے یا آدمیوں کو اپنی طرف متوجہ کرے اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا۔"
(مقدمہ خلاصۃ التفاسیر ص۲۵ مرتبہ فتح محمد تائب)

marfat.com

اس میں صاف اور صریح ہے کہ آدمیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے یعنی اپنے علم کی نمائش کرنے اور اُنھیں اپنے علم سے مرعوب کرنے کی کوشش پر جہنم کی سزا کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

خلاصۃ التفاسیر میں ایک اور حدیث میں اللہ جل جلالہ کا ایک قاری سے مکالمہ کی حدیث نہایت عبرت انگیز اور سبق آموز ہے۔ ذرا دیکھئے کہ تلاوتِ کلامِ الٰہی کے عظیم مرتبہ پر فائض ایک قاری کا انجام کیوں اور کیا قرار دیا جاتا ہے، یہ سزا میرا قلم نہیں بلکہ مالکِ لوح و قلم دیتا ہے۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

قیامت میں حق سبحانہ تعالیٰ قاری کو بلا کر فرمائے گا۔

" میں نے تجھے وہ علم دیا جو اپنے پیغمبر پر اُتارا تھا"

قاری عرض کرے گا۔ " ہاں عنایت فرمایا تھا"

ارشادِ ربی ہوگا۔ " تو نے کیا کیا؟"

قاری عرض کرے گا۔ " میں اُسے رات دن پڑھتا تھا"

ارشادِ باری ہوگا۔ " تو جھوٹا ہے"۔

اور فرشتے بھی کہیں گے۔ " تو جھوٹا ہے"۔

پھر ارشادِ باری ہوگا۔ " تو نے یہ چاہا تھا کہ کہا جائے، فلاں قاری ہے سو وہ کہا گیا"۔ (یعنی تیری نام و نمود کی خواہش دنیا میں ہی پوری کر دی گئی) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے زانو پر دستِ مبارک مار کر فرمایا :

" پہلے سب سے، انھیں پر آگ دوزخ کی سلگائی جائے گی"۔

(مقدمہ خلاصۃ التفاسیر صا۹)

اگر اب بھی خلوص پیدا نہ ہو تو وہ کون سی شئے ہے جو تمہیں راہِ راست پر لا سکے گی،

marfat.com

یقیناً تاجدارِ رسول کا ادب و احترام ہم سب پر واجب ہے مگر اپنی نمائش کے لئے ان کی عظمت کو بٹہ لگانا یہ سمجھ کر کہ تم کوئی نیک کام کر رہے ہو زندگی کا سب سے نقصان دہ فریب ہے۔

حضورؐ سب کچھ دیکھ رہے ہیں

"جان لو بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت اور آپ کی تعظیم و توقیر آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح لازم ہے اور ضروری ہے جس طرح کہ آپ کی ظاہری حیات میں ضروری لازم تھی اس کا اظہار خصوصاً آپؐ کے ذکر مبارک اور حدیث شریف کی تلاوت اور آپؐ کی سنت اور آپؐ کے نام مبارک اور آپؐ کی سیرت طیبہ کے سننے کے وقت ہونا چاہیئے"۔ (قاضی عیاضؒ شفا شریف ص)

حدیث:۔ " حضورؐ نے فرمایا بیشک اللہ نے میرے لئے دنیا کے حجابات اُٹھا دیئے ہیں تو، میں دُنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں"۔

(زرقانی علی المواہب ص۲۰۴)

اور قرآنِ کریم ہم سب سے مخاطب ہے۔

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات)

ترجمہ: "کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو"۔

اُن کی نگاہ سے ادیبؔ کوئی نہیں جو چُھپ سکا
دیکھ رہے ہیں عجز بھی رسم و نمود و نام بھی

(ادیبؔ)

بہ لحنِ داؤد ہمنوا شو

قرآنِ مجید میں جو اوامر اور نواہی ہیں ان میں صاف ہدایت کی گئی ہے کہ یہ عمل کرو اور اس عمل سے باز رہو، وہ احکامات اور وہ باتیں تعمیل کی ہیں، چنانچہ احکامات کی تعمیل کی جاتی ہے، ان پر غور و فکر نہیں کیا جاتا ان کے علاوہ جو باتیں بھی ہیں ان پر غور و فکر کرنا چاہیئے خود قرآنِ کریم نے آسمانوں اور زمینوں کے درمیان گرد و پیش کی اَن گنت اشیاء کا ذکر بھی کیا ہے اور ان پر غور و فکر کی دعوت بھی دی ہے، جب ہماری قوم آزاد تھی تو اُن کے اذہان شگفتہ تھے ان کی نفسیات کسی طرح اور کسی سمت کے دباؤ کو قبول نہیں کرتی تھیں جو ذہنی غلامی سے پیدا ہوتا ہے۔ کائنات کی ہر چیز پر قرآن کی روشن ہدایات میں غور و فکر کیا جاتا تھا۔ جس کے نتیجے میں نئے نئے علوم دریافت ہوئے اور نئی ایجادات بھی ہوئیں جو آج تک اُنھیں کے نام سے اس طرح وابستہ ہیں کہ صدیوں کے بُعدِ زمانی اور مستشرقین کی تحریفی ریشہ دوانی کے باوجود اسی قوم کا تاریخی ورثہ ہیں لیکن جب سے یہ عالم بدل گیا، ذہن پر غلامی کے اثرات مرتب ہونے لگے۔ غور و فکر کا سارا زور ان چیزوں پر ہونے لگا جو تعمیل کے لئے ہیں، غور و فکر کے لئے نہیں۔ وہ سرمایۂ علم و دانش اور خدا داد صلاحیتیں بے محل ضائع ہونے لگیں، کچھ ایسے ہی دانشمند جو قرآن کی بتائی ہوئی ایک متعین راہ سے ہٹ کر چلنے لگے اُن کے اذہان نے نئی نئی باتوں کا اختراع کیا، غرور علم کا ہو یا دولت کا، غلامی فرنگ کی ہو یا جہل کی متعیّن راہوں سے ہٹ کر چلنا، دانشمندی، سچائی کے حصار سے باہر نکل جانا، آزادی، حق و باطل میں انتخاب کے لئے قوتِ ایمانی کا سہارا لینا، بزدلی، اور

marfat.com

بزرگانِ دین کے اقوال کو ٹھکرانا، اپنی اَنا کی تسکین کا باعث ہوتا ہے، ایسے افراد ملّتِ اسلامیہ کے لئے چھوٹی چھوٹی باتوں کو پیچیدہ اور نزاعی مسئلہ بنا کر اُلجھا دیتے ہیں، کاش! ان میں وہ قوتِ تمیز پیدا ہو جائے کہ علم و دانش کی صلاحیت کا صرفہ برمحل ہو۔ تو یہ بات ہماری اُمتِ اسلامیہ کے لئے ایک طرف نزاع سے نجات کی شادمانی کا سبب ہو اور دوسری جانب شانہ بشانہ ہم تعمیری کاموں کی تکمیل کے لئے سرگرم ہو جائیں جن کی اس صدی میں پچھلی صدیوں کے مقابل دشمنانِ اسلام کی متحدہ اور طاقتور ریشہ دوانیوں کے پیشِ نظر اشد ضرورت ہے جو اسلامی نظام کے قیام کا تقاضا ہے اور نجات کی سبیل ہے۔

بے جا تنقید

اکثر جہلِ علم کے شکار اور اپنی اَنا کے پرستاروں کی جانب سے یہ اعتراض سامنے آتا ہے کہ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ترنم، خوش الحانی اور اچھی اچھی آوازوں میں ڈھال کر پڑھنا بدعت ہے، حرام ہے، اور صدیوں کی ہندو مُسلم تہذیب کی یکجائی کا نتیجہ ہے۔ اس پر ہندو عقیدہ اور عبادت، پُوجا کے بھجن کا رنگ غالب آ گیا ہے جو اسلامی تہذیب، شعائر، اور طرزِ عبادت کے بنیادی اصولوں سے متصادم ہے اور جو فکر یا طریقہ یا عملِ اسلامی تصورِ حیات سے متصادم ہو وہ اپنے اندر بے شمار دلکشی اور رعنائیوں کے باوجود قابلِ قبول نہیں ہے اسلام زمانۂ کفر اور جاہلیت کی جن رسومات اور خرافات کو مٹانے کے لئے آیا ہے ان کو تازہ کرنا، اُن کی ستائش کرنا اسلام کے عین منافی ہے، جہل ہے، بدعت ہے وغیرہ وغیرہ غلامانہ ذہنیت کی اس دانشوری نے جس انداز میں اپنی صلاحیت کا مظاہرہ کیا ہے وہ ضائع نہیں گیا بلکہ ہزارہا سادہ لوح مسلمانوں، لاکھوں عقیدتمندوں کے

marfat.com

قلوب میں تشکوک و شبہات پیدا کر دیئے گئے اور اس طرح ایک علمی، غیر تحقیقی، غیر منطقی اور بے بنیاد بات نزاع بن گئی، اِس ناچیز نے کوشش کی ہے کہ یہ نزاع ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے اور لوگ شاہین و عندلیب کے مناظرہ میں اپنی زندگی نہ گزار دیں۔

اس اعتراض کے دو حصّے ہیں اور میں دونوں کا جواب دے رہا ہوں یعنی ایک یہ کہ "کیا نعت خوانی کا حکم قرآن میں کہیں آیا ہے"۔ (ایک طبقہ بدقسمتی سے مسلمانوں میں حدیث کا بھی منکر ہے اور ہر بات کی دلیل وہ قرآن سے چاہتا ہے) یا کوئی ارشادِ نبوی ایسا ہے جس میں نعت خوانی اور درود و سلام پڑھنے کی ہدایت واضح آئی ہے، دوسرا حصّہ یہ ہے کہ نغمگی غیر مذاہب کے طریقہ عبادت کی تبلیغ ہے۔ آپ سیدھے سیدھے تحت اللفظ نعت کیوں نہیں سُناتے، اسے راگ راگنیوں میں کیوں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ پہلے حصۂ اعتراض پر ہم نے نہایت اختصار سے کام لیا ہے مگر مستند حوالوں سے اعتراض کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے۔ دوسرے حصّہ پر بھی آپ کو ہماری تحقیق کا مطالعہ بتا دے گا کہ یہ اعتراض کس قدر لایعنی اور مہمل ہے البتہ دُوسرے حصّہ کے بھی دو حصّہ ہیں۔ راگ راگنی والا حصّہ بحث طلب ہے اس پر ہم نے محتاط ہو کر لکھا ہے۔ اور جہاں تک اعتراض ناقابلِ قبول ہے قرآن و حدیث اور آئمہ و مجتہدین کے حوالوں سے رَد کیا ہے لیکن جو بات قابلِ قبول ہے اس کے قبول کرنے میں انکار نہیں کیا ہے۔ اور اس پر خاصی بحث کی ہے جو ایک نازک مسئلہ ہے۔

ان سب کے باوجود یہ ایک کھُلی حقیقت ہے کہ ایک صدی سے برصغیر میں اعتراضات، تنقید اور تصریحات کا سلسلہ جاری ہے جو غلامانہ ذہنیت کے زہر سے آلودہ ہو چکے ہیں۔ ان کے اعتراضات کے جتنے بھی مستند اور مُدلّل جواب دیئے ہیں انھیں قبول کرنے اور ہدایت پانے میں جس کو توفیقِ ایزدی ملی ہے وہ صراطِ مستقیم

marfat.com

پر آ گیا ہے اور جسے اُسکی توفیق نہیں ملی وہ اپنی ضد پر قائم ہے۔ ہماری غرض اس مضمون کے ذریعہ علاوہ معترضین کو مدلّل جواب دینے کے، اس ذکرِ جمیل کو بحسنِ تمام پیش کرنے والوں کے قلوب سے ان تمام تشکوک و شبہات کو دُور کر دینا ہے جو معترضین نے اُن کے معصوم دلوں میں پیدا کرکے اُن کے جذبۂ خلوص، عقیدت اور محبت کے مقبول اور حسین انداز کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے۔

مقصودِ اصلی

ہم اگر آپ سے یہ سوال کریں کہ موجودہ دور اور ماحول میں جو لباس آپ پہنتے ہیں، جس طرح آپ کھانا کھاتے ہیں، جس طرح کے مکان میں آپ سکونت پذیر ہیں، جس انداز کی اور جن طریقوں سے آپ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو دلا رہے ہیں، جس قسم کی سواریوں میں آپ سفر کرتے ہیں، اس کا حکم قرآنِ مجید میں آیا ہے۔ یا سنتِ رسولؐ اور صحابۂ کبارؓ کے عمل سے اس کی کوئی مثال دی جا سکتی ہے تو آپ ہوں یا معترضین کا گروہ یہی جواب دے گا کہ بنیادی چیز مقصود ہے، لباس ہو یا خوراک، طرزِ بود و باش ہو یا تحصیلِ علم، موسم اور حالات کے اعتبار سے ان کی ظاہری صورت تو بدل سکتی ہے مگر مقصود نہیں بدلے گا۔ تو پھر ہم بھی تو یہی عرض کرتے ہیں کہ کسی بھی طریقہ اور اسلوب میں اگر مقصود بدل گیا اور اس کی کوئی بھی صورت بنیادی اصول سے متصادم ہو گئی، تو قرآن و سنّت کی نظر میں وہ ناپسندیدہ اور ممنوع ہو گی۔ اس کی مثال: آدمی کے لباس پہننے کا مقصد کیا ہے۔ اس کے تین مقاصد ہیں:- (۱) جسم کو سرد و گرم سے محفوظ رکھنا (۲) خوش نمائی پیدا کرنا (۳) ستر پوشی کرنا۔ اسلام نے مقصودِ اصلی ستر پوشی کو قرار دیا ہے۔ اگر کسی لباس سے مقصودِ اصلی پُورا نہ ہو تو وہ طریقِ لباس اسلام کی نظر میں قابلِ گرفت ہو گا، ورنہ مقصودِ اصلی سے انحراف کئے بغیر ہر صورت پسندیدہ اور مستحسن ہے

چاقو ایک آلہ ہے، اس کے بیشمار مفید مصرف ہیں اور ہر مصرف یکساں نہیں، سب کی مختلف نوعیت ہیں، ناخن تراشنا، قلم تراشنا، پرندہ یا جانور ذبح کرنا، پھل اور سبزیاں کاٹنا، لیکن آپ اگر ان مفید مصارف کو ترک کر کے اسے جیب تراشنے یا کسی کو ہلاک کرنے، ضربِ شدید لگانے میں استعمال کریں تو چاقو کا استعمال یا چاقو سازی کی صنعت پر پابندی عائد کرنا ایک غیر دانشمندانہ بلکہ احمقانہ فعل کہلائے گا۔

علوم و فنون میں مسلمانوں کو ایک تاریخی مقام حاصل ہے اور مسلمانوں کی ایجادات بے شمار ہیں جن میں کھیتی باڑی کے آلات، جنگ کے ہتھیار، سواری کا جدید اہتمام، آلاتِ جراحت، جو مقصودِ اصلی سے تصادم کے بغیر اپنی مختلف صورت اور ہیئت میں اپنے ماضی سے بالکل مختلف اپنی تاریخ کے نمونوں سے بالکل جدا انسانی فلاح کے کام آرہے ہیں بالکل اسی طرح انسانی سیرت کو بنانے، کردار کو سنوارنے اور اخلاق کی تعمیر کے لئے ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بصورتِ نعت و محفلِ نعت اپنے ماحول کے تقاضے پورا کرتے ہوئے اپنے مقصودِ اصلی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے نئے نئے انداز میں کہیں محفلِ میلاد کے عنوان سے کہیں نعتیہ مشاعرہ کی صدا بن کر، انسانوں کو اسلام کی طرف، مسلمانوں کو نیکی طرف اور نیکوکاروں کو عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لا رہا ہے۔

سُنّتِ رسولؐ اور سُنّتِ صحابہؓ

سنتِ رسولؐ کی مثال طلب کرنا اپنے جہلِ علم کا علی الاعلان اعتراف ہے، یہ تو ایسی بات اور روشن بات ہے کہ تاریخ کا طالبِ علم نہ ہوتے ہوتے ہوئے بھی ہر شخص جانتا ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ان کی تعریف اشعار میں بیان فرماتے تھے اور اسی طرح دیگر صحابہ کرام بھی

جن کو شعر کا ذوقِ سلیم عطا ہوا تھا۔ حضرت حسان رضؓ کو شاعرِ دربارِ رسالت کا خطاب بھی حاصل تھا، آپ کے لئے مسجد نبوی میں منبر بچھا دیا جاتا تھا۔ دیگر صحابۂ کبار رضؓ بھی تشریف فرما ہوتے اور اس طرح نعت کی سماعت محفل کی صورت میں مسجد نبوی یعنی دربارِ رسالت میں ہوا کرتی تھی۔ عرب کے دیگر شعراء بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کرتے اور اپنا نعتیہ کلام پیش کرتے تھے، جن کا ذکر تفصیل سے پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔ تذکارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوعیت صحابہ کے زمانے میں اور تھی، تابعین و تبع تابعین کے ادوار میں تبدیل ہوتی چلی گئی اور یہ امر لازمی تھا۔

تغیّر اور اُس کے اسباب

جو طرز عہدِ رسالت میں تھا اُس کا بعدِ عہدِ رسالت تبدیل ہو جانا فطری تھا۔ اس کی وجہ خاص یہ تھی کہ عہدِ رسالت میں صحابہ کی مجلس میں صرف اتنا پڑھ دینا تذکارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کافی ہوتا تھا۔ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ" یہی اُن کے لئے ذکرِ رسولؐ تھا۔ اس ایک آیت کے پڑھ دینے سے سارا قرآن اُن کے سامنے روشن ہو جاتا اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو وہ اس آئینہ میں چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے دیکھا کرتے لیکن بعد کے زمانے والے جنھوں نے حضورؐ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کیا تھا وہ ذکرِ رسولؐ کا حق ادا کرنے کے لئے تمام باتیں تفصیل سے کیا کرتے تھے قطع نظر اس بے جا اعتراض کے کہ ہمیں اُن کی پیروی کا فی ہے ان کے تفصیلی اذکار کی حاجت نہیں۔ تو خداوند کریم کے اِس ارشاد پہ یہ لوگ کس طرح تنقید کریں گے جو قرآن کریم پیش کر رہا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۙ

marfat.com

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ (ابراھیم - ۵)

ترجمہ :- "ہم نے بھیجا موسیٰؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ کہ نکالو اپنی قوم کو اندھیروں سے اُجالوں کی طرف اور اُن لوگوں کو یاد دلاؤ اللہ کے دن"

مفسرینؒ کا اس پر کامل اتفاق ہے کہ "اَیّامِ اللہ" سے مُراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعامات فرمائے اور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں اور تمام نعمتیں اسی نعمتِ عظمیٰ کا صدقہ ہیں۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا واضح احکامِ الٰہی کی تعمیل ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے،

"وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ"

ترجمہ:- "اپنے پروردگار کی نعمتوں کا ذکر کرو اور دوسروں سے بیان کرو"

صحابۂ کرام اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ عالم پر اس سے بڑا اور کیا انعام ہوگا کہ اپنے محبوب کو رب نے بھیجا اور سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ جن کی آمد نے اس اُمت کو سابقہ تمام اُمتوں سے افضل کر دیا۔ جیسے جیسے زمانہ آگے بڑھتا گیا مختلف شہروں مختلف ممالک کے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے گئے۔ ان کے رسم و رواج اور تہذیب و تمدن سے عرب آشنا ہوتے گئے اور عربوں کے تہذیب و تمدن کو مفتوح قومیں اپناتی گئیں۔ جہاں فاتح قومیں اپنے تمدن، اخلاق آدابِ زندگی کا سایہ مفتوح قوموں پر ڈالتی ہیں وہاں مفتوح قوموں کی زبان، رسم و رواج اور روایات کا کچھ نہ کچھ اثر بھی قبول کرتی ہیں، لیکن فاتح اور مفتوح کے اندازِ قبولیت میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ مفتوح قومیں فاتح اقوام کے زیرِ اقتدار رہ کر بیشتر عمل اس لئے اختیار کرتی ہیں کہ اس کے بغیر اوّل تو اُن کا گزارہ نہیں، دوئم اُن کے مفادات ان کی ترقی، حکومت میں قبولیت اور شراکت اور اپنے حقوق کا تحفظ اسی میں نظر آتا ہے، اس کے برعکس فاتح قوم صرف ان باتوں کو اختیار کرتی ہے جو اُس کی

marfat.com

نگاہ میں پسندیدہ، خواہشات کے مطابق، اقتدار کے استحکام اور اختیارات کی تقسیم کے پیشِ نظر ہوں یا جسے وہ اپنی فتح اور کامرانی کی علامت بنا کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہو اس طرح مختلف تہذیبوں کے باہمی اختلاط سے ایک نیا ماحول بنتا ہے، چنانچہ تذکارِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ کار کی تبدیلی و تغیر میں ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ صحابۂ کرام کی زندگی کے طریقۂ تذکرۂ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم میں اور تابعین کے انداز میں فرق کا واضح سبب ایک ذاتِ اقدس کو ہمہ وقتا اپنی آنکھوں سے مصروفِ عمل دیکھنا تھا اور دُوسرے کا صرف ان کا ذکر سماعت فرمانا۔ اسی طرح تذکارِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی منزلیں طے کرتا ہوا شریعت کا دامن تھامے ہوئے احکامِ الٰہی کی روشنی اور ہدایت میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے منزل بہ منزل اس نسل تک بحفاظتِ تمام بصورتِ محفلِ میلاد پہنچا ہے۔ اس لئے آج کے محفلِ میلاد کے اہتمام و طریق میں صحابۂ کرام رض کی محفلوں کے اہتمام و طریق سے یقیناً فرق ہوگا۔ لیکن تغیرِ زمانہ اور گردشِ دوراں کے انقلابات کے باوجود جیسا کہ آغازِ بحث میں مثالوں کے ساتھ عرض کیا گیا مقصودِ حقیقی نہیں بدلا، اس لئے آج ہمارے مُلک میں محافل و مجالسِ نعت عین مقصدِ حقیقی کے پیشِ نظر ہے اور اس کے مروجہ طریقہ پر ہر طرح کا اعتراض بے جا، بے محل اور محض اپنی اَنا کی پرستش کے سوا کچھ نہیں۔

خوش نوائی اور نعت

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان اعتراضات میں اکثریت ایسے لوگوں کی بھی ہے جو خوش نوائی اور نغمہ سرائی کی خداداد نعمت سے محروم ہیں، وہ شاہین کی طرح پرواز کی باتیں تو کر سکتے ہیں، بُلبلِ بُستانِ رسولؐ بن کر نغمہ سنجی کی رُوح کی تشنگی دُور نہیں کر سکتے،

marfat.com

بقیہ وہ لوگ بھی ہیں جن کے جہلِ علم نے اُنھیں اس بات کی توفیق ہی عطا نہیں کی کہ وہ قرآن کریم، احادیثِ نبوی، مفسرین کی آرار، بزرگانِ دین کے اقوال کی روشنی میں اس مسئلہ کا جائزہ لیں، تیسرے وہ لوگ ہیں جن کی آنکھوں پر باوجود علم کی فراوانی، قوتِ اجتہاد اور صحبتِ علمار کے تعصب کی عینک لگی ہوئی ہے، وہ معقول دلائل، مستند حوالے اور قابلِ قبول مواد حاصل ہونے کے حق کو حق جان کر بھی تسلیمِ حق سے اس لئے اِنکار کر دیتے ہیں کہ جس ماحول میں اُن کے دل و دماغ نے پرورش پائی ہے اور جس حلقۂ فکر میں اُن کے شب و روز گزر رہے ہیں اُس خول سے باہر نکلنے کی اُن میں جرأت نہیں ہے اور وہ احساسِ کمتری کے سبب اپنے گرد و پیش کمزور عقیدوں اور بے بنیاد نظریات کے تانے بانے کو توڑنے سے معذور رہیں اور بحالتِ مجبوری اسی معذور اور اپاہج زندگی پر اکتفا کرتے ہیں۔

نعت کی تاریخ اور اس کے مدارج کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی بحث میں اَدائے نعت کا مسئلہ بھی اہمیت کا حامل تھا، چنانچہ اس موضوع پر قرآنِ کریم کی آیات، احادیثِ نبویؐ، اکابرینِ ملت کے اقوالِ زرّیں کو پیشِ نگاہ رکھتے ہوئے اَدائے نعت پر بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

بہ نالۂ دَرد آشنا شو

اگر ہم عرض کریں کہ فطری طور پر انسان کو نغمگی اور خوش نوائی کی نعمت سے خالقِ کون و مکاں نے سرفراز فرمایا ہے، اور ہزار ہا سال سے اِنسانی زندگی کے اندر یہ جوہرِ خاص بتدریج اپنے اِرتقار کی منزلیں طے کر رہا ہے اور پروان چڑھ رہا ہے تو اس کی تاریخ پر ہمیں پوری طرح روشنی ڈالنی ہوگی (اس موضوع پر ایک علیحدہ کتاب ترتیب دی جائے گی) ہم یہاں اختصار سے اہم بنیادی نکات

marfat.com

کو بیان کرنا ہی ضروری سمجھتے ہیں۔

اللہ نے ایسے جتنے جذبے انسان کو اپنے کرمِ خاص سے عطا فرمائے ہیں جو حسین ہیں پُرکشش ہیں، اس کی عظمت اور دوسری مخلوق پر اس کی سبقت کی دلیل بھی ہیں، ان پُرکشش خوبیوں اور صلاحیتوں کا مظاہرہ وہ خود بھی چاہتا ہے، سونا اگر کان سے باہر نہ نکلے، ہیرا اگر پتھروں سے نکال کر صاف نہ کیا جائے، موتی اگر صدف کے شکم میں ہی مقید رہے، رنگ اگر محرومِ دید ہو اور حسنِ صوت کو اگر کوئی سماعت نہ ملے تو قدرت کی ان ایجادات و تخلیق کا بامقصد ہونا ثابت نہ ہوگا۔ جذبۂ رحم، جذبۂ عفو و درگذر، سخاوت اور دریا دلی اور جذبۂ محبت ان سب کی تخلیق کے مقصد میں اظہار نمایاں ہے۔ اسی طرح خوش نوائی اور نغمہ سرائی بھی اسی خالقِ حقیقی کی عنایتِ خاص ہے جسے انبیاء جیسی جلیل القدر ہستیوں کو عطا فرما کر ایک مقامِ خاص عطا فرما دیا گیا ہے۔ خوش نوائی انسان کی میراثِ قدیم ہے، انبیاء سابقین میں جس طرح حضرت یوسف علیہ السّلام کو حُسنِ بے مثال عطا کیا گیا تو حضرت داؤد علیہ السلام کو لحنِ مُبارک کی دولتِ بے مثل سے نوازا گیا۔ انبیاء کرام کے مبعوث ہونے کا مقصد رہبری اور ہدایت ہے، جس کے لئے انبیاء علیہ السّلام صحیفۂ آسمانی اور معجزات عطا کئے گئے، حضرتِ داؤد علیہ السلام کو ربِ تبارک و تعالیٰ نے علاوہ کتاب و معجزات کے خوش الحانی میں وہ مقام عطا فرمایا جو قیامت تک ان کے ساتھ منسوب رہے گا۔ یعنی خوش الحانی، نغمگی عطائے رب اور میراثِ انبیاء ہے، کوئی صاحب فہم و فراست، عصرِ جدید کا خود ساختہ مجتہد حضرت داؤد علیہ السّلام کے اس حُسنِ صوت کو خلافِ نبوّت قرار نہیں دے سکتا اور نہ ہی اس کو ان کا ذاتی فعل شمار کرنے کی جرأت کر سکتا ہے، بات یہیں تک اگر ہوتی تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ حضرت داؤد علیہ السّلام کی امت میں

marfat.com

نغمگی کا بہت زور تھا۔ موسیقی بامِ عروج پر تھی، اس لئے اس بات کی ضرورت تھی، کہ ان کے نبیؑ کو بھی اس وقت کی ضرورت کے پیشِ نظر اس میں کمال عطا کر کے اُمت کے ماہرینِ موسیقی اور خوشنوایانِ قوم کو مغلوب کیا جائے۔ بلکہ خود نبیٔ آخر الزماں رحمتِ دوجہاں نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا اور اس کی تصدیق بھی مختلف مواقع پر فرمائی، آپ خود غور فرمائیں کہ جو بات ربِ تبارک وتعالیٰ کی منشا ہو اُس کی طرف سے عطیۂ خاص ہو، محبوبِ خدا کی پسند ہو، کیا اس پر بھی کوئی نزاع ہو سکتا ہے، میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جن لوگوں کا ذکر میں نے اُوپر کی سطور میں کیا اور جن کی مختلف اقسام بیان کیں ان کے تشکوک وشبہات کو رفع کرنے، اُن کے الزامات کی تردید کرنے اور ان کو مخصوص فکر کے دائرے سے باہر لانے کے لئے کوئی ٹھوس تحقیقی کام نہیں کیا گیا ورنہ ممکن نہیں کہ قرآن اور حدیث کے نُور سے منور ہو کر کوئی بات سامنے آئے اور وہ کسی کے لئے قابلِ قبول نہ ہو، چنانچہ ہم سب سے پہلے محسنِ انسانیت، رہبرِ اعظم، باعثِ ایجادِ کُل، حقیقی مفسرِ قرآن، واقفِ اسرار ورموزِ آیاتِ الٰہی، رازدارِ دنیٰ، واقفِ کُل ختم الرُّسل صلی اللہ علیہ وسلم کی رہبری اور ہدایت پر اپنی رائے اور اپنے خیال کو پرکھتے ہیں،

ارشاداتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرتِ اُبوحریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "اللہ کو جتنی توجہ اس نبی کی طرف ہے جو خوش آوازی سے قرآن کو پڑھتا ہے کسی کی طرف اتنی توجہ نہیں دیتا"۔ (صحیح بُخاری ومُسلم)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوتا ہے:۔

حضرت ابوحریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "جو شخص قرآن کو تغنیّ (یعنی خوش آوازی) سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں"۔ (صحیح بُخاری)

marfat.com

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے " زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ " ترجمہ: " زینت دو قرآن کو خوش آوازی سے"۔

(امام احمد۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

دارمی کی ایک روایت اور بھی ملی ہے حدیث ہے: "اپنی آوازوں سے قرآن کو خوبصورت کرو کیونکہ اچھی آواز قرآن کا حُسن بڑھا دیتی ہے"۔ (حدیث)

" حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا "

بیہقی کا جو مقام ہے وہ علماء کرام بخوبی جانتے ہیں خواہ وہ کسی بھی مسلک کے ہوں اُنھوں نے (بیہقی نے) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ " قرآن کو عربی لحن میں پڑھو اور یہود و نصاریٰ کے لحن سے بچو "۔ (حدیث)

یہ وہ تمام اقوال ہیں جو حدیث شریف کی مستند کتابوں' صحیح بُخاری، مُسلم، امام احمد ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی اور دارمی سے پیش کئے گئے۔ اِن احادیث میں جہاں خوش گلوئی، خوش نوائی کی تائید میسر آتی ہے وہاں دو باتیں قابلِ غور ہیں۔

اِحتیاط

پہلی بات تو یہ کہ قرآن کریم کو نہایت خوش الحان ہو کر پڑھنا یا پڑھنے کی کوشش کرنا یا پڑھنے کی تعلیم دینا اللہ کے حبیبؐ کی منشاء اور رضاء کے مطابق ہے۔ چنانچہ اس پر پُوری طرح مسلمانوں کو توجہ دینی چاہیئے۔

دوسری اہم بات یہ کہ قرآنِ کریم کو صرف عربی لحن میں پڑھنا چاہیئے اور یہود و نصاریٰ کے لحن سے گُریز کرنا چاہیئے۔ جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُکم کی خلاف ورزی ہے۔ جہاں تک سرکارِ مدینہ تاجدارِ حرم کے حُکم کا تعلق ہے اس حکم کی اتباع' اور تعمیلِ ارشاد کے لئے نہ کسی دلیل کی ضرورت ہے نہ گنجائش ہے لیکن آپؐ نے جس چیز کا حکم

دیا اور جس چیز سے منع فرمایا اس میں جو راز ہیں وہ تو خالقِ حقیقی اور خود احکام صادر فرمانے والی ذاتِ اقدس کے علم میں ہے البتہ فکرِ انسانی نے جو نتائج اخذ کئے ہیں اور جو حقائق اور صداقت پر مبنی ہیں وہ نقل کر رہا ہوں، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ نصاریٰ اور یہود کا لحن نوحہ گری اور قواعدِ موسیقی پر مشتمل تھا، لحنِ عربی میں قرآن کے کلمات اور آیات ادا کرنے میں حروفِ قرآن میں تحریف یا تغیّر واقع نہیں ہوتا (جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ عربی زبان میں اعراب کے بدل جانے یا حروف کے محذوف ہو جانے سے معنی یکسر بدل جاتے ہیں اور حروف میں تغیّر اور اعراب میں تغیّر صوتی اثرات سے واقع ہوتا ہے) لیکن راگ کے قواعد کا لحاظ کر کے پڑھنے میں ایک حرف دوسرے حرف سے جہاں فصل ہوتا ہے وہاں وصل اور اسی طرح جہاں وصل ہوتا ہے وہاں فصل ہو جاتا ہے، تشدید کو تخفیف پڑھ جاتا ہے، مشدّد کو مخفف پڑھا جاتا ہے اور اس طرح کی خرابیاں فہم و معنیٰ کے تغیّر کا سبب ہو جاتی ہیں اس لئے قرآنِ کریم کی آیات کی تلاوت میں احتیاط پر خود حدیث وارد ہوئی ہے۔ خلاصۃ التفاسیر کے مقدمہ میں درج ہے کہ " ایسی زیادتی جو فتح سے الف اور ضمہ سے واؤ اور کسرہ سے ی پیدا کر دے حرام ہے۔ قاری اس سے فاسق اور سامع اس سے عاصی ہو جاتا ہے"۔

یہاں میں اس کی بھی وضاحت کرتا چلوں کہ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ آپ اُردو یا ہندی میں کوئی نعت پڑھیں تو اُسے بھی عربی لحن میں پیش کریں یہ پابندی صرف قرآنِ کریم کی آیات یا اس کے اجزاء کے بیان پر ہے، اُردو یا ہندی میں صوتی تغیّر سے یعنی آواز کے کم سے کم زیر و بم سے معنی و مطالب میں کوئی تغیّر واقع نہیں ہوتا۔ اِلّا نعت شریف میں عربی کے الفاظ یا قرآنی آیات یا آیات کے جُزو شامل ہوں۔

ایسے مُرکّب اشعار کی مثال ملاحظہ فرمائیے:۔

غنچے "مَا اَوْحٰی" کے جو چٹکے "دَنٰی" کے باغ میں   بُلبلِ سِدرہ تک اُن کے بو سے بھی محرم نہیں

marfat.com

ایسا اُمّی کس لئے منّت کشِ اُستاذ ہو   کیا کفایت اس کو اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمْ نہیں

یا حضرت شیخ سعدی کی یہ مشہور رُباعی ؎

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ   کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ   صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

حضرت شاہ عبد العزیز کا یہ شعر ؎

"لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ"   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یا حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر ؎

بہ بابِ رحمت گہے گذر کن بہ بابِ جبریل گہ جبیں سا
"صَلٰوۃُ مِنِّیْ عَلٰی نَبِیٍّ" گہے بہ بابُ السّلام برخواں

قاضی محمود بحری فرماتے ہیں ؎

اگر عالم سکل آکا عدد ہو   "ھُوَ اللّٰہُ الصَّمَدْ" ہو گا ہمارا

سراج اورنگ آبادی کا شعر ہے ؎

جا سے "یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ" صدا سمرن کو بھیر
دُور کر من سے خیال "مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ" کا

یا مولانا سلیم الدین تسلیم ؎

حق کردہ خطابش از پئے ما   "یُعْطِیْ لَکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی"
بر اوج ثنائے او منوّر   "وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی" چو اختر
در منزلِ او براہِ آیت   "مَا ضَلَّ وَمَا غَوٰی" ہدایت

یا

"اِیَّاکَ نَعْبُدُ" مرے دیں کا اُصول ہے
پھر اس کے بعد جو ہے وہ سب کچھ رسولؐ ہے   (ادیب)

marfat.com

ایسی ہزار ہا مثالیں ہیں جن میں آیاتِ قرآنی بھی ہیں اور عربی اشعار یا عربی کے الفاظ ہیں۔ جن کے اعراب کے تغیّر سے مفہوم بدل جاتا ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور رباعی کو اکثر نعت خواں اعراب کے تغیّر سے اس طرح پڑھتے ہیں جیسے میں نے خود سُنا ہے کہ مفہوم نہ صرف تبدیل ہو جاتا ہے بلکہ برعکس ہو کر بجائے ادب کے گُستاخی کا کلمہ بن جاتا ہے مثلاً بِکَمَالِہٖ میں حرفِ ب کسرہ سے ہے لیکن راگ کے قواعد میں آکر یہاں ب کی کسرہ کو کھینچ کر اس طرح پڑھا جاتا ہے کہ وہ ی ہو جائے جس کی وجہ سے بِکمالہٖ "بے کمالہٖ" بن جاتا ہے۔ اسی لئے واقفِ رازِ دنی نے (حدیث) واضح ہدایت فرما دی کہ عربی لحن میں قرآن اَدا کرو، یہودی اور نصرانی لحن میں نہیں۔ جہاں راگ اور اس کے اُصول و قواعد ہوں گے وہاں اس کے اصول پر کاربند ہونا اس لئے ضروری ہو گا کہ اس کے بغیر اہلِ فن اور اہلِ ہنر کے سامنے سُبکی، ندامت اور خجالت ہو گی اور اس پابندی پر عمل پیرا ہونے سے قرآن کے لحنِ عربی سے تصادم ہو گا۔ یہ دونوں باتیں یکجا نہیں ہو سکتیں اسی لئے اتنی واضح ہدایت دے دی گئی۔ یہ باتیں ضمنی طور پر آ گئیں اس لئے مختصراً اس کا بھی ذکر ہو جانا مناسب سمجھا گیا تاکہ مدّاحانِ رسولؐ کو اِن باتوں کا پُورا پُورا خیال رہے، اب ہم اپنے موضوع کی طرف پھر آتے ہیں۔

ابنِ جوزی کا نظریہ

امام حافظ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی البغدادی نے چھٹی صدی ہجری میں تصنیف کردہ اپنی کتاب تلبیسِ ابلیس میں غنا کے عنوان سے ۳۸ صفحات پر اس مضمون کو پھیلایا ہے، ابن الجوزی نے اسی تصنیف میں صوفیائے و مشائخ کی محفلوں میں طرب و الحان کے ساتھ پڑھنے اور سماع پر اعتراضات بھی

کئے ہیں۔ اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہ ایسے اقوال جمع کرنے میں کوشاں نظر آتے ہیں۔ جس میں غنا کو سرے سے ہی حرام قرار دیئے جانے کی کوشش میں کامیاب ہو جائیں ہم اُن کی تصنیف "تلبیس ابلیس" کے وہ مستند حوالے پیش کرتے ہیں جہاں ابنِ الجوزی کو راگ کے متعلق اپنا ایک نظریہ قائم کرنا پڑا اور اسی نظریہ کی بنیاد پر انھوں نے اپنے خیالات کی عمارت تعمیر کی چنانچہ انھوں نے اسے دو حصّوں میں تقسیم کر دیا ایک حصّہ وہ جس میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال غنا کے حق میں پائے جاتے ہیں اور دُوسرا حصّہ وہ جہاں غِنار کی اقسام کے خلاف ارشاداتِ رسولؐ بھی پائے جاتے ہیں۔ دراصل ابن الجوزی نے ان روایات کو کثرت سے جمع کیا اور پیش کیا ہے جس میں لحن اور سوز سے پڑھنے کی شدید مخالفت کی گئی ہے اور ان روایات سے دامن بچا کر نکل گئے ہیں جہاں ان اعتراضات پر چوٹ پڑتی ہے۔ اس لئے ابن الجوزی نے اس بحث کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے اور ایک نظریہ پیش کیا ہے، پہلے آپ ابن الجوزی کا نظریہ ملاحظہ فرمائیں پھر ہم اس پر اظہارِ خیال کریں گے کہ ان بزرگ کی اس تحقیق میں کہاں تک نیا پن ہے اور کہاں سے یہ خیالات مستعار ہیں۔

" غِنار اعتدال سے خارج کر دیتا ہے اور عقل میں تغیر لاتا ہے توضیح اس کی یہ ہے کہ جب انسان طرب ونشاط میں آتا ہے تو وہ باوجود صحتِ ہوش وحواس کے ایسی حرکتیں کر گزرتا ہے جو بُری معلوم ہوتی ہیں مثلاً سر ہلانا، تالی بجانا وغیرہ جو کہ نیک عقل والے کرتے ہیں اور راگ ایسی حرکتوں کا باعث ہوتا ہے، اس میں قریب قریب شراب کا خاصہ ہے کہ عقل کو ڈھانک لیتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اس سے منع کیا جائے "۔

(ابن الجوزی "تلبیسِ ابلیس صفحہ ۳۰۵)

marfat.com

مصنّف نے اسی طرح اپنی ایک اور تصنیف "ذم الہویٰ" میں ایسے واقعات کو نقل کیا ہے جن کا مقصد یہ بتانا ہے کہ راگ کی آوازیں سُن سُن کر بہت سے عابد اور زاہد فتنہ میں پڑ گئے۔ لیکن وہ طرب والحان میں ذکرِ خدا اور شانِ رسول بیان کرنے پر کوئی قدغن اس لئے نہیں لگا سکے کہ اس پر قرآن کریم کی آیات اور احادیثِ نبوی موجود تھیں نیز تاریخ کے اہم واقعات جو خود ایک تاریخ بن چکے ہیں۔ اسی لئے ابن الجوزی نے دوسرے حصّہ میں اس بات کو واقعات کی روشنی میں تسلیم کر لیا ہے کہ وہ قصیدے، اشعار اور کلام جو طرب والحان میں سُنائے جانے کے باوجود عقلِ سلیم میں تغیر نہ لاتے ہوں، عقل کو ڈھانک نہ لیتے ہوں اور اعتدال سے خارج نہ کر دیتے ہوں وہ مباح ہیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ اشعار قصیدے اور کلام خدائے تعالیٰ کی شان بیان کرنے، اللہ کے رسول کی صفات بیان کرنے، اسلام کی تبلیغ، میدانِ جہاد میں جاتے ہوئے سرفروشی کے نغمے یا فتح کے بعد شُکر کے ترانے جس میں دل و دماغ اور رُوح کا تعلق ان ہی باتوں سے ہو جن سے انسان کے جذبات میں شہوانی خیالات کو داخل ہونے، گناہ کی ترغیب پانے یا دِلانے، اور نفس کی پیروی کا امکان ہرگز نہ ہو۔

نفسیاتی پہلو

ابن الجوزی نے جو کچھ تحریر کیا اس میں کوئی نیا پن اس لئے نہیں کہ ابتدائے اسلام سے ہی ان تمام افعال پر حدود متعین کر دی گئی تھیں جو انسان کے اخلاق کی تباہی اور ایمان کی بربادی کا سبب ہیں لیکن اس میں بھی اعتدال کی صورت تھی جذبات انسانی اور نفسیات کے پہلو کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کا رُخ نیکی اور بھلائی، خیر و برکت، اصلاح اور افادیت کی جانب پھیر دیا گیا تھا۔ جیسے شاعری کہ راگ کی

marfat.com

طرح انسان کے مزاج میں تغیر پیدا کرنے، ترغیبِ گناہ اور قتل وغارت گری میں مہمیز کا کام دیتی ہے ایسے کلام کے خالق کو قرآن میں تنبیہ آئی مگر ساتھ ہی اس کی حمد اور اس کے محبوبؐ کی ثنا کرنے والوں کو نویدِ رحمت وبخشش بھی دی گئی، مصوّری کے لئے اسلام میں جو سخت احکامات ہیں اس کی حد میں فنِ خطّاطی کے وہ نمونے ہرگز شامل نہیں جن کو دیکھ کر اللہ کے جلال اور جمال، قرآن کے حُسن اور خوبیوں سے دلوں کو مسرّت اور ایمان کو تازگی ملتی ہے، زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام کے نفاذ پر عملی ہدایات واضح طور سے ملتی ہیں، صحابۂ کرام کے اقوال اور واقعات اس کا عظیم اور مستند سرمایہ ہیں جنھیں محدّثین نے تابعین اور تبع تابعین نے آنے والی نسلوں کے لئے اپنی کاوشوں سے محفوظ کر دیا ہے، اب محققین اسی عظیم سرمایہ سے ان احکامات کو پھیلانے اور اشاعت کی غرض سے اپنے اپنے مقصود کو تلاش کرتے ہیں اور اپنے اپنے انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ابن الجوزی نے بالخصوص غنا کے باب میں صوفیاء اور مشائخ پر جس قدر تنقید کی ہے اور جس انداز میں کی ہے وہ ان کے مقام کو دیکھتے ہوئے کسی طرح بھی شایانِ شان نہیں اور جدید دور کے تحقیق کرنے والوں پر یہ تاثر قائم کرتی ہے کہ فرقہ پرستی کو ختم کرنے کا عزم رکھنے والے خود فرقہ پرستی کا شکار تھے۔

حضرتِ عائشہؓ کا واقعہ

اب ہم ابن الجوزی کی تصنیف سے ہی تین مثالیں پیش کرتے ہیں جس میں پہلی مثال سے تیسری مثال تک سب کی سب اس بات پر دلیل ہیں کہ وہ کلام جو مذہبی نہ ہو صرف اخلاقی ہو اس کی اجازت بھی عطا ہوئی ہے (حدیث)

"زہری نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے حج کے ایام تھے، اس وقت

marfat.com

حضرت عائشہؓ کے پاس دو لڑکیاں بیٹھی ہوئی گا رہی تھیں اور دف بجاتی جاتی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم روئے انور پر چادر اوڑھے لیٹے ہوئے آرام فرما رہے تھے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان گانے والی لڑکیوں کو جھڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مبارک سے چہرۂ انور باہر کیا اور فرمایا "اے ابوبکر! ان کو کچھ مت کہو آج کل عید کے ایام ہیں"۔ (صحیحین)

ابوزبیرؓ نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے دریافت فرمایا" کیا تم نے اُس لڑکی کو اُس کے گھر کی طرف رخصت کر دیا"۔ عرض کیا "جی ہاں" فرمایا "اس کے ہمراہ ایسی لڑکیاں کیوں نہ بھیج دیں جو گاتی ہوئی چلتیں"۔

اتیناکم اتیناکم فحیونا نحییکم　　　ولولا الذهب الاحمر ما حلت بوادیکم

ولولا الحبة السمراء لم تسمن عذاریکم

(انصار میں ایک یتیم لڑکی تھی جو حضرت عائشہؓ کے یہاں رہتی تھی، جس کی ایک انصاری کے ساتھ شادی کر دی گئی اس لڑکی کو اُس کے شوہر کے ساتھ رخصت کرنے والیوں میں ایک، حضرتِ عائشہؓ بھی تھیں)

امام شافعیؒ کا قول

حضرت امام شافعی رحمتہ علیہ کا قول ہے کہ بدو لوگ جو حدیٰ گاتے ہیں اُس کے سننے میں کوئی حرج نہیں، مندرجہ بالا تینوں مثالوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہ کلام جس میں سادگی ہو۔ اسلام کے متعین کردہ اخلاقی حدود میں ہو اور ماں کا بیٹی کے رخصت کرتے وقت دعائیہ کلمات یا اور اسی طرح کی شاعری جن سے احکامِ خداوندی اور مقصدِ اسلام کی خلاف ورزی نہیں ہوتی اس کو

marfat.com

طرب ولحن میں بیش کرنا جائز ہے۔

حارث بن حشام

اسلام کی تاریخ میں جنگِ بدر کا واقعہ جو اہمیت رکھتا ہے وہ کون نہیں جانتا، یہ ایسا معرکہ تھا کہ جس کے واقع ہونے سے قبل رحمت اللعالمینؐ نے خدائے قدوس کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر عرض کی تھی کہ اے رب العزت اگر تیرے یہ بندے آج ناکام ہو گئے تو قیامت تک روئے زمین پر تیرا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ اس دعا سے اس معرکہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اس معرکہ سے قبل عرب کے دستور کے مطابق کفارانِ مکہ نے جنگِ بدر میں رجزیہ اشعار پڑھے لیکن معرکہ بدر میں کامیابی کے بعد خوشی ومسرت اور تشکر کے اشعار فاتحانِ بدر جن میں حضرتِ حمزہؓ اور حضرت علیؓ ابنِ ابی طالب اور دیگر نے کہے اور جواب میں حارث بن حشام بن المغیرہ نے کہے، جو اشعار حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے جھوم کر فرمائے وہ مترنم لہجے میں تھے جس کے متعلق حارث بن حشام نے اپنے اشعار میں یوں کہا ہے

"مجھے بعض لوگوں سے حیرت ہوئی جن میں کہ نادان، نادانی، قابلِ اعتراض اور جھوٹ سے بھری ہوئی باتیں (بصورتِ شعر) گایا کرتے ہیں بدر کے روز کے مقتولین کے متعلق (اشعار) گاتے ہیں"۔

پہلا مصرعہ:- عجبت لأقدام تغنّیٰ سفیھھم

تیسرا مصرعہ:- تغنّیٰ بقتلی یومِ بَدرٍ تتابعو

فنونِ لطیفہ اور اسلام

marfat.com

عرب کی سرزمین پر صرف جہل کی مُہر لگانا خود ایک جہل ہے، شعر و سخن، زبادانی، شہسواری، نیزہ بازی، شمشیر زنی، یہ تمام فنون اس دور میں بھی فن کی حیثیت رکھتے تھے جیسے تاریخ تمدّن عرب میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ بالخصوص شاعری اپنے اوجِ کمال پر تھی، چنانچہ عربی کے اس دور کے قصائد اور رجزیہ اشعار اپنے فن کا نادر نمونہ ہیں تو دوسری جانب حدی خواں بھی مقبولیت کی سند تاریخ سے لے رہے ہیں۔ ایسے ماحول میں جہاں زندگی نہایت سادہ ہو فنِ لطیف کو زیادہ عروج حاصل ہوتا ہے بہ نسبت سائنسی اور مشینی، صنعتی اور سیاسی کشمکش کے اَدوار کے یہ کیسے ممکن ہے کہ زندگی ہو اور زندگی کی رعنائیاں نہ ہوں، دین اپنی اصل کے اعتبار سے ایک فکری رجحان، ایک ذہنی رویّے اور ایک محکم عقیدے کا نام ہے جس کی تصدیق عمل سے ہوتی ہے۔ زندگی میں بنیادی اعتبار سے حُسن ہے، رعنائی ہے، لطافت ہے اور نظم و ضبط ہے ان کے مابین ایک مسلسل رابطے کے بغیر حُسنِ عمل کا کوئی تصور پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اور حُسنِ عمل وہ ہے جس سے انسانی ذہن مضمحل نہ ہو، پراگندہ نہ ہو اور اس کے اعمال بے نتیجہ نہ ہوں، نہ ہی بُرے نتائج کے حامل، ارتقاءِ انسانی زندگی کا خاصہ ہے اس حقیقت کا اعتراف اور اعلان از رُوئے ایمان دنیا میں سب سے پہلے مسلمانوں نے کیا یہی وجہ ہے کہ ترقی کے وہ سارے اصول جو دورِ حاضر میں انسانی عظمت کی علامت بنے ہوئے ہیں۔ دنیا کی قومیں اُن سے مسلمانوں کے وسیلے سے آشنا ہوئیں مشہور نقاد اور ادیب پروفیسر حسنین کاظمی نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے جس کا اقتباس ہم نے پیش کیا، اور غور فرمائیے جب سرزمینِ عرب پر شعر و شاعری کا جو ادبِ لطیف ہے اس قدر غلغلہ تھا لحن و طرب کا ایک منفرد انداز تھا۔ زندگی میں سادگی تھی اور مناظرِ قدرت فطرت کی آغوش میں تھے، ایسے ماحول میں جب وجہ تخلیقِ حُسن و عشق تشریف

marfat.com

لائے ہوں گے تو اُن کے پروانوں، اور پرستاروں کے قلوب کی کیا کیفیات ہوں گی جو ان کے اخلاص، اخلاق، عدل گستری، کرم پروری، شفقت، محبت، حُسنِ ظاہر اور نورِ باطن ان کی ہر ہر ادا پر جان نچھاور کرنے کے لئے ہمہ دم تیار رہتے ہوں گے، اگر ان کی زبان پر شاعری تھی تو وہ اُنھیں کے لئے اور نغمہ تھا تو انھیں کے لئے، اُنھیں کے تصور سے خیالوں میں مصوّری جِلا پاتی تھی، انھیں کی خوشبو سے دماغ ہمیشہ معطر رہتے تھے، انھیں کو سُنانے کے لئے حُسنِ صوت، لحن وطرب کی قبا میں نظر آتے تھے، اور شعر وسخن انھیں سے سندِ قبولیت حاصل کرنے کے لئے ان کے دربار میں ہمہ وقت دست بستہ کھڑے ہو کر سلامی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے حضور تو ہر شے سنور کر آنی ہی چاہیئے تھی، اور جو چیز جو فن اور جو عمل جس قدر بھی حُسن رکھتا ہو اُن کے رُوبرو آکر اور ان کی نگاہ پا کر اور پاکیزہ اور بلند و بالا ہو جاتا تھا، جس کے قدموں نے ریگ زار کو گلستاں کر دیا ہو اس کی سماعت نے شعر ولحن کو کیا نہ بنا دیا ہو گا، جب وہ ہر شے کے لئے رحمت بن کر آئے تو شاعری اور لحن وطرب ان کے کرم سے کیوں کر محروم رہ سکتے تھے باوجود اپنے تمام حسن ورعنائی کے شاعری کو آپ کے آنے سے پاکیزگی اور تقدس حاصل ہوا اور فرشتوں کی تائید نصیب ہوئی، لباس کو شرافت نصیب ہوئی اور احترام بخشا گیا۔ کلام کو ادب سے اور رضائے الٰہی سے نوازا گیا۔ لحن کو میراثِ پیمبری کا تاج عطا کیا گیا۔ انسان کو اشرف المخلوق ہونے کا دعویٰ بھی تھا اگر وہ ہر شے کو مسخر کرنے کا اہل ہونے کے باوجود لحن نہ پاتا تو قمری و بلبل اس کا مذاق اُڑاتے، طیورانِ چمن اُس کو طعنے دیتے، رحمتِ عالم کے فیض وکرم نے انسان کو پستی سے نکال کر بلندی پر پہنچایا تو اس کی تمام خوبیوں اور اوصاف کو بھی بلندی نصیب ہوئی، آپ نے ہر اس عمل کو جو مخلوق کے لئے تباہی کا باعث ہو اس طرح ختم کیا کہ اس کا رُخ فلاح کی جانب موڑ دیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ شاعری ترک کردو اس لئے کہ شاعری انسان کی

marfat.com

اعلیٰ صلاحیتوں کا جوہر ہے آپ نے اس کا رُخ حُسنِ عمل کی اور خیر کی جانب موڑ دیا، اسی طرح زندگی کے ہر اس عمل کا رُخ شر سے خیر کی جانب پھیر دیا۔ اس عمل کو ترک نہیں بھی کیا جو خیر نہیں تھا اور وہ خود ہی ترک ہو گیا۔ یہ تھی رسول اللہؐ کی شانِ عالم کے لئے رحمت بن کر آنے والے سے یہ تمام فنون اس وقت گلہ کرتے کہ آپ نے کفر کو اسلام سے، جہل کو علم سے، اندھیرے کو روشنی سے، نفرت کو محبت سے، ظلم کو عدل سے، قہر کو مہر سے بدل ڈالا تو ہمارا کیا قصور تھا کہ نگاہِ کرم سے محروم رہ جائیں، رحمتِ عالم نے فنونِ لطیفہ پر بھی وہی احسان فرمایا شاعری ہو تو اللہ کی رضا کے لئے، نغمہ گونجے تو حمدِ باری میں، مصوری ہو تو اسمائے ذات کے حروف اور کلامِ الٰہی کی، رقص ہو تو جذب کی منزل میں ذکرِ خدا کے اثر سے، فنِ سنگ تراشی ہو تو تعمیرِ حرم کی تزئین و آرائش میں۔ یہی وجہ تھی کہ بدر کے میدان میں فتح و نصرت کے تشکر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبانِ مبارک پر اشعار آئے تو فضائیں لحنِ بوتراب سے گونج اُٹھیں، اور حارث بن ہشام بن المغیرہ چیخ اٹھا۔ لحن و طرب کی تائید میں ہم تاریخ کے اوراق میں بہت پیچھے کی طرف چلے گئے۔ آئیے اب دیکھیں کہ تابعین اور تبع تابعین کے بعد آئمہ کرام، صوفیائے مشائخ، محدث و مفسر کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

---

marfat.com

اقوالِ صوفیاء

مولود شریف پر مستند کتاب "انوارِ ساطعہ" کے مصنف فرماتے ہیں:
"اگر کوئی شخص فقط اپنی آواز کا حُسن ظاہر کرنے کو پڑھے اور اخلاص دل میں نہ ہو، یہ بھی ممنوع ہے"۔

اس جُملہ میں لحن سے پڑھنے کی اجازت بھی اور تاکید بھی، تنبیہہ اور تاکید جس طرح نعت خواں کے لئے آئی ہے اسی طرح قاری حضرات کے لئے بھی ہے۔

"مجمع البحار" میں ہے "پُکار کر اور آواز کو سنوار کر پڑھے اور غمزدہ لہجہ بنا کر پڑھے"۔ (غمزدہ لہجہ سے مُراد نوحہ نہیں)

امامِ شافعیؒ اب ہم امام شافعیؒ کا قول پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: "اچھی طرح پڑھے اور نرم آواز بنا کر" حضرت امام شافعیؒ کے قول سے انحراف کی جرأت کیسے ہو سکتی ہے، ایک امام کا قول ہی کافی ہے لیکن اتمامِ حجت کے لئے ہم حضرت امامِ غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا قول بھی پیش کر رہے ہیں آپ فرماتے ہیں:۔

امامِ غزالیؒ "خوش الحانی سے پڑھنے میں طریق مختلف ہو جاتے ہیں، ان باتوں سے کہ جہاں حروف مدنہ تھی وہاں کھینچ دیا اور بڑھایا اور جہاں حروفِ مد تھے وہاں گھٹایا اور کلمات کے بیچ میں دم توڑ دیا، ایک کلمہ دُوسرے سے کہیں قطع ہو گیا کہیں وصل ہو گیا، سو ایسا تصرف شعر میں جائز ہے قرآن شریف میں نہیں"۔ (احیاء العلوم۔ باب السماع)

"فان الصوت الحسن یزید القرآن حسنا" (دارمی)

ترجمہ:۔ "اچھی آواز سے قرآن کا حُسن زیادہ ہو جاتا ہے"۔

marfat.com

اور اب مسلم الثبوت عالم ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"خوبصورت آواز میں قرآن پڑھنا اور قصائد نعت پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے۔ ممانعت اس کی ہے کہ قرآن کے حروف میں تغیر نہ ہو۔ البتہ تالی بجانا اور راگنی کے قواعد کی رعایت نہ چاہیئے"۔

(مکتوبات جلد ثالث)

قسطلانی

امام المحدثین حضرت علامہ احمد بن محمد القسطلانی لکھتے ہیں:۔ (عبارت طویل ہے مختصر نقل کی جا رہی ہے)

وَالحق ان السماع اذ وقع بصوت حسن بشعر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وَتمامِ تزکیۃ النفس نہایۃ الیٰ آخرہ

ترجمہ:۔ "حق اللہ یہ ہے کہ اگر اچھی آواز سے گانا سننا ہو اور ایسا شعر لگا دیں جس میں صفات عالی نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور وہ گانا حرام باجوں سے خالی ہو، اور جوش میں لائے چھپی ہوئی دل کی محبّت کو تو یہ گانا انتہا درجہ کی خوبی میں ہو گا۔ اور پوری طرح پاک کر دے گا نفس کو نہایت درجہ پر"۔

(مواہب اللدنیہ) بحوالہ انوار ساطعہ ص۲۳۷

مندرجہ حوالے مستند بھی ہیں اور اپنے جملوں میں مختلف انداز بھی رکھتے ہیں یعنی ان آئمہ کرام اور محدثین کے حوالوں میں ترنم کی اصطلاح کے لئے بالتفصیل "آواز کا حُسن" "آواز کا سنوارنا" "غمزدہ لہجہ بنانا" "نرم آواز بنا کر پڑھنا" "خوش الحانی سے پڑھنا" ایسا "تصرف شعر میں جائز ہے"۔ "اچھی آواز قرآن کا حسن ہے"۔ اور "خوش الحانی میں کیا مضائقہ ہے" نپے تلے الفاظ، لحن و ترنم کو ماسوا قرآن

marfat.com

کی تلاوت کے شعر سُنانے میں تمام غیر عقلی دلیلوں اور قیود سے آزاد فرما رہے ہیں لیکن امام المحدثین علامہ القسطلانی ایک قدم آگے بڑھ کر فرما رہے ہیں کہ اس نغمگی کے طفیل انتہا درجہ کی خوبی نفس کو نہایت درجہ پر پوری طرح پاک کر دے گا۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان حوالوں کے بعد بھی کسی حوالے کا عقل کو محتاج ہونا چاہیئے۔ جن کے قلوب میں عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن ہے اور جو ذکرِ مولود شریف کو اپنی عبادت و عقیدت و محبت کی معراج سمجھتے ہیں وہ تو پہلے ہی بلا دلیل اِس عملِ خیر سے مطمئن ہیں اور جن کے قلوب میں شکوک و شبہات پیدا کر دیئے گئے ہوں ان کی صفائی قلب اِن حوالوں سے ہو جائے گی۔ لیکن اس کے باوجود ہم اہلِ ایمان کو مزید ایمان کی تازگی، شبہات کے تیروں سے زخمی قلوب کو مرہم اور احساسِ کمتری کے خول سے باہر نکلنے کی آرزو رکھنے والے اور آفتابِ حقیقت کو آفتاب کہنے سے گریزاں پست ہمت لوگوں کو جرأت، ہمتِ فیصلہ بخشنے کے لئے مزید حوالہ دے رہے ہیں۔ جس کے بعد کوئی گنجائش ردوکد باقی نہیں رہتی اور اس مقدس ہستی کا فیصلہ پیش کر رہے ہیں کہ جس کے فیصلہ پر صرف شک اور اعتراض کرنے والے ایک ایسے مسلمان کو جو کلمہ گو تھا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سے اس کا سر تن سے جُدا کر دیا تھا۔

اَبی مُوسیٰ کا واقعہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں اور شمعِ رسالت کے پروانوں کا دور رہے کوئی کسی انداز میں اور کوئی کسی ادا سے اللہ کے محبوبؐ کی خدمت کا حق ادا کر رہا ہے۔ انھیں میں شعراء بھی ہیں جن میں ایک خوش گلو خوش آواز ابی موسیٰ بھی ہیں۔ رحمۃ للعالمین نے جب ابی موسیٰ کا پڑھنا سُنا

marfat.com

توفرمایا اور کس قدر حسین الفاظ میں ابی موسیٰ کی تعریف فرمائی، ارشاد ہوتا ہے۔

"لقد اوتی ھٰذا مزماراً من مزامیر آلِ داؤد"

ترجمہ :۔ "حضرت داؤد علیہ السلام جو نہایت درجہ خوش الحان تھے اُن کی آوازوں میں سے ابی موسیٰ کو آواز ملی ہے۔"

رحمت اللعلمین کی زبان سے یہ تعریفی کلمات سُن کر ابی موسیٰ کا جو عالم ہوا ہوگا اُس کی عکاسی کرنا تو میرے اختیار میں نہیں لیکن دل یہ کہتا ہے کہ جس قدر خوش الحان قراء اور مداحانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے اُن پر کیا کیفیت گذری ہوگی کہ اللہ کے محبوب نے آج خوش نوائی کو انبیاء کی میراث قرار دیتے ہوئے اپنی پسند میں شامل فرمالیا، دربارِ رسالت کا طواف کرنے والے طیور، بلبل و قمری کا کیا عالم ہوا ہوگا۔ ہر طرف فضا میں اِس قبولیت سے ایک رُوح پرور نغمگی پھیل گئی ہوگی۔

جب یہ جانفزا خبر حضرت ابی موسیٰؓ کو پہنچی تو آپ نے حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور عرض کی "یارسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو علمت انک تسمع تجرتہ لک تجبیرا۔"

ترجمہ :۔ "یارسول اللہ جو میں جانتا کہ آپ سماعت فرماتے ہیں تو میں خوب بنا کر پڑھتا۔"

کیسی اچھی آواز ہوگی جس نے سرکارِ مدینہ کو راضی کرلیا، کیسا اچھا کلام ہوگا وہ جو صاحبِ قرآن کو پسند آگیا اور کیسی اچھی قسمت پائی اُس صحابیؓ نے جس کو انعام میں میراثِ انبیاء عطا ہوئی۔ اور کیسا بلند انعام تھا وہ جو محبوب رب نے اپنی زبان سے عطا فرمایا۔ یہاں انعام دینے والی ہستی نے ابی موسیٰ کے نہ سجدوں کا شمار کیا نہ نوافل کا حساب لگایا، نہ اُن کے خصائل کی فہرست طلب کی نہ اُن کے

marfat.com

حلیہ اور لباس کو جانچا، واقفِ اسرار و رموزِ حق نے ابی موسیٰ کے چہرے پر نہیں دل پر نگاہ ڈالی اور جب اُسے اپنی محبت میں گرفتار پایا تو اپنی بارگاہِ رحمت سے انعام و اکرام پانے والوں کی فہرست میں شامل فرمالیا۔ آپ کے ابی موسیٰ کی خوش گلوئی کو پسند فرمالینے سے قیامت تک آنے والی اُمت کے اُن تمام خوش بیان اور خوش الحان قاریوں اور مداحانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رحمت اللعالمین کی پسندیدگی کی نویدِ جانفزا مل گئی۔

جانور اور موسیقی!

انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں افضلیت کا مقام اور اشرف ہونے کا درجہ عطا فرمایا ہے، اس لئے اگر وہ خوش نوائی کا اثر قبول کرتا ہے تو یہ اُس حُسنِ سماعت اور حُسنِ بیان کے اوصافِ جمیلہ کا ایک حصّہ ہے لیکن محققینِ عہدِ قدیم اور دورِ حاضر دونوں نے اپنی تحقیقات سے اِس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ جانوروں پر موسیقی کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ اگر جانوروں پر موسیقی کے اثر پر تحقیقی مضامین کے حوالے شروع کر دیئے جائیں تو بذاتِ خود یہ ایک طویل مقالہ بن جائے گا۔ لیکن ایک دو حوالے دیکر اس مضمون کو ختم کر دیتا ہوں۔ اور پھر تاریخ کے ایک عظیم واقعہ پر اس باب کا اختتام کرتا ہوں۔ امام المحدثین حضرت علامہ قسطلانی فرماتے ہیں :۔

اصل عبارت کا ترجمہ :

”یہ اونٹ باوجودیکہ بے شعور ہے اور کند طبیعت ہے۔ پھر بھی شتربان کے گانے کا اثر پاتا ہے، گردن بڑھاتا ہے، گانے والے کی طرف کان لگا دیتا ہے۔ پھر جو ایسا ہو کہ گانے سے اس کا دل ذرا بھی نہ ہلے تو جان لو کہ اُس کا مزاج بگڑا ہوا ہے اور علاج مشکل ہے۔“
(مواھب الدنیہ)

marfat.com

امام المحدثین کے اس قول کی اہمیت کا اندازہ انھیں لوگوں کو ہو سکتا ہے جو علاّمہ قسطلانی کے علمی اور تحقیقی کارناموں سے واقف ہیں، یہ محض اُن کا اگر شاعرانہ خیال یا جانور کی کیفیات کو دیکھ کر غیر محتاط اندازہ خیال کیا جائے تو اُن کے تمام علمی تحقیقی کارناموں حتیٰ کہ محدّث ہونے پر حرف آئے گا۔
ہم نے جدید عہد کے ماہرین کی تحقیق سے بھی اِستفادہ کیا ہے مگر اس کے حوالہ اس لئے پیش نہیں کئے کہ خالص مذہبی اُمور میں معترضین عہدِ قدیم کے مستند علمی حوالوں کو ہی تسلیم کرتے ہیں۔ ایک آخری حوالہ :-

شیخ سعدیؒ کا قول

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ گلستانِ شیراز کے سب سے مہکتے پھول جن کی خوشبوئے نعت قیامت تک اسی طرح دِلوں کو مہکاتی رہے گی، جن کی آرزوئے نعت گوئی کا یہ عالم کہ فرمایا کرتے ؎

کاش ہر موئے من زباں بودے
در ثنائے تو یارسولؐ اللہ

آپ فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں ؎

اشتر بشعر عرب در حالتست و طرب
گر ذوق نیست ترا کج طبع جانورے (سعدیؒ)

حضورؐ کا استقبال

جانوروں پر خوش نوائی کے اثرات کے موضوع سے قطع نظر ہم تاریخ کے اس واقعہ کی طرف لئے چلتے ہیں جس کے ظہور میں آنے سے اِسلامی سن تاریخ وجود میں آئے۔ یعنی واقعۂ ہجرت۔ کفارِ مکہ نے جب حبیبِ خدا اور اُن کے رفقا رحق پرست پر مظالم کے پہاڑ توڑے، طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں، ایذا رسانی کے علاوہ

marfat.com

شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا۔ چنانچہ حکم خداوندی پا کر آپ نے شہر مکہ کو خیر باد کہا اور ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ جب آفتابِ رسالت کی شعاعیں اس شہر پر پڑیں تو گلی گلی شور برپا ہو گیا

"جاءَ محمدٌ رسُولُ اللہِ۔ اللہ اکبر۔ جاء محمد رسُول اللہ"

اس شور کو مدینہ کے گلی کوچوں میں، شہر کے لڑکے بالے، مرد عورتیں جا بجا خوش ہو ہو کر مچاتے، پکارتے جاتے جاء محمد رسُول اللہ۔ اللہ اکبر۔

بارشِ انوار اور معطر فضاؤں میں قبیلۂ بنو نجار کی چند لڑکیاں اپنی روایت کے مطابق خوبصورت چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں دف لے کر نکل آئیں، جمالِ جہاں آرا کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو مشرف کرتی جاتیں، رُخِ انور کی تابانی سے اپنے قلوب کو منور کرتی جاتیں تھیں اور زلفِ معنبر کا لمس پا کر صبائے معطر سے اپنی رُوح پر ایک کیف و سرور پا کر دف بجاتی جاتیں۔۔

نحن جوار من بنی نجار یا حبذا محمدٌ من جار اور ساتھ ہی

"طلع البدر علینا ؛ من ثنیاتِ الوداع ؛ وجب شکر علینا ؛ ما دعا للہِ داع

ترجمہ :۔ "کوہِ وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر ایک چودھویں رات کا چاند چمک اُٹھا جب تک دعا کرنے والے خدا سے دعا کریں ہم پر اُس کی نعمت کا شکر واجب ہے"

تاریخ اسلام کے واقعات میں یہ منظر عجیب و غریب ہی نہیں بلکہ ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ ایک جانب وہ مہاجر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کفارِ مکہ کے مسلسل اور ناقابلِ برداشت مظالم کی شدتِ تکلیف، دوسرے اپنے آبائی وطن اور بالخصوص کعبۃ اللہ سے جُدائی کا احساس اور ساتھ ہی تھکے ہارے قافلہ کا اس سرسبز و شاداب زمین پر اس انداز میں قدم رکھنا کہ مقصودِ

marfat.com

کائنات شریکِ سفر ہے، چاروں طرف سے یا محمدؐ آ کی صدائے دل نواز آ رہی ہے، شانِ رسالت میں رُوح پرور نغمے فضا میں تحلیل ہو رہے ہیں۔ آنکھوں کے رُوبرو رونقِ کائنات سمٹ کر جسدِ بشری میں اپنا جلوہ دکھا رہی ہے، اس خوشی اور انبساط کے عالم کو ضبطِ تحریر میں لانا ہرگز ممکن نہیں۔

امام شیخ السنت ابوبکر احمد بن الحسینی بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ۔

شیخ سنّت بیہقی کا قول بیہقی محدث ہیں اور ان کے استاذ حاکم ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں آپ حضرات فرماتے ہیں حضرت انسؓ کے قول کو اس طرح

"مجمع عام گلیوں اور سڑکوں پر دیکھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو منع نہیں فرمایا۔"

مدینہ منورہ میں رحمت اللعلمین کا تشریف لانا اور انصارِ مدینہ کا آپ کی تشریف آوری پر بے انتہا اور بے اختیار والہانہ انداز میں خوشی اور مسرّتوں کا اظہار فرمانا قطعی فطری امر ہے ان تمام واقعات کی تفصیل کی نفظ بہ لفظ گنجائش اس مختصر مضمون میں نہیں ہے لیکن جو لوگ نہ صرف تاریخ اسلام کے طالب علم ہیں بلکہ جنھوں نے تاریخ تہذیب و تمدن کا وسیع مطالعہ کیا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یکم ہجری کا زمانہ عرب تہذیب کا کیسا دور تھا، اُن کے رسم و رواج کیا تھے، بالخصوص اُن کی تقریبات، خوشی اور مسرت سے لبریز اجتماعات میں شرکت کے کیا طریقے تھے اور اظہار جذبات کی روایات کیا تھیں۔ اس تاریخی پس منظر میں جب مُرادیں غریبوں کی بر لانے والا نے شہر مدینہ میں حق کا پیغام لے کر، اپنے رُخ انور پہ جمال و جلالِ الٰہی کا عکس لے کر اپنے دامانِ کرم میں دونوں جہان کی نعمتیں لے کر اور اپنے ہمراہ اسلام کو سربلند کرنے والوں، اور اپنا گھر بار

marfat.com

سب کچھ لُٹا کر اللہ کے محبوب کا دامن تاقیامت تھامے رہنے والوں کے گروہِ عاشقاں کو بے کر داخل ہوا ہوگا تو اس نعمتِ خداوندی کے استقبال میں کیا کچھ نہ ہوا ہوگا۔ وہ لوگ عصرِ جدید کے مفکرین کی طرح اتنے متمدن بھی نہ تھے، اور اسلام کے پیغام اور اسلامی طرزِ معاشرت کے احکامات سے پوری طرح آگاہ بھی نہیں تھے۔ اُنھوں نے جو کچھ ذاتِ اقدس کے احترام اور استقبال میں کیا وہ اس ماحول کی روایات کے مطابق ہوا ہوگا۔ اور اس پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ

"مجمع عام گلیوں اور سڑکوں پر دیکھا گیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو منع نہیں فرمایا۔"

یہاں بھی اس بات کی تصدیق کر رہا ہے کہ دلوں میں جھانکنے والی نگاہیں چہرے اور حُلیہ نہیں دیکھتیں، بالکل اسی طرح جس طرح ابی موسیٰ رضؓ کے اشعار اور خوش نوائی اور نغمہ سرائی پر انعام واکرام ہوا تھا۔ اُس مجمع عام پر بھی رحمتِ عالم نے اپنی نگاہِ قبولیت ڈالی، اور آپ کی تشریف آوری بشکل جلوس، تحسین وتشکر کے اشعار پڑھتے ہوئے استقبال وہ عملِ مستحسن ہے جو حبیبِ خدا کو پسند ہے اور جو حبیبِ خدا کو پسند ہے وہ خدا کو پسند ہے، جس کی جزا خوشنودیٔ ربِّ جلیل اور قربِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

جب سنہ ۱۹۷۵ء میں اس ناچیز کو مدینۂ منورہ میں حاضری کا شرف نصیب ہوا تو اُس وقت میں اُحد کے دامن میں مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے شوق میں آگے بڑھتے بڑھتے ایک ایسی جگہ دامنِ کوہ میں پہنچا جہاں چند معصوم بچیاں باوجود اپنے لباس کی نہایت سادگی کے اُحد کی حوریں نظر آ رہی تھیں۔ اس ناچیز کو زائر جان کر گھیر لیا اور عربی زبان اور عربی لحن

marfat.com

میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں چند شعر اپنے مخصوص عربی لحن میں سُنائے، جس کی موسیقیت نے میری رُوح کو بلند پرواز کر دیا۔ اور تاریخ اسلام کا ناقابلِ فراموش واقعہ اور بنو نجار کی دُختران محترم اور حضورِ اقدس کی شان میں قصیدہ کے الفاظ اور دَف کی آواز سب کچھ بیک وقت میری آنکھوں کے سامنے آگئے اور میرے کانوں میں وہ صدائیں تحلیل ہوتی گئیں۔ اُس وقت میرے ہمراہ ایک بلند پایہ مگر گمنام نعت گو عاشقِ رسُول افسر رائے پوری اور حضرت قبلہ مولانا عبد السبحان خاں صاحب ممتاز عالمِ دین بھی موجود تھے۔

واقعہ خندق!

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت بھی ہے کہ صحابۂ کرام مہاجرین و انصار خندق کھودتے تھے، مٹی نکالتے جاتے تھے اور زبان سے یہ پڑھتے جاتے تھے۔

نحن الذین بایعو محمدؐا
علی الجہاد وما بقینا ابدا

ترجمہ:۔
"ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے بیعت کی محمدؐ سے
اِس اقرار پر کہ ہم جہاد کرتے رہیں گے سدا کو جب تک جیتے رہینگے"

marfat.com

اِدھر صحابہ کا یہ عالم کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت میں سرشار جہاد کے نشہ میں چور حبیبِ خدا کے ساتھ خندق کھود رہے ہیں اور یہاں بھی اپنی روایات کے مطابق اشعار پڑھ پڑھ کر اپنے جذبہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ آقائے نامدار نے یہاں بھی لوگوں کو منع نہیں فرمایا کہ نازک وقت ہے دشمن سر پر کھڑا ہے اور تم شاعری کر رہے ہو۔ گرچہ خندق کھود رہے ہو۔ بلکہ یہاں داد وتحسین اور شرفِ قبولیت عطا فرمانے کا انداز بھی سب سے نرالا ہے۔ یعنی آپؐ ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اشعار کے جواب میں خود بھی اپنی زبانِ گہر بار سے اشعار فرما رہے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے جواب میں یہ پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ لَاعیش الاعیش الاخرۃ — فَغفر للانصار و المھاجرۃ

ترجمہ:- یا اللہ نہیں اچھا جینا مگر جیسا آخرت کا — سو مغفرت کیجو مہاجرین و انصار کی

(مشکوٰۃ شریف فی الباب البیان والشعر)

نغمہ سرائی اور خواجگانِ چشتؒ

اس طویل باب کو ہم خواجگانِ چشتؒ کی نغمہ سرائی پر ختم کر رہے ہیں چنانچہ اس ضمن میں بھی آپ تک ہم ایسی مفید معلومات بہم پہنچا دینا ضروری سمجھتے ہیں جس کے بغیر اس مضمون کو تشنہ ہی کہا اور سمجھا جائے گا۔

ایک شُبہ کا ازالہ

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی نغمہ سرائی اور ان کے ایجاداتِ فنِ موسیقی پر بحث کا آغاز کرنے سے پہلے اس شُبہ کا ازالہ نہایت ضروری ہے جو موسیقی کو اسلام میں حرام قرار دیئے جانے والے اذہان کی جانب سے اُن کے حوالہ کو خارج

marfat.com

از بحث سمجھا ہے اور اس کی وجہ سے حضرت امیر خسروؒ کی شخصیت کا روحانی پہلو مجروح ہوتا ہے۔ ان کی شخصیت کو نظر انداز کرنے میں گرچہ تصوّف کے نظریہ سے رقابت بھی شامل ہے مگر اُن کے روحانی پہلو کو مجروح کرنے میں اس گروہ کا ہاتھ بھی ہے وطن پرستی کے تصوّر کی بالادستی کے زیرِ اثر خسروؒ کی شخصیت کو صرف فن کی نگاہ سے جائزہ لے کر اُس زمرہ میں شامل کرنے کی جدوجہد میں مصروف نظر آتا ہے جس میں قومیت وطن ہے اسلام نہیں۔ اِن دو اسباب یعنی تصوّف سے رقابت کا جذبہ اور وطن پرستی کے تصوّر کی بالادستی نے حضرت امیر خسروؒ کے فن پر پہرے بٹھا دیئے۔ ہم نے جہاں نغمہ سرائی کے استدلال کے لئے ان کی شخصیت کا انتخاب کیا ہے اُن کی شخصیت کے اِس پہلو پر بھی روشنی ڈالنا ضروری سمجھا ہے جس کے زیرِ اثر یہ فنون پروان چڑھے اور جس جذبہ کی پاکیزگی نے اسے درجۂ کمال تک پہنچایا۔

امیر خسروؒ

حضرت امیر خسروؒ کے مطالعہ کے لئے تعصّب و تنگ نظری ان کی شخصیت کے خدوخال بگاڑ تو سکتی ہے اس کے گیسو سنوار نہیں سکتی۔ حضرت امیر خسروؒ پر جتنی مفصّل کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں ان کے مطالعہ کا ماحصل یہی ہے کہ ان کی ذات انسانِ کامل، مردِ مومن، عاشقِ صادق، کی ذات تھی، جس کو حضرت خواجہ نظام الدین جیسا مُرشدِ کامل ملا ہو جو پتھر کو ہیرے، سنگریزے کو موتی، اور مٹی کو سونے میں بدل دے، ذرہ کو آفتاب بنا دے، نہ صرف ان کی صحبتِ صالحہ بلکہ ان کا قربِ خاص پانے والا خسروؒ کیا ہو گا اس کا اندازہ خبر کو نہیں نظر کو ہو سکتا ہے۔

حضرت امیر خسروؒ کو حضرت نظام الدین اولیاؒ سے بے پناہ عقیدت پہلے ہی تھی،

marfat.com

لیکن آپ علاؤالدین خلجی کے عہد میں شیخؒ کے باقاعدہ مرید ہوئے، آپ کا زیادہ وقت شیخؒ کے پاس ہی گزرتا۔ شیخؒ کی تربیت کا اثر آپ پر بہت گہرا تھا۔ دراصل جس حق کی تلاش اور جستجو ایک مدت سے امیر خسروؒ کے دل کی آرزو تھی اس کی تکمیل یہاں ہو رہی تھی، آپ نے مرشد کی خدمت کے دوران برسوں مسلسل روزے رکھے، آپ کے سینۂ پاک پر جو کپڑا ہوتا تھا وہ عشقِ معرفت کی گرمی سے جھلسا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ آپ نے ہمہ وقت اپنے مرشد کی صحبت میں رہ کر عاشقِ صادق کا درجہ حاصل کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت شیخؒ فرماتے :۔

"اگر روزِ قیامت سوال ہوا کہ نظام کیا لایا ہے تو جواب میں خسروؒ کو حاضر کر دیں گے"۔

اس جملہ پر غور فرمائیے کہ یہ شیخؒ کی اپنے مرید سے کس درجہ تعلقِ خاص کو ظاہر کرتا ہے جہاں مرید کا یہ مقام ہو وہاں شیخ نے اپنے دامانِ کرم سے اپنے عاشقِ صادق کو کیا کچھ نہ عطا فرمایا ہوگا اور کیا کچھ نچھاور کیا ہوگا۔ جیسا کہ سطورِ بالا میں تحریر کیا گیا کہ سوزِ عشقِ معرفت سے سینہ پر پڑا ہوا کپڑا جھلسا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس پر شیخ حضرت امیر خسروؒ کی طرف اشارہ فرما کر خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

"الٰہی! بسوزِ سینۂ ایں ترک مرا بہ بخش"

ایک مرتبہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے مرید سے ایک خواب بیان کیا جس میں مرید کے درجات و مقامات کے فزوں ہونے کا اشارہ تھا۔ اور اندر سے کلاہ منگوا کر اپنے دستِ مبارک سے حضرت امیر خسروؒ کے سرِ مبارک کو عزت بخشی، یہ داستان بہت طویل ہے صرف یہ دو شعر ملاحظہ فرمائیے جو شیخؒ نے اپنے مرید کے مقام کو سمجھنے کے لئے فرمائے ہیں۔ ان اشعار سے حضرت امیر خسروؒ کے مقامِ معرفت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ؎

marfat.com

خسرو کہ بنظم و نثر مثلش کم خواست
ملکیتِ ملکِ سخن آں خسرو راست

ایں خسرو ما۔ ناصر خسرو نیست
زیرا کہ خدائے ناصرِ خسرو ما است

جہاں شیخؒ کا یہ عالم تھا وہاں مرید کا بھی یہ عالم تھا کہ جب شیخ کا وصال ہوا تو خسروؒ غیاث الدین تغلق کے ہمراہ دہلی سے دُور لکھنوتی کے مقام پر تھے، اپنے پیر کی خبر وصال پر رُوح بے قرار اور چشمِ اشکبار لئے مزارِ مُرشد پر آئے اور بصد گریہ یہ شعر سُنائے ؎

گوری سوئے سیج پر مُکھ پر ڈارے کیس
چل خسروؒ گھر اپنے سانجھ بھئی چہوں دیس

اپنے شیخ کے پردہ فرمانے کے چھ ماہ بعد یہ مریدِ صادق بھی اس دارِ فانی کو چھوڑ گیا اور اپنے مرشد کے قدموں میں جگہ پائی۔

فن اور اس پر تحقیق

حضرتِ جامیؒ کا قول ہے کہ آپ کی جملہ تصانیف ننانوے [۹۹] ہیں لیکن موجودہ دور میں جو تحقیقی کام ہوا ہے بدقسمتی سے اس میں آپ کی اکیس [۲۱] تصانیف کا علم ہوا ہے، اسی میں آپ کی تصنیف "اعجازِ خسروی" یا "رسائل الاعجاز" ۷۱۹ھ مطابق ۱۳۱۹-۲۰ء بھی ہے یہ کتاب ضخیم ہے اور پانچ رسائل پر مشتمل ہے اس کا تیسرا باب، موسیقی کے اصل و فرع کے بارے میں ہے آخر کتاب میں آپ کے خطوط ہیں جو بہت اہم ہیں۔

آپ کے فنِ موسیقی پر ایک نادر کتاب "امیر خسروؒ اور موسیقی" ہے اس میں مختلف اوقات میں امیر خسروؒ، اور موسیقی میں ان کے مقام، اختراعات و ایجادات

marfat.com

اُنکے فنی کمالات اور خدمات کے موضوع پر متعدد حضرات نے قلم اُٹھایا ہے۔ ان مضامین کے مجموعہ کو " نیشنل کمیٹی برائے سات سو سالہ تقریبات امیر خسرؒو" نے مرتب کرواکر ادارۂ تحقیقِ موسیقی۔ لاہور سے شائع کروا دیا ہے۔ اس میں جن حضرات کے مضامین ہیں ان میں سرفہرست سیرت النبیؐ کے مصنف حضرت شبلی نعمانیؒ ڈاکٹر وحید مرزا، خواجہ مسعود پرویز اور دیگر حضرات شامل ہیں۔ " ہماری موسیقی" کے عنوان سے ادارہ مطبوعات حکومت پاکستان نے ریڈیائی تقاریر کا ایک مجموعہ شائع کیا ہے۔ جس میں دیگر ماہرینِ موسیقی کے علاوہ حضرت امیر خسرؒو کے فنِ موسیقی پر تقاریر شامل ہیں۔ ہم اپنے قارئین کے علم میں اضافہ کے لئے چند حوالے دے رہے ہیں۔ تاکہ اگر وہ تفصیل میں جانا چاہیں تو مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ ان کے لئے مفید ہوگا۔

" اسلام اور موسیقی " یہ ۱۸۰ کتابوں کا نچوڑ ہے، " ہندوستان کی موسیقی"
" حیاتِ امیر خسرؒو مع ایجاداتِ موسیقی"

ایک غلط تصور

حضرت امیر خسرؒو نے برصغیر کی موسیقی میں جو انقلابی تبدیلیاں کیں وہ مختصر نہیں بلکہ پورے برصغیر کے فنِ موسیقی پر چھاگئی۔ آپ سے پہلے برصغیر کی موسیقی کا انداز بالکل جدا اور محدود تھا آپ نے نہ صرف اس کو وسعت دی بلکہ خالص اسلامی موسیقی یا مُسلم موسیقی کو جو عرب اور ایران کے شعبہ سے متعلق تھی برصغیر میں نئی شکل دے کر گھر گھر پھیلا دیا۔ بعض نادان یہ سمجھتے ہیں کہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے برصغیر میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے اس خطے کے راگ اور بھجن کو تبلیغ کا مؤثر ذریعہ سمجھ کر اپنا لیا چنانچہ چشتیہ سلسلہ میں

marfat.com

راگ کا رواج اسی وجہ سے پڑا اور اسی بات کو بہانہ بنا کر وہ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اب چونکہ تبلیغ اسلام میں اس کی ضرورت نہیں یا اس کی محتاجی ختم ہو گئی۔ لہٰذا یہ سلسلہ اب غیر اسلامی قرار دیکر ختم کر دینا چاہیئے۔ اوّل تو حضرت خواجہ چشت کے لئے یہ تصوّر از خود اُن کی شانِ ولایت میں گستاخی اور بے ادبی ہے کہ آپ کی ہستی اور شانِ ولایت کسی خارجی ذریعہ کی اس قدر محتاج تھی کہ اس کا سہارا لئے بغیر اسلام کی تبلیغ ناممکن تھی۔ یہ اعتراض اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کی زد میں ماضی اور مستقبل پر کس قدر گھناؤنے اثرات مرتب اور نظریئے قائم ہوتے ہیں۔ اس بات کا اندازہ اس سے کیا جائے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس وقت عرب کی حالت جیسی تھی وہ اظہر من الشمس ہے۔ یعنی جس طرح برصغیر میں موسیقی کی گرفت مضبوط تھی۔ اسی طرح عرب میں شاعری کا زور تھا۔ اگر اس نظریہ کو تسلیم کر لیا جائے تو اسلام کی تبلیغ کے مبلّغانِ اسلام کو سب سے پہلے شاعری کا سہارا لینا چاہئیے تھا مگر تاریخ اس کے برعکس ہے کہ عرب کی شاعری کے انداز کو یکسر بدل دیا گیا بلکہ اس وقت کی شاعری پر قرآنی آیات میں تنبیہہ نازل ہوئیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اسلام ماحول میں سما جانے کے لئے نہیں بلکہ ماحول کو اپنے سانچے میں ڈھالنے کا پیغام دیتا ہے پھر برصغیر میں موسیقی کی تاریخ سے نابلد حضرات ہی اس قسم کی بات زبان پر لا سکتے ہیں حالانکہ برصغیر میں موسیقی حضرت امیر خسروؒ سے پہلے بے جان تھی یہ صرف جذباتی بات نہیں۔ بلکہ ایک تحقیقی جائزہ ہے جس کے ثبوت میں ہم چند تاریخی حوالے پیش کرتے ہیں۔

موسیقی پر مسلم تہذیب کا اثر

مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت سے پہلے ہند و پاک میں موسیقی کا

marfat.com

دامن اس قدر محدود تھا کہ وہ صرف چار سُروں میں سمٹی ہوئی تھی ان میں اشلوک، بد، بھجن بغیر کسی ردھم (RYTHM) یا ساز کے کرتال کی ضرب اور ایک تارے کی معاونت سے پڑھے یا گائے جاتے تھے۔ "شام وید" موسیقی کی قدیم ترین کتاب ہے اور اس قدیم کتاب میں اسلوک بد اور بھجن کے سوا موسیقی کا کوئی ضابطہ نہیں پایا جاتا۔ اس کے بعد اس کی کچھ ارتقائی صورت "گرنتھ رتناگر" میں پائی جاتی ہے جو سارنگ دیو پنڈت کی تصنیف ہے۔ "شام وید" اور "گرنتھ رتناگر" یہ دونوں تصنیفات ہی ماہرینِ علمِ موسیقی کے لئے اس فن کی ترقی اور ارتقار کا ذریعہ بنیں، "گرنتھ رتناگر" کا مرتب اور مؤلف ماہرِ فنِ موسیقی و فن کاری دی این بھات کھنڈ نہایت انصاف اور سچائی کے ساتھ لکھتا ہے کہ "بارہویں صدی سے لے کر انیسویں صدی تک موسیقی پر جتنی بھی کتب تالیف ہوئیں —— وہ موجودہ رائج الوقت موسیقی سے قطعی مطابقت نہیں رکھتی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ مسلمان موسیقاروں کی غالب اکثریت ہے۔" آگے چل کر یہی بھات کھنڈ لکھتا ہے کہ "موسیقی کا موجودہ نظام کلی طور پر مسلمان موسیقاروں اور گائیکوں کی دین ہے۔" اس حوالے سے ہماری مراد یہ ثابت کرنا تھا کہ مسلمان اللہ کا نام لیکر جس سمت بھی گئے انھوں نے اگر نظامِ سلطنت ہے تو اسے کمال تک پہنچا دیا۔ شاعری ہے تو اسے بے مثال کر دیا، اور ایک ہی نہیں ہزارہا شعبہ ہائے زندگی میں جس طرف رُخ کیا کایا پلٹ دی۔ ایسی قوم بالخصوص اس کے اولیار اور سلطان الہندؒ کیوں کر پاک و ہند کے خطے کی اس موسیقی کی معاونت کے تبلیغ اسلام میں محتاج ہو سکتے تھے۔ جب کہ خود موسیقی کے بانیان کی مصدقہ کتب اپنی کم مائیگی کا اعتراف کر رہی ہیں البتہ اگر یہ کہا جائے تو بالکل بجا ہو گا کہ برصغیر میں خالص اسلامی یا مسلم موسیقی و نغمہ نوائی کو روشناس کرانے اور اس کا حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب النوازؒ

اوران کے خلفاء کی آمد اور سلسلۂ چشتیہ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اوّل اوّل قاری تلاوت کرتے اور خوش الحانی کا مظاہرہ کرتے پھر موسیقی کے انداز میں حمدِ باری اور نعتِ رسول سناتے اور عوام کو اپنی طرف متوجہ کرتے، پھر یہی نغمہ سرائی موسیقی کے ساتھ ہونے لگی اور چشتیہ موسیقی یا گائیکی یعنی قوالی کی ابتدا ہوئی جو آگے چل کر حضرت محبوبِ الٰہی کے عہد میں موسیقی اور گائیکی کا ایک اہم شعبہ بن گئی۔

پنڈت نائک گوپال سے مقابلہ

حضرت امیر خسروؒ کی خداداد صلاحیتوں کو موسیقی کی ایجادات واختراعات کے لئے اُبھارنے میں محبوبِ الٰہی کی خاص ہدایات بھی شامل تھیں۔ ہم صرف ایک واقعہ پر اکتفا کر کے بات کو مختصر کرتے ہیں کہ جب حضرت امیر خسروؒ نے موسیقی کے لئے ایک ضابطہ تیار کیا اور اس کے نوک پلک سنوارے اور مسلم موسیقی سے اس کو ہم آہنگ کرنے کے لئے اس میں ایجادات واختراعات کیں تو پنڈت نائک گوپال کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور وہ برصغیر کے مختلف علاقوں سے موسیقی کے ماہرین کو منتخب کر کے ایک بڑی جماعت لے کر دار الخلافہ دہلی آیا۔ نائک گوپال کے ساتھ ۹۰۰ نو سو سے زائد ماہرینِ موسیقی اور عالم تھے۔ اس نے مسلمان عالموں کے سامنے تمام علوم وفنون کی روشنی میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ جس میں شام وید کے اشلوک، پد، بھجن اور اپنی ایجادات واختراعات مثلاً گیت، کوئت، گوبند، چھند، پربند، دھوا، ماٹھا وغیرہ اپنے مخصوص انداز سے پیش کئے جس کو سمجھنے سے فن کار قاصر تھے کہ ان کے مقابل بھرپور جواب دینے کے لئے قرعۂ فال حضرت امیر خسروؒ کے نام پر نکلا، حضرت امیر خسروؒ نے نائک گوپال کو بہت توجہ سے سنا تھا اور اُس کے رفقاء کو بھی سُنا تھا۔ آپ نے ان کے جواب میں قول، قلبانہ، نقش، گل بسیط، ہوا،

marfat.com

نگار، شہلا، ترانہ، تروٹ، بھداوا، سلوٹ وغیرہ جو انکی اپنی ایجادات ہیں پیش کیں۔ نائک گوپال نے ان ایجادات کے حسن کے آگے نہ صرف اپنا سر جھکا دیا بلکہ تمام رفقاء کے ہمراہ انکا شاگرد ہوا اور بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا کہ وہ مع اپنے رفقاء کے مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ یہ تھا صاحبانِ تصوف کا اعجاز کہ موسیقی کو بھی اسلام کے سانچہ میں ڈھال دیا اور اس کا رُخ موڑ کر اسے بھی ذریعہ کفر سے نجات دلاکر ذریعہ نجات بنا دیا اب تعیش کے لئے کی جانے والی موسیقی یاد الٰہی اور خیال مرشد میں سرور و کیف پیدا کرنے کے لئے ہو رہی تھی۔ حضرت امیر خسرو کی ایجادات آپ کو عربی اور ایرانی موسیقی پر بڑی قدرت حاصل تھی لیکن آپ نے ہندی راگ بھی ایجاد فرمائے مثلاً۔ پوربی، خیال، ایمن، کلیان، پوریا، دھانی، سہاگ، سوہا، سگرئی، نائکی، وغیرہ آپکی ہی ایجاد ہیں۔ سازوں میں ستار، طبل، ڈھلک، فانوس اور پکھاوج بھی آپ کی ایجادات ہیں۔ اسی طرح نظام ضرب وزمانہ اور تال بھی آپ کی ہی عطا ہیں۔ تالوں میں سواری، خمسہ، ستالہ، فرودت، سول فاختہ، اک تالہ، جھب تالہ اور ذیلف وغیرہ بھی آپ سے منسوب ہیں۔ مشہور یوں بھی ہے کہ رباعی بیت اور غزل کو گائیکی کی شکل میں آپ ہی نے دی اور قوالی بھی آپکی ایجاد ہے۔ آپ کے ہی عہد میں علم نغمہ و موسیقی کو نیا نام ملا: قوالی اور اس فن کے ماہر عالم کو "قوال" پکارا گیا۔ حضرت امیر خسروؒ کے عہد کے مشہور قوال (ماہر علم موسیقی) بارہ تھے۔ ان میں حضرت میاں صامت، بہلول، تتّار، حسن، ساونت، خواجہ محمد اقبال، خواجہ محمد عمرؒ، خواجہ محمد موسیٰ، خواجہ محمد امام، خواجہ محمد، خواجہ حسن سنجری اور خواجہ محمد ایاز شامل ہیں۔ اس گروہ کے اُستاد

marfat.com

خود حضرت امیر خسروؒ تھے۔ اور یہ سب کے سب اہلِ فن حضرت سلطان المشائخ محبوبِ الہٰیؒ کے مریدینِ خاص تھے، ان میں سے حضرت میاں صامت کی اولاد آج تک پھل پھول رہی ہے ۱۸۵۷ء کے بہلول، تتّار اور حسن ساونت کی اولاد کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس حال میں ہے۔ علمِ موسیقی اور اس کی تاریخ جتنی قدیم ہے اتنی ہی دلچسپ اور دلنواز بھی ہے اور اس کا مطالعہ مفید بھی ہے خاص کر اُن لوگوں کے لئے جن کا تعلق تصوّف کے مطالعہ سے ہے اور سماع سے وابستگی ہے۔ ایسے حضرات کو جو علمی موشگافیوں اور بے جا تنقیدات سے دل برداشتہ ہوچکے ہوں ان کی رہنمائی کے لئے ہم نے ضروری سمجھا کہ اس حوالے کے آخر میں صاحبانِ ذوق اور عقیدتمندانِ سماع کے لئے ان کتابوں کے حوالہ بھی پیش کردیں جن کے مضامین کا تعلق سماع سے ہے ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں جن کے مصنف کے نام بھی ساتھ ہی درج ہیں۔ تفصیلات کے لئے مصنفِ کتاب فضلا ادیب رائے پوری) سے رابطہ قائم کرسکتے ہیں۔

۱۔ تحفۂ رحیم فی نعتِ رسولِ کریمؐ	مولانا عبدالرحیم قریشی
۲۔ تحفۂ اخوان الصفار	مولانا محمد اعظم نوشاہی
۳۔ تحفۃ المحبین فی جواز سماع العاشقین	شرافت نوشاہی
۴۔ ترجمہ مجموعۂ رسائلِ سماع	مولانا لیسین علی نظامی
۵۔ حلتِ سماع	مولانا سید امیر اجمیری
۶۔ رسالہ دربیان جوازِ سماع	مولانا محمد سالم رامپوری
۷۔ رسالہ سماعِ موتیٰ	شاہ محمد مسعود دہلوی
۸۔ رسالہ سماع و غنار	شاہ محمد مسعود دہلوی
۹۔ السماع	مولانا عین القضاۃ

marfat.com

۱۰- السّماع	حکیم محمد حبیب اللہ جگرانوی
۱۱- السّماع	سید ابوالکمال برق نوشاہی
۱۲- سماع السامعین فی ردّ المنکرین	حاجی نجم الدین سلیمانی
۱۳- ظہورِ حقیقت (مسئلہ سماع)	مولانا محمد حسین مناظر
۱۴- قوالی کی شرعی حیثیت	مولانا عطا محمد بندیالوی
۱۵- القول الاخیر فی مسئلۃ السماع بالمزامیر	مولانا محمد عبد الحیٔ چشتی
۱۶- استماعِ سماع	ضیاء الدین
۱۷- تذکرۂ سماع فی ذکر	یاور حسین عمری
۱۸- حیاتِ خسرو معہ ایجاداتِ موسیقی	نقی محمد خاں خورجوی
۱۹- موسیقی کی شرعی حیثیت	جی اے حق محمد
۲۰- رسالۂ منہ فی وجود الغنہ	مفتی محمد سعد اللہ مراد آبادی
۲۱- ترجمہ مزامیر باشرح وتفسیر	ارفن اسکول پریس مرزا پور

غناء کی تعریف

غناء کی تعریف کے لئے نواب علی خاں مرحوم سیتاپوری کی تصنیف "معارفِ النغمات" ایک معرکتہ الآراء کتاب ہے جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ علمِ موسیقی وہ علم ہے جس میں نغمہ و ایقاع کے حالات اور اوزان کے مد و قصر، رقت و غلظت، شدت و خفت، حدت و ثقل، توافق و تنافر، اور ان کی تالیف و ترتیب کے درمیان جو نسبت ہے اس سے بحث کی جاتی ہے (معارف النغمات) آگے بیان کرتے ہیں "کہ موضوع اس کا وہ آوازہ ہے جو بہ اعتبار اپنے نظامِ نفس میں تاثیرِ خاص پیدا کرے" (معارف النغمات)

marfat.com

الحاج حکیم ڈاکٹر سید نجم الحسن موہانی نے "علاج غنائی" (MUSIC THERAPY) اور امراضِ قلب" کے زیرِ عنوان کی ذیلی سُرخی" سماع کے اثرات فلسفہ، موسیقی کی روشنی میں" کے زیرِ تحت انتہائی اہم بحث کا آغاز کیا ہے۔ اور کن کن امراض میں موسیقی سے مفید خدمت لی جا سکتی ہے۔ اس پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ قدیم اطبا میں شیخ الرئیس کی مشہورِ زمانہ تصنیف "القانون" میں امراضِ دماغی، مالیخولیا وغیرہ کے باب میں علاج غنائی بھی شامل ہے، اور شیخ کے اسی اساس پر لندن میں اور امریکی شفاخانوں میں غیر محدود تجربات کئے جا چکے ہیں۔ اور کئے جا رہے ہیں۔ حالیہ تجربات جو نباتات پر موسیقی کے اثرات کے گئے ہیں ان تجربات سے پودوں میں "برومندی" ثابت ہو چکی ہے۔ جو میوے شجر نہ لاتے وہ سماع سے متاثر ہو کر ثمر دار ہو گئے۔ اور ان کی مروئی جلد دور ہو گئی اور اب ایک قدم آگے بڑھ کر ماہرینِ نباتات نغمہ نوازی کو نباتات کے حق میں معجزہ قرار دے چکے ہیں۔ علاج نفسیات ۳۶ طریقوں میں ایک کامیاب طریقہ موسیقی بھی ہے اس کی تفصیلات کے لئے حکیم ڈاکٹر سید نجم الحسن نے دو مشہور کتابوں کا حوالہ بھی برائے مطالعہ درج کیا ہے اُن میں ایک:۔

1) HARPER RODEART PSYCHO.

اور دوسری:۔

ANALYSIS AND PSYCHO-THERAPY 36 SYSTEMS (1950)

نغمہ و مے کا حکم عام نہیں

ان کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیقی کا تعلق انسان کے جذبات سے کس قدر گہرا ہے اور اس فن سے راحت و سکون جس کی تلاش میں انسان سرگرداں

marfat.com

رہتا ہے کے علاوہ اور بھی طریقوں سے انسان کی بہترین خدمت انجام دے سکتا ہے ۔ کسی زمانے میں یقیناً اس کی افادیت صرف شیخ الرئیس جیسے بزرگ طبیبِ وقت کے پیشِ نظر تھی لیکن اب یہ روشنی پھیل رہی ہے اور یہ جان کر کہ جس علم کی بدولت انسان کے بگڑے ہوئے مزاج کا علاج اور نباتات کی نشوونما ہو سکتی ہے وہ کیونکر خارج از اسلام ہو سکتا ہے ۔ افسوس کہ چند محققین نے اس کے صرف ایک پہلو " تعیش کا سبب " پر ہی نظر ڈالی اُن کی نگاہ کس قدر سطح برآب تھی اور وہ اس کی گہرائیوں میں نہ اُتر سکے ۔ یہ کام یقیناً اللہ والوں کا تھا جن کے متعلق شاعرِ مشرق نے فرمادیا ؎

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

وہ اس علم کی گہرائیوں میں اُتر گئے اور انھوں نے فن کو فن کی حیثیت سے ہی جانچا، پرکھا، برتا ، اور پھر جب اس میں مہارتِ تامہ حاصل کرلی تو اسلامی فلسفہ کی قبا پہنائی اور تصوف کے زیور سے آراستہ کیا اور اسی فن سے جو مُضر و مہلک تھا، دین کی خدمت لی اور عاشقوں کے لئے آبِ حیات بنادیا ۔

سماع ، غنا ، مزامیر اور موسیقی کے زیرِ عنوان بے شمار کتابیں ہیں ۔ عربی فارسی ہندی اُردو انگریزی اور دیگر علاقائی زبانوں میں ، بعض کتابیں کتابوں کا نچوڑ ہیں ۔ جیسے " اسلام اور موسیقی " جو ۱۸۰ کتابوں کا نچوڑ ہے ۔ بعض کتابیں دست بُردِ زمانہ کے سبب ناپید ہوگئی ہیں اور بعض زیرِ طبع ہیں ۔ اس موضوع پر ایک کتاب علیحدہ تصنیف کرکے پیش کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ ۔

اس طویل بحث کا مقصد بالکل واضح ہے کہ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نغمہ سرائی کو بھجن سے تعبیر کرنے والوں کے شکوک وشبہات کا مدلل جواب دیا جائے،

marfat.com

لیکن اس میں ساتھ ساتھ ان آداب اور بنیادی اُصولوں کا ملحوظ رکھنا شرط ہے جو حدِ ادب سے گزر کر ثواب کو گناہ اور خیر کو شر میں بدل دیتی ہیں۔ جیسا کہ حضر مولانا حسرت موہانی نے فرمایا ؎

نغمہ و مے کا حُکم عام نہیں
عاشقوں پر یہ کچھ حرام نہیں (حسرت موہانی)

لَا یجزُ لِلعَاشقِ مَا لَا یجزُ بِغیرِہٖ

یہ احتیاط زندگی کے ہر عمل پر اسلام کی روشنی میں لازم ہے۔ صرف موسیقیؔ قوالی یا نعت کی نغمہ سرائی پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے قارئین کے لئے جو مواد ہم نے دلسوزی اور دماغ سوزی کر کے مہیا کیا ہے اس کا وہ پُورا پُورا فائدہ اٹھائیں گے اور اپنے قلوب کو ہر طرح کے شک و شبہ سے پاک کرنے میں ہماری یہ کوششِ ادنیٰ کامیاب ہوگی۔

marfat.com

مَاخذاتِ کتب

الف۔	ماہنامہ "آستانہ" دہلی	یوسف دہلوی
۱۔	آکام المرجان فی الاحکام الجان	
۲۔	ابن ماجہ	امام ابنِ ماجہ ابو عبداللہ محمد بن یزیدؒ
۳۔	الابریز	ابنِ مبارکؒ
۴۔	المستدرک	امام حاکم ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوریؒ
۵۔	ابوداؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ
۶	الحوزی فی شرحِ ترمذی	ابو بکر بن العربی مالکیؒ
۷	احیاء العلوم	امام غزالیؒ
۸	الملل والنحل	علامہ شہرستانی
۹	انوار ساطعہ	مولوی عبدالسمیع رامپوری
۱۰	الاحکام فی اصول الاحکام	امام ابوالحسن الامدی
۱۱	الدرر البہیۃ	
۱۲	البرہان فی علوم القرآن	علامہ زرکشی
۱۳	البلغ فی اصول اللغہ	نواب صدیق حسن خان
۱۴	المنجہ	مفتی محمد شفیع دارالعلوم دیوبند
۱۵	المہنہ	علمائے دیوبند
۱۶	آبِ حیات	مولانا محمد قاسم نانوتوی
۱۷	آثارِ عجم	سید نواب علی
۱۸	ارمغانِ نعت	مرتبہ شفیق بریلوی

marfat.com

ماخذاتِ کتب

۱۹	انجیل برناباس	
۲۰	الرسالۃ المستطرفۃ	علامہ محمد جعفر الکتانی
۲۱	اسلام اور موسیقی	ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ لاہور (کلب روڈ)
۲۲	اعجازِ خسروی	حضرت امیر خسروؒ
۲۳	امیر خسرو اور موسیقی	ادارہ تحقیق موسیقی لاہور
۲۴	بخاری شریف	امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ
۲۵	بشریٰ	علامہ غلام رسول چریا کوٹیؒ
۲۶	بھگوت گیتا یا نغمۂ خداوندی	محمد اجمل خان ایم اے
۲۷	توضیح العقائد	مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۷ الف	ترمذی شریف	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ
۲۸	تفسیر کبیر	امام محمد فخر الدین محمد بن محمد رازیؒ
۲۹	تفسیر مظہری	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی
۳۰	تہذیب الاسماء	امام نوویؒ
۳۱	تفسیر روح البیان	علامہ اسماعیل حقی
۳۲	تہذیب التہذیب	احمد بن صالح مصری
۳۳	تفسیر عزیزی	شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ
۳۴	تسہیل العربیہ	
۳۵	تجلی الیقین	امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی
۳۶	تمدنِ عرب	

marfat.com

ماخذاتِ کتب

۳۷	تذکرۃ المصطفیٰ	سید نواب علی
۳۸	تلبیس ابلیس	امام حافظ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی بغدادی
۳۹	تذکرہ جناب بابا نانک صاحب	غلام قاسم
۴۰	جواہر البحار فی فضائل النبی المختار	علامہ امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رح
۴۱	جلاء القلوب بذکر المحبوب	سر سید احمد خاں
۴۲	جمالِ مصطفیٰ	عبدالعزیز عرفی
۴۳	چینی مسلمان	بدرالدین چینی بی اے
۴۴	حدیقہ ندیہ	امام عبدالغنی نابلسی رح
۴۵	حمایتِ اسلام	ڈاکٹر فری ہیگنس
۴۶	خلاصۃ التفاسیر	مولوی فتح محمد تائب
۴۷	خصائص الکبریٰ	علامہ امام حافظ جلال الدین سیوطی رح
۴۷ الف	دلائل النبوت	حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ رح
۴۸	درِ منثور	علامہ امام حافظ جلال الدین سیوطی رح
۴۹	درِ ثمین	حضرت شاہ ولی اللہ رح
۴۹ الف	دلائل الخیرات	علامہ امام محمد بن سلیمان جزولی
۵۰	ذم الہویٰ	امام حافظ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی
۵۱	روح المعانی	علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رح
۵۲	زرقانی شرح المواہب	امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی رح
۵۳	سیرتِ ابنِ ہشام	علامہ محمد بن عبدالملک ابن ہشام

marfat.com

ماخذاتِ کتب

۵۴	سنتِ خیر الانام ﷺ	پیر کرم علی شاہ صاحب ؒ
۵۵	سیرتِ حلبیہ	علامہ علی برہان الدین حلبی
۵۶	سکھ قوم اور اُس کے بانی	حضرت خواجہ حسن نظامی ؒ
۵۷	سری گرو نانک دیو	مطبوعہ شمالی کتب خانہ لاہور
۵۸	شفا شریف	امام قاضی عیاض ؒ
۵۹	شرح شفا شریف	امام مُلّا علی قاری ؒ
۶۰	شعب الایمان	امام شیخ السنت ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ البیہقی
۶۱	شرح مراقی الفلاح	طحطاوی
۶۲	شواہد النبوت	حضرت عبدالرحمٰن جامی ؒ
۶۳	شام وید	
۶۴	صحائفِ سماوی	سیّد نواب علی
۶۵	طبقاتِ ابنِ سعد ؓ	
۶۶	فتح الکبیر	علامہ حافظ امام جلال الدین سیوطی ؒ
۶۷	فتوح البلدان	
۶۸	فیض الباری	مولوی انور علی شاہ کشمیری دیوبندی
۶۹	قرآنِ کریم	اللہ جل جلالہٗ
۷۰	قرآنِ پاک کے الفاظ کی شرح	محمد فواد عبدالباقی (دار الشعب قاہرہ)
۷۱	قصیدہ بردہ شریف	حضرت شیخ شرف الدین امام بوصیری ؒ
۷۲	قصیدہ نعمانیہ	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ؓ

marfat.com

ماخذِ کُتب

۷۳	قومی زبان	انجمن ترقی اُردو پاکستان
۷۴	کنزالایمان ترجمہ قرآنِ کریم	اعلحضرت امامِ اہلسنت احمد رضا خاں بریلوی رح
۷۵	کشف المحجُوب	حضرت داتا گنج بخش ہجویری رح
۷۶	گُلستان	شیخ سعدی رح
۷۷	گُرونانک دیومہاراج کی سوانحمری	دَیارام عاکف
۷۸	گرنتھ رتناگر	مصنّف:۔ سارنگ دیو پنڈت مرتّب دمؤلف:۔ وی این بھات کھنڈ
۷۹	لسان العرب	ابنِ منظور
۸۰	مشکوٰۃ شریف	امام ابومحمد حسین بن حنبل الفرا البغوی رح
۸۱	مناہل العرفان	امام احمد بن عبد الباقی الزرقانی رح
۸۲	مزہر	علّامہ امام حافظ جلال الدین سیوطی رح
۸۳	مواھب الدنیہ	علّامہ امام احمد بن محمد القسطلانی
۸۴	مدارج النبوّت	حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رح
۸۵	مُسلم شریف (صحیح مُسلم)	ابُوحسین مُسلم بن الحجاج القیشری
۸۶	مکتوبات	امام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی رح
۸۷	معارج الدین	سیّد نواب علی
۸۸	مقالاتِ سرسیّد	سرسیّد احمد خاں
۸۹	معارف النغمات	نواب علی خاں مرحوم
۹۰	مذاہبِ عالم	احمد عبداللہ المسدودی
۹۰ الف	مسندِ امام احمد	حضرت امام احمد بن حنبل رح

marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	ہمارے کتب خانے		۱۹	بربادصحیفہ	
۲	مسلم تہذیب کا سہارا		۲۰	قبل مسیح	
۳	شاعری کی بقار		۲۱	مسلم محققین	
۴	عروج وزوال		۲۲	عبرانی زبان کا ایک نمونہ	
۵	حبّ رسولؐ کی تاریخی اہمیت		۲۳	عبرانی رسم الخط میں عبرانی تلفظ	
۶	کتاب کا مواد اور اسکے ماخذ		۲۴	حاصل کلام	
۷	عربی لغت		۲۵		
۸	جوامع الکلم		۲۶	آغاز	
۹	واقعہ		۲۷	یا یزداں گذاشتیم	
۱۰	معیارِ لغت		۲۸	متاع الدنیا اور ذکرِ حبیبؐ	
۱۱	شاعری پر الزام		۲۹	حدیثِ قدسی اور ذکرِ حبیبؐ	
۱۲	اصول علم تفسیر		۳۰	قرآن کریم اور نعتِ رسولؐ	
۱۳	طبقات مفسرین		۳۱	عبادت کا مفہوم	
۱۴	حضرت صدیق اکبرؓ کا واقعہ		۳۲	عبادت اور اطاعت کا تعلق	
۱۵	حضرت عمر فاروقؓ کا واقعہ		۳۳	شرطِ محبت	
۱۶	امام بخاری		۳۴	پہلی نعت	
۱۷	رسم الخط کے رموز		۳۵	شانِ حق آشکار	
۱۸	آسمانی صحائف اور نعت		۳۶	اسم مبارک	

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۳۷	اسمائے اہل خاندان کی عظمت		۵۷	چوتھی نعت	
۳۸	اٹھارہ نام		۵۸	پانچویں "	
۳۹	صفاتی اسمار مبارکہ قرآن میں		۵۹	چھٹی "	
۴۰	سابقہ کتب میں اسماء گرامی		۶۰	ساتویں "	
۴۱	قرآن اور نعت		۶۱	آٹھویں "	
۴۲	سورۃ احزاب تا سورۃ النساء		۶۲	نویں "	
۴۳	سورۃ آل عمران کی چند آیتیں		۶۳	دسویں "	
۴۴	چند دیگر سورتوں میں		۶۴	گیارھویں "	
۴۵	شعارع روئے تاباں		۶۵	بارھویں "	
۴۶	قرآن ـــ ظاہری و باطنی معنی		۶۶	تیرھویں "	
۴۷	تفسیر قرآن کے چند مرتبے		۶۷	چودھویں "	
۴۸	اسرار و رموز کی اصطلاح		۶۸	قصیدہ نور "	
۴۹	فیضانِ نور		۶۹	محققانہ نظر	
۵۰	جنّت کا سودا		۷۰	نعت رسولؐ بزبانِ ملائکہ	
۵۱	قرآن اور ذکر میلاد		۷۱	تشریح . حقیقت . تعداد	
۵۲	قرآن ـ سراپا نعت		۷۲	اقسام . صفات	
۵۳	نعت رسول		۷۳	حسین پہلو	
۵۴	پہلی نعت		۷۴	مقام جبریلؑ	
۵۵	دوسری نعت		۷۵	اجنار کی بات	
۵۶	تیسری نعت		۷۶	نعوی معنی	

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۷۷	اصلاح	
۷۸	وجود اجنّا	
۷۹	حقیقت و خلقت	
۸۰	تاریخ	
۸۱	صفات	
۸۲	مسلمان جنّ اور رحمت عالم	
۸۳	پہلی نعت (سمیح جنّ)	
۸۴	نوحہ گری	
۸۵	جنّ تکلان کی نعت	
۸۶	ذبابؓ کا دوست جنّ	
۸۷	نعت	
۸۸	سواد ابنِ قارب کے جن کے اشعار	
۸۹	پہلی شب	
۹۰	دوسری شب	
۹۱	تیسری شب	
۹۲	سواد ابنِ قارب کے اشعار	
۹۳	نطلہ کا رفیق جنّ	
۹۴	سوال شعر جواب شعر	
۹۵	قصیدۂ جنّیہ	
۹۶	ترکی کے کتب خانے	
۹۷	رموز و کمالِ اعداد	
۹۸	حسابِ جمل	
۹۹	اُنیّس کا عدد قرآن میں	
۱۰۰	——	
۱۰۱	مختصر تاریخ صحائف	
۱۰۲	زبور میں نعت	
۱۰۳	توریت میں پہلی نعت	
۱۰۴	توریت کی دوسری نعت	
۱۰۵	توریت اور گیسوئے رسولؐ	
۱۰۶	صحیفۂ حضرت آدمؑ سے	
۱۰۷	صحیفۂ نوحؑ کی نعت	
۱۰۸	صحیفۂ ابراہیمؑ کی نعت	
۱۰۹	توریت کی نعت	
۱۱۰	زبور کی نعت	
۱۱۱	انجیل کی نعت	
۱۱۲	یوحنا کی انجیل	
۱۱۳	لطیف اشارے	
۱۱۴	فارقلیط	
۱۱۵	لفظ فارقلیط کی بحث	
۱۱۶	ٹینی کاسٹ کا واقعہ	

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۱۷	ڈاکٹر فری ہگنس کا نظریہ	
۱۱۸	عبرانی رسم الخط	
۱۱۹	فارقلیط اور ابوالقاسم	
۱۲۰	عبرانی زبان کے نمونے	
۱۲۱	عبرانی تلفظ	
۱۲۲	عبرانی کا تلفظ	
۱۲۳	حضورؐ کے عاشق ظہور سے پہلے	
۱۲۴	حضرت ابونعیم کی روایت	
۱۲۵	بوالعجی	
۱۲۶	سہل مولیٰ کا عشق	
۱۲۷	تلاوت نعت	
۱۲۸	صحائف سماوی اور ذکر مدینہ	
۱۲۹	شہر مدینہ	
۱۳۰	تشبیہات سلیمانؑ	
۱۳۱	عبرانی کا عربی ترجمہ	
۱۳۲	اصلی عبارت نعت کا اردو ترجمہ	
۱۳۳	حضرت امیر خسروؒ	
۱۳۴	نعت شجر نعتِ حجر	
۱۳۵	پتھروں کا سلام	
۱۳۶	درخت نے ذکر نبیؐ کیا۔	
۱۳۷	ورقہ بن نوفل کی نعت	
۱۳۸	نعت رسولؐ بزبانِ ورقہ بن نوفل	
۱۳۹	حضرت ابوطالبؓ کے اشعارِ نعت رسول۔	
۱۴۰	حضرت ابوطالب کا قصیدہ (ابن ہشام)	
۱۴۱	قصیدہ تائیۃ الکبریٰ	
۱۴۲	قصیدہ مع شرح	
۱۴۳	گرنتھ۔ بابا نانک اور نعت	
۱۴۴	گرنتھ کی کہانی	
۱۴۵	بُت پرستی کی مخالفت	
۱۴۶	بابا صاحب کی نعت	
۱۴۷	وفات کا واقعہ	
۱۴۸	چینی زبان میں نعت	
۱۴۹	ایک تاریخی حوالہ	
۱۵۰	پس منظر	
۱۵۱	نعتِ صد حروف	
۱۵۲	خاتم الانبیاء۔ (نعت)	
۱۵۳	اردو نثر کا بے مثال قصیدہ	
۱۵۴	قدیم زبان سنسکرت	
۱۵۵	نعت رسولؐ	
۱۵۶	اتھر بن وید اور نعت	

marfat.com

نمبرشمار	عنوانات	صفحہ
۱۵۷	ماتھردن وید میں نعت	
۱۵۸	بیاسی جی۔ ترجمہ تلسی داس جی	
۱۵۹	ـــــ ایک جائزہ	
۱۶۰	ـــــ فرضی تنازعہ	
۱۶۱	مساجد اور ذکرِ رسولؐ	
۱۶۲	ـــــ	
۱۶۳	مسجد قرآن کی روشنی میں	
۱۶۴	ذکرِ نبیؐ ذکر خدا ہے۔	
۱۶۵	مسجد۔ مقاصد اور سرگرمیاں	
۱۶۶	تاریخی حوالے	
۱۶۷	نعت گوئی اور مسجد	
۱۶۸	اطاعت اور اتباع کی تشریح	
۱۶۹	آدابِ نعت	
۱۷۰	ـــــ	
۱۷۱	قرآن کی روشنی میں	
۱۷۲	اَن تَحبَطَ اَعمالُکُم	
۱۷۳	حضرت ثابت بن قیس کا واقعہ	
۱۷۴	سورۃ توبہ کی تنبیہہ	
۱۷۵	سورۃ احزاب	
۱۷۶	سورۃ مائدہ	
۱۷۷	سورۃ اعراف	
۱۷۸	سورہ بقرہ	
۱۷۹	صحابہ کرام کے ادب کا حکم	
۱۸۰	ہمارے مخاطب	
۱۸۱	قصیدہ نعمانیہ	
۱۸۲	(منظوم اردو ترجمہ کیساتھ) قصیدہ	
۱۸۳	قصیدہ کے قابل غور پہلو	
۱۸۴	محافلِ نعت کا دستور	
۱۸۵	خرابی کہاں ہے۔	
۱۸۶	حضورؐ باخبر ہیں	
۱۸۷	دلائل الخیرات کے خطبہ میں ذکر	
۱۸۸	حضورؐ ہر جگہ ہر لمحہ جاسکتے ہیں	
۱۸۹	قاضی عیاض کا قول	
۱۹۰	طحاوی کا قول	
۱۹۱	جبرئیل امیں کا ادب محفل	
۱۹۲	اپنی کوتاہیوں پر غور کریں۔	
۱۹۳	حضورؐ کی ناراضگی	
۱۹۴	حضورؐ سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔	
۱۹۵	لحن و ترنم	
۱۹۶	ـــــ	

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۹۷	بہ لحن داؤد ہمنوا شو	
۱۹۸	بے جا تنقید	
۱۹۹	مقصود اصلی	
۲۰۰	سنّتِ رسولؐ و سنّتِ صحابہؓ	
۲۰۱	تغیر ادوار اس کے اسباب	
۲۰۲	خوش نوائی اور نعت	
۲۰۳	بر نالہ درد آشنا شو	
۲۰۴	ارشاداتِ رسولؐ	
۲۰۵	احتیاط	
۲۰۶	مثالیں	
۲۰۷	ابنِ جوزی کا نظریہ (غناء)	
۲۰۸	نفسیاتی پہلو	
۲۰۹	حضرت عائشہؓ کا واقعہ	
۲۱۰	امام شافعیؒ کا قول	
۲۱۱	حارث بن ہشام	
۲۱۲	فنونِ لطیفہ اور اسلام	
۲۱۳	(حسن صوت) اقوال صوفیاء	
۲۱۴	امام شافعیؒ	
۲۱۵	امام غزالیؒ	
۲۱۶	قسطلانی	
۲۱۷	ابی موسیٰ کا واقعہ	
۲۱۸	جانور اور موسیقی (حسن صوت)	
۲۱۹	شیخ سعدیؒ کا قول	
۲۲۰	حضورؐ کا استقبال	
۲۲۱	شیخ سنّت بیہقی کا قول	
۲۲۲	واقعہ خندق	
۲۲۳	نغمہ سرائی اور خواجگانِ چشت	
۲۲۴	ایک شبہ کا ازالہ	
۲۲۵	امیر خسروؒ	
۲۲۶	فن ادوار اس پر تحقیق	
۲۲۷	ایک غلط تصوّر	
۲۲۸	موسیقی پر مسلم تہذیب کا اثر	
۲۲۹	پنڈت نانک گوپال کا امیر خسرو سے مقابلہ	
۲۳۰	حضرت امیر خسرو کی ایجادات	
۲۳۱	غناء کی تعریف	
۲۳۲	نغمہ و مے کا حکم عام نہیں ۔	

marfat.com